

عزات سیریز

منظرہ برصغیر

لالہ صوفیہ



ہزاروں بے گناہ اور معصوم شہری لقمہ اجل بنتے چلے جاتے ہیں اور عوام میں دہشت اور خوف کی ایک ایسی لہر دوڑ جاتی ہے کہ انہیں ہر لمحہ اپنی موت کا دھڑکا لگا رہتا ہے۔ ایسے ماحول میں عمران صرف دوروز میں اتنے خطرناک اور خوفناک بین الاقوامی مجرم کو پکڑنے کا علی الاعلان دعویٰ کر دیتا ہے اور اس کے بعد واقعات کی تیز رفتاری اور کہانی کا ٹمپو اس قدر برق رفتار ہو جاتا ہے کہ قاری کو کتاب سے ایک لمحے کے لئے بھی نظریں ہٹانے کی فرصت نہیں ملتی۔ اور پھر سپینس اس وقت عروج پر پہنچ جاتا ہے جب رابن ہڈ دانش منزل پر دن دھاڑے ریڈ کرتا ہے دانش منزل کے میٹنگ ہال میں موجود سیکرٹ سروس کے تمام ممبران اور بلیک زیر و بطور ایکٹو مفلوج ہو کر رابن ہڈ کے قدموں میں گرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ عمران اپنی گردن تڑوا کر موت کا شکار ہو چکا ہوتا ہے اور پھر رابن ہڈ بڑے فخر سے معبروں کے سامنے ایک ٹوک کی نقاب کشائی کرتا ہے اور اس طرح سیکرٹ سروس کی قسمت پر اپنی کامیابی اور فتح کی آخری مہر لگا دیتا ہے۔ لیکن انجام کیا ہوتا ہے؟ وہ آپ کی توقعات سے یقیناً مختلف ہوگا اور آپ آخری لمحوں تک یہ اندازہ نہیں لگا سکتے کہ اب کیا ہونے والا ہے۔ اور یہی اس ناول کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ اس کتاب میں ایکشن اپنی انتہا پر اور سپینس اپنی انتہا پر پہنچ گیا ہے۔ یہ ایک ایسی کہانی ہے جو آپ کو ہمیشہ کے لئے اپنے مہر لپہ تاثر میں حکیرے رکھے گی۔

والسلام

منظہر کلیم ایم اے

گھپ اندھیرے میں دور آسمان پر ایک جگنو سا چمکا اور دس منزلہ عمارت کی چھت پر بیٹھا ہوا نوجوان اس چمک کو دیکھتے ہی چونک پڑا۔ اس کی نیند سے غماز آلود آنکھیں پکلیخت ہو شیار ہو گئیں۔ وہ اب پوری طرح چوکنہ ہو چکا تھا۔ اس نے عین اسی جگہ نظریں گاڑ دیں جہاں ایک لمحہ پہلے اس نے جگنو کو چمکتے دیکھا تھا لیکن وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ ہر طرف گہرا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ آسمان پر چھائے ہوئے سیاہ بادلوں نے اندھیرے کو گہرا کرنے میں بہت زیادہ مدد کی تھی۔

نوجوان نے پاس پڑا ہوا ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اُسے گود میں رکھ لیا۔ اب بھی اس کی نظریں اسی جگہ پر ٹکی ہوئی تھیں۔ چند لمحوں بعد ایک بار پھر جگنو سا چمکا اور نوجوان بے اختیار اچھل پڑا اس نے تیزی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو — صفدر پیکنگ — ہیلو۔ اور — نوجوان نے

تیز لہجے میں کہا۔

"لیس ایکسٹو۔ اور"۔ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

"سر۔ پوائنٹ نمبر پتھری سے بول رہا ہوں۔ مجھے سامنے پوائنٹ نمبر فور پر جگنو سا چمکتا دکھائی دیا ہے۔ دوبار چمکا ہے۔ اور"۔

صفدر نے پُر ہوش لہجے میں کہا۔
"اوہ!۔ نائٹ ٹیلی سکوپ سے چیک کرو۔ کونسی عمارت ہے۔؟ جلدی۔ کیا واقعی پوائنٹ نمبر فور ہے۔ اور"۔ دوسری طرف سے ایکسٹو نے تیز لہجے میں کہا۔

"نائٹ ٹیلی سکوپ اتنے گہرے اندھیرے میں بخوبی کام نہیں کر رہا جناب! بس ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے پوائنٹ نمبر فور پر چمکا ہو۔ اور"۔ صفدر نے جواب دیا۔

"اور کے!۔ اس بار چمکے تو اس طرف کی فلڈ لائٹس آن کر دینا۔ پوائنٹ فور پر تنویر موجود ہے۔ میں اس سے بات کرتا ہوں۔ اس کی طرف سے کوئی رپورٹ نہیں ہے۔ اور"۔ ایکسٹو نے ہدایات دیتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

صفدر نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے جیب سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور اسے ہاتھوں میں پکڑ لیا۔ یہ ریموٹ کنٹرول کا کنٹرولر تھا۔ اس دس منزلہ عمارت کے چاروں طرف بڑی بڑی لائٹس شام کو ہی نصب کر دی گئی تھیں۔ ان لائٹس میں خصوصی طاقت کے کاربن لگائے تھے۔ اور ان کا تعلق براہ راست ایک ٹرانسفارمر سے کر دیا گیا تھا۔ تاکہ بجلی

ن وقت پر دھوکہ نہ دے جائے اور ان تمام لائٹس کو ریموٹ کنٹرول کر لیا تھا۔ جن کا کنٹرولر صفدر کے ہاتھوں میں تھا۔ اور اس کی نظریں جا جگر پر جمی ہوئی تھیں جس جگہ دوبار جگنو سا چمکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں تشویش کے سائے لہرا رہے تھے۔

صفدر سوچ رہا تھا کہ اگر یہ وہی روشنی ہے جس کے چمکنے کے بعد جی نہ کوئی عمارت ایک زبردست دھماکے سے راکھ کا ڈھیر بن جاتی ہے ایک بار پھر سیکڑوں مردوں، عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کی زندگی خطرے میں تھی۔

گزشتہ ایک مہینے دارالحکومت ہولناک دھماکوں کی زد میں آیا رہا تھا۔ روزانہ کئی کئی عمارتیں خوفناک دھماکے سے راکھ کا ڈھیر بن جاتی تھیں۔ اور ہزاروں مسکینوں کے سمندر میں غرق ہوتے تھے۔ پورے شہر میں جو دست خور و ہراس پھیل چکا تھا۔ پہلے ممالک کے بعد تو یہ سمجھا گیا کہ عمارتیں ہی ناقص تعمیر کی وجہ سے بیٹھتی ہیں۔ لیکن دوسری رات ایک دوسری عمارت کا بھی یہی حشر ہوا تو حکومت نے ایک پڑی اور کسی بھیسا تک جرم بن سونگھی جانے لگی۔ پولیس اور ایلیٹی جنس حرکت میں لایا گیا۔

لیکن تیسری رات ایک اور عمارت کا یہی حشر ہوا تو پورے دارالحکومت میں قیامت برپا ہو گئی۔ اخبارات چیخ اٹھے۔ لوگوں نے خوف و ہراس، شدت پر دارالحکومت سے بھاگنا شروع کر دیا۔ لیکن ظاہر ہے اتنی بڑی آبادی تو شہر سے فرار نہ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ کیس سیکرٹ سروس کے والے کر دیا گیا۔ اور سیکرٹ سروس کی پوری ٹیم پورے شہر میں مجرموں کی

شکاری کتوں کی طرح بوسونگھتی پھر رہی تھی۔ مگر عمارتیں مسلسل اسی طرح راکھ کا ڈھیر بنتی رہیں اور خوف و ہراس نے پورے دارالحکومت کو اپنا لپیٹ میں لے لیا۔ ہر شخص کو اپنی موت نظر آنے لگ گئی چنانچہ راز کو لوگوں کا گھروں سے باہر نکلنا بند کر دیا گیا۔ وہ بازار، کلب، ہوٹل اور جوتے خانے جو رات کو آباد ہوتے تھے۔ قبرستانوں کی طرح ویرا ہو گئے۔

تمام سڑکوں پر پولیس کی گاڑیاں گشت کرتی رہتیں۔ وہ کسی بھی مشکوک آدمی کو، جو رات کو باہر بغیر سپیشل پاس کے گھومتا نظر آتا، اٹھا کر حصار میں بند کر دیا جاتا اور پھر پوچھ گچھ کا زبردست سلسلہ شروع ہو جاتا۔ مجرم کی ہوا تک نہ سونگھی جاسکتی تھی۔

اور پھر اس بات کا انکشاف ہوا کہ رات کو آسمان پر جگنو سا چمکتا یہ جگنو کبھی پانچ چھ بار چمکتا ہے اور کبھی آٹھ بار۔ اور پھر عین اس جگہ جہاں یہ جگنو چمکتا ہے عمارت راکھ کا ڈھیر بن جاتی ہے۔ راکھ کا ڈھیر بننے والی عمارتوں میں ہر طرح کی عمارتیں شامل تھیں۔ کبھی کوئی بڑی عمارت اڑ جاتی۔ تو کبھی چھوٹی سی رہائشی کو بھی کاغذ کا نمبر آ جاتا تھا۔ لیکن ہر رات کوئی نہ کوئی عمارت بہر حال شکار ہو جاتی تھی۔

ایکسٹون نے اس سلسلے میں ایک نئی تجویز سوچی تھی اور شہر کے چاروں کونوں میں سب سے بلند عمارتوں کے اوپر ایک ایک نمبر کی ڈیوٹی لگا دی تھی کہ وہ ساری رات چھت پر بیٹھ کر ارد گرد کی چکینگ کرتا رہے۔ ہر عمارت کے گرد فلڈ لائٹ کا خصوصی بندوبست کیا گیا تھا۔ پوائنٹ نمبر ۱ پر کیپٹن فکیل۔ پوائنٹ نمبر ۲ پر نعمانی۔ پوائنٹ نمبر ۳ پر

صفدر۔ اور پوائنٹ نمبر ۴ پر تنویر کی ڈیوٹی تھی۔ اس طرح پورے شہر کو کور کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔

عمران۔ جولیا۔ صدیقی۔ چوہان۔ جو زنت اور جوانا کی ڈیوٹی سڑکوں پر تھی۔ وہ تیز رفتار گاڑیوں پر سوار مختلف علاقوں میں پھیلے ہوئے تھے تاکہ جس جگہ بھی خطرے کی اطلاع ملے۔ وہ فوراً وہاں تک پہنچ سکے۔ اور ایکسٹون سب کو کنٹرول کر رہا تھا۔ اور نمبر ۲ کو یقین تھا کہ ایکسٹون کی یہ تجویز کامیاب رہے گی اور مجرموں نے اس بار اگر واردات کی تو وہ یقیناً پکڑے جائیں گے۔

اور پھر صفدر کو ساری رات آنکھیں پھاڑے اور اُدھر دیکھتے گذر گئی لیکن کہیں بھی کوئی جگنو نہ چمکا تھا۔ ہر طرف گھسپ اندھیرا ہی چھایا ہوا تھا۔

لیکن رات کے پچھلے پہر اچانک صفدر کو گھسپ اندھیرے میں جگنو چمکتا نظر آ گیا تھا۔ آج رات گہرے کالے بادلوں نے نائٹ ٹیلی سکوپ کو بھی بیکار کر دیا تھا اور ہلکی سی دھند کے علاوہ اور کوئی چیز واضح نظر نہ آتی تھی۔ صفدر کے اندازے کے مطابق جس جگہ وہ روشنی کی کرن چمکی تھی وہیں پوائنٹ نمبر فور تھا۔ جہاں تنویر موجود تھا۔ اب سب نے تنویر کو یہ روشنی کیوں نظر نہ آتی تھی۔ کیونکہ ایکسٹون کے مطابق اس کی طرف سے کوئی رپورٹ نہ آ رہی تھی۔

بہر حال صفدر اب پوری طرح چوکنا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد عین اسی جگہ جگنو سا ایک بار پھر چمکا اور صفدر نے فلڈ لائٹ کے کنٹرولر پر موجود چار بٹنوں میں سے پہلا بٹن دبا دیا۔ یہ چاروں بٹن عمارت کی

علیحدہ علیحدہ سائیڈوں پر لگی ہوئی روشنیوں کا کنٹرول کرتے تھے۔ بڑی دبتے ہی صفدر کے سامنے کے رُخ تیز روشنی کا سیلاب سا دور تک پھیلتا چلا گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے روشنی کا دریا دور تک بہتا چلا گیا ہو۔

اب اس طرف کی تمام عمارتیں روشنی میں جگمگا رہی تھیں اور پھر روشنی پھیلتے ہی اس طرف ایک شور مچ گیا۔ تیز سیٹیوں کی آوازیں گونجنے لگیں اور سڑکوں پر پولیس گاڑیاں تیزی سے بھاگنا شروع ہو گئیں کیونکہ اہلک روشنی ہونے سے سب یہی سمجھے تھے کہ اس طرف کسی عمارت کے تباہ ہونے کا خطرہ ہے۔

روشنی آسمان تک پھیلتی چلی گئی تھی۔ اس لئے اب اس تیز روشنی میں روشنی کی کرن چمکتی تو نظر نہ آسکتی تھی لیکن اس کے باوجود صفدر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ کیونکہ چار بار جگنو چمک چکا تھا۔ اور اُسے معلوم تھا کہ پانچویں بار چمکنے کے بعد کوئی بھی عمارت راکھ کا ڈھیر بن سکتی ہے۔

اور پھر وہی ہوا۔ چند لمحوں بعد ایک خوفناک گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دی اور پھر اتنا زبردست کان پھاڑ دھماکہ ہوا کہ صفدر کو یوں غوس ہوا جیسے اس کے کانوں کے پردے پھٹ گئے ہوں اور دوسرے لمحے اس نے تیز روشنی میں دور ایک اٹھ منزلہ عمارت کی بلندی پر ہوا میں بکھرتے دیکھی۔ دھماکہ اتنا زوردار تھا کہ صفدر کو یوں غوس ہوا جیسے تیز ہوا کے جھکڑ نے اُسے چھت سے کسی پتنگ کی طرح اڑا کر دور پھینک دیا ہے لیکن اس کا جسم صرف جھکڑا کھا کر رہ گیا وہ اپنی جگہ پر جما بیٹھا تھا۔

خوفناک دھماکوں کی بازگشت ابھی فضا میں موجود تھی کہ پولیس گاڑیوں

فائر بریگیڈ اور ایمبولینس گاڑیوں کے سائرنوں نے آسمان سر پر اٹھالیا۔ پورے شہر میں بکھری ہوئی یہ گاڑیاں اب پوری تیزی سے اس تباہ ہونیوالی عمارت کی طرف دوڑی چلی جا رہی تھیں اور صفدر کے منہ سے ایک طویل سانس نکل گئی۔ اس نے تصور میں سینکڑوں افراد کو طے میں دفن ہوتے اور بڑپتے اور مرتے دیکھ لیا تھا۔ اُسے بے اختیار جھجھری سی آگئی۔ کوئی شخص انہیں بے رحم ہو سکتا ہے کہ ہزاروں بے گناہ اور معصوم افراد کو بیک وقت موت کے گھاٹ اتار دے۔ اس کا اُسے اب تک یقین نہ آ رہا تھا لیکن حقیقت روز روشن کی طرح اس کے سامنے تھی۔ اور وہ صرف بے بسی سے ہونٹ کاٹنے کے اور کچھ بھی نہ کر سکتا تھا۔

اسی لمحے ٹرانسمیٹر سے تیز سیٹی کی آواز بلند ہوئی اور صفدر نے چونک کر ٹرانسمیٹر کا مین آن کر دیا۔

”ایکٹو۔ اور۔“

”صفدر! تم فوراً عمارت سے اتر کر گاڑی لیکر ساحل سمندر پر چلے باقی۔ وہاں عمران موجود ہے۔ وہ تمہارے ذمہ کوئی کام گانا چاہتا ہے۔ اور۔“ ایکٹو نے تیز لہجے میں کہا۔

”بہت اچھا جناب۔ اور۔“ صفدر نے جواب دیا۔ اور دوسری طرف سے ”اور اینڈ آل“ کے الفاظ سننے ہی اس نے ٹرانسمیٹر بند کیا اور پھر وہ اٹھ کر ٹرانسمیٹر سمیت نیچے جانے والی سیڑھیوں کی طرف بھاگ چلا گیا۔ ظاہر ہے نیچے جانے کے بعد ہی اسے لفٹ مل سکتی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ عمارت کے مین گیٹ سے باہر نکل کر عمارت کے سامنے کھڑی ہوئی اپنی مخصوص گاڑی میں سوار ہو گیا۔ گاڑی پر مخصوص

نشان لگا ہوا تھا جس کا مطلب تھا کہ یہ پیشاپس بردار گاڑی ہے اسے نہ روکا جائے اور کار میں بیٹھتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے اسے سٹارٹ کیا اور پھر انتہائی تیز رفتاری سے بھگاتا ہوا وہ ساحل سمندر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

صفدر حتی الوسع ایسی رستوں کا انتخاب کر رہا تھا جہاں زیادہ ٹریفک نہ ہو۔ اور پھر تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ ساحل سمندر پر پہنچ گیا۔ یہاں ہر طرف دیرانی ہی دیرانی چھائی ہوئی تھی۔

صفدر جیسے ہی وہاں پہنچا، اچانک اس کی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی نے کلائی پر ضربیں لگانا شروع کر دیں۔ اس نے پھرتی سے ونڈ بیٹن دبا دیا۔
"سیلو صفدر! — عمران بول رہا ہوں۔ اور" — گھڑی میں سے عمران کی تلکی سی آواز سنائی دی۔

"عمران صاحب! — آپ کہاں ہیں۔ اور" — صفدر نے پوچھا "دائیں طرف بڑھتے چلے آؤ — میں پرانے لائٹ ہاؤس کے ٹاور پر موجود ہوں — جلدی آؤ۔ اور" — عمران نے اسے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے — میں آ رہا ہوں۔ اور" — صفدر نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی "اور اینڈ آل" کہہ کر دوسری طرف سے رابطہ ختم کر دیا گیا۔ اور صفدر نے ونڈ بیٹن دبایا اور پھر کار لائٹ ہاؤس کی طرف موڑ دی۔

تھوڑی دیر بعد اسے لائٹ ہاؤس کا ٹاور نظر آنے لگ گیا۔ اور پھر صفدر نے اس لائٹ ہاؤس کے نیچے جا کر کار روک دی۔ وہاں عمران کی

کار پہلے سے موجود تھی۔

صفدر کار سے اتر کر تیزی سے لائٹ ہاؤس کی پرانی عمارت میں داخل ہوا اور پھر ٹاور کی سیڑھیاں چلا نکتا ہوا اوپر چڑھتا چلا گیا۔ ٹاور کافی بلند تھا۔ اس لئے صفدر کا سانس مچھوٹنے لگا لیکن وہ مسلسل سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ ٹاور کے اس حصے میں پہنچ گیا جہاں برآمدہ سبنا ہوا تھا اور چاروں طرف بڑے بڑے رخنے بنے ہوئے تھے۔ جن میں سے پرانے زمانے میں جہازوں کو سمندری چٹانوں سے بچانے کے لئے روشنی دکھانے کا انتظام کیا جاتا تھا۔

وہاں ایک رخنے میں عمران آنکھوں پر نائٹ ٹیلی سکوپ لگاتے کھڑا ہوا تھا۔

"صفدر! — تم نے کتنی بار جگنو چمکتے دیکھا تھا" — عمران نے مڑے بغیر صفدر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

"چار بار دیکھا تھا۔ اس کے بعد لائٹ آن کر دی تھی — اور لائٹ آن ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ عمارت تباہ ہو گئی" — صفدر نے جواب دیا۔

"کیا روشنی کی لکیر نظر آتی تھی" — عمران نے پوچھا۔
"نہیں — بس یوں چمک پیدا ہوئی تھی جیسے جگنو چمکتا ہے" — صفدر نے جواب دیا۔

"کوئی آواز" — عمران نے پوچھا۔ عمران کا لہجہ بے حد سنجیدہ تھا۔

"نہیں — کوئی آواز سنائی نہ دی تھی — ویسے بھی وہ جگہ میرے

پوائنٹ سے بہت دور تھی جہاں روشنی چمکی تھی۔ صفر نے یوں جواب دیا جیسے نوکری کا انٹرویو دینے والا امیدوار باس کے سوالوں کے جواب دیتا ہے۔

”صفر! مجرم کوئی سائنسی حربہ استعمال کر رہے ہیں۔ میں تمام رات اس ٹاور پر کھڑا جنگ کر رہا ہوں۔ مجھے بھی جگنو چمکتا دکھائی دیا تھا۔ وہ پانچ بار چمکتا تھا اور پھر عمارت تباہ ہو گئی۔ لیکن میں نے یہاں سے ایک بات محسوس کی ہے کہ کوئی سیاہ سی لکیر زمین سے اڑ کر آسمان کی طرف بڑھتی چلی جاتی ہے اور پھر چند لمحوں بعد یوں محسوس ہوتا ہے جیسے اس سیاہ لکیر کا اوپر والا حصہ چمک اٹھا ہو۔“

”اوہ! پھر تو آپ نے وہ پوائنٹ چمک کر لیا ہوگا جہاں لکیر کا دوسرا سرا ہوگا۔“ صفر نے پرجوش لہجے میں کہا۔

”نہیں! دوبار لکیر مختلف جگہوں سے ابھرتی نظر آتی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے آسمان اور زمین کے درمیان آڑھی تر چھی لکیریں پھیل رہی ہوں۔ بہر حال میں نے ایک سپاٹ منتخب کیا ہے۔ مگر اس کے لئے ضروری ہے کہ میں یہاں ٹھہر کر تمہیں ہدایت دوں اور تم اس سپاٹ تک پہنچو۔ اگر میں نیچے اترتا تو پھر سپاٹ کا صحیح اندازہ نہیں رہے گا۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ مجھے ڈسٹریکٹ پر ہدایت دیتے جائیں۔ میں کار میں اس جگہ پر پہنچ جاؤں گا۔“ صفر نے پرجوش لہجے میں کہا۔

”اوہ! چلو کوشش کر دیکھتے ہیں۔“ عمران نے کہا اور صفر سر ہلاتا ہوا واپس تیزی سے پیڑھیاں اترتا چلا گیا۔

دیوار پر نصب بڑی سی سکرین روشن تھی اور اس کے نیچے ایک چوکور ساخت کی چھوٹی سی مشین موجود تھی۔ اس مشین پر بے شمار ڈوائل اور بلب جل بکھرے تھے۔ مشین کی سائیل میں ایک شیٹ کی نیکی مشین کے پہلو سے نکل کر چھت میں جا کر غائب ہو گئی تھی۔

مشین کے سامنے ایک اونچی نشست والی کرسی پر ایک لمبا تڑنگا دیو ہیکل غیر ملکی بڑے آمرانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر پر موجود لمبے لمبے بال اس کے کندھے تک پھیلے ہوئے تھے۔ اس نے سرخ رنگ کی کھلے بازوؤں والی شرٹ اور سفید رنگ کی تیلون پہنی ہوئی تھی۔ چہرہ کسی بلڈاگ کی طرح سو جا سو جا سا تھا۔ آنکھوں میں ایسی وحشیانہ چمک تھی جیسے وہ ذہنی طور پر پاگل ہو۔ اس کے چہرے کی دائیں طرف زخم کا ایک بھیاں بک نشان تھا۔ اس کی قمیض پر ایک بڑا سا زچ موجود تھا۔ ایک ایسا زچ جس میں ایک کبوتر کو سانپ نے گھیرا ہوا تھا۔ سانپ بالکل سیاہ رنگ کا تھا۔ کبوتر

کی آنکھیں بند تھیں اور سانپ کی خوفناک زبان کبوتر کے چہرے کو چھو رہی تھی۔ سانپ کی آنکھوں میں وحشت ناک چمک تھی۔

دیو ہیکل غیر ملکی اس طرح سکرین کو دیکھ رہا تھا جیسے کوئی دلچسپ تماشہ دیکھ رہا ہو۔ سکرین پر اس وقت ایک بڑی سی عمارت نظر آرہی تھی۔ یہ آٹھ منزلہ عمارت تھی جس میں رہائشی فلیٹ تھے اور ہزاروں افراد اس عمارت میں رہ رہے تھے۔

”چوتھا کاشن دو“ — کرسی پر بیٹھے ہوئے دیو ہیکل نے بڑے کڑکدار لہجے میں مشین کے پاس کھڑے ہوئے ایک نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا اور نوجوان نے پھرتی سے ایک بیٹن دبا دیا۔

بیٹن دبے ہی مشین میں ہلکی سی گڑگڑاہٹ ہوئی اور پھر شیشے کی نلکی میں سے ایک سیاہ رنگ کی لکیر سی نکل کر اوپر چھت کی طرف اٹھتی چلی گئی جیسے جیسے وہ اوپر کو اٹھی، شیشے کی نلکی خالی ہوتی گئی۔ چند لمحوں میں لکیر چھت میں غائب ہو گئی تو آپریٹر نے تیزی سے ایک سٹیرنگ نما چکر کو گھمانا شروع کر دیا۔ سیاہ رنگ کی لکیر اب سکرین پر نظر آنے لگ گئی تھی۔ وہ تیزی سے اس عمارت کی طرف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ آپریٹر نے سٹیرنگ نما چکر کو گھمایا تو لکیر نے اپنا رخ بدل لیا۔ وہ چکر گھماتا چلا گیا۔ اور لکیر رخ بدلتی چلی گئی۔ اب وہ عمارت سے کافی دور کسی اور طرف بڑھی چلی جا رہی تھی لیکن جب وہ عمارت کی بلندی پر پہنچی تو آپریٹر نے بڑی تیزی سے چکر کو الٹا گھما دیا۔ اور لکیر گھوم کر ایک بار پھر عمارت کی طرف بڑھنے لگی۔ جب لکیر عین عمارت کے اوپر پہنچی تو آپریٹر نے تیزی سے ایک بیٹن دبا دیا۔ اور لکیر اسرا ایک لمحے کے لئے چمکا۔ پھر لکیر کسی بادل کی طرح عمارت کے اوپر

پھیلتی چلی گئی۔ یوں لگ رہا تھا جیسے چادر سی پھیل گئی ہو۔ آپریٹر نے تیزی سے ایک اور بیٹن دبا دیا اور چادر عین عمارت کے اوپر آکر رُک گئی۔

اب ٹھیک ہے — اس بار مارگٹ صحیح رہا ہے۔ ویری گڈ۔ اب اس عمارت میں رہنے والے لوگوں کی جانیں میری مٹھی میں ہیں۔
 ہا — ہا — ہا — ہزاروں افراد — ہا — ہا — ہا — اب ہزاروں افراد کی جانیں میرے ایک اشارے میں ختم ہو جائیں گی — میرا مقابلہ کون کر سکتا ہے — ؟ کون کر سکتا ہے — ؟ کوئی کر سکتا ہے — ؟ اس دیو ہیکل آدمی نے مرت سے قہقہے لگاتے ہوئے بڑے پُر غرور لہجے میں کہا۔

”آپ کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا باس! — آپ ناقابلِ تسخیر ہیں آپ بے پناہ طاقت کے مالک ہیں“ — کمرے میں موجود آپریٹر سمیت چاروں افراد نے رکوع کے بل جھکتے ہوئے کہا۔

ہا — ہا — ہا — میں ناقابلِ تسخیر ہوں — میں وقت کا بادشاہ ہوں — سب میرے غلام ہیں — رابن ہڈ کے غلام — حقیر غلام — ان کی زندگیاں اور ان کی جانیں ہر وقت میری مٹھی میں رہتی ہیں — رابن ہڈ نے ایک بار پھر وحشیانہ انداز میں قہقہے لگاتے ہوئے کہا۔ اور کمرے میں موجود تمام افراد اسی طرح رکوع کے بل جھکے رہے۔ ان کا انداز ایسا تھا جیسے کسی جابر بادشاہ کے سامنے ملزم کھڑے ہوں۔ ان کے جسم ہولے ہولے کانپ رہے تھے۔ رابن ہڈ کی دہشت ان کی نس نس میں سمائی ہوئی تھی۔

”مائیکل“ — اچانک رابن ہڈ نے کڑکدار لہجے میں کہا اور ایک طرف

رکوع کے بل کھڑا ہوا نوجوان تیزی سے سیدھا ہو گیا۔

”لیس مارٹر“ مائیکل کا لہجہ بے حد خوفزدہ تھا۔

”اس عمارت کے کتنے افراد ہوں گے“۔ رابن ہڈ نے

کزخت لہجے میں پوچھا۔

”کم از کم دو ہزار تو ضرور ہوں گے“ مائیکل نے لرزتے ہوئے

لہجے میں جواب دیا۔

”اونہہ دو ہزار“ ایک تو یہ ملک ہی کم بخت انتہائی پس ماندہ

ہے۔۔۔ یہاں بڑی بڑی عمارتیں ہی نہیں ہیں۔۔۔ جہاں ہزاروں

لوگ رہتے ہوں۔۔۔ اب بھلا دو ہزار افراد کا قتل کیا خاک

لطف دے گا۔ ہونہہ“ رابن ہڈ نے بڑے حقارت بھرے

لہجے میں کہا۔

”ایک عمارت ہے مارٹر!۔۔۔ جس میں دس ہزار افراد رہتے ہیں

مگر مارٹر“ مائیکل نے لرزتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ہیں۔۔۔ ایسی عمارت موجود ہے۔۔۔ اور تم نے ہمیں رپورٹ ہی

نہیں دی۔ کیوں نہیں دی۔۔۔ بولو“ رابن ہڈ نے غصے

سے چیختے ہوئے کہا۔

”مارٹر!۔۔۔ میں معافی چاہتا ہوں۔۔۔ اس عمارت کے اوپر آسمانی

بجلی سے بجاؤ کا بڑا آلہ لگا ہوا ہے۔۔۔ اس آلے کی وجہ سے سالک

کام نہ کر سکیں گی“ مائیکل نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

”تو کیا ہوا۔۔۔ تم رابن ہڈ کو بے بس سمجھتے ہو۔۔۔ کیا تم نہیں

جاننے کہ یہ آلہ پہلے توڑا جاسکتا ہے۔۔۔ یا اس کی تار کاٹی جاسکتی ہے۔۔۔

کیا تم بھول گئے کہ تم رابن ہڈ کے غلام ہو۔۔۔ بولو جواب دو۔۔۔ تم

نے مجھے آٹھ ہزار افراد کی موت کی خوشی سے محروم رکھنے کی گستاخی

کیوں کی“ رابن ہڈ نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ اس کی

آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔

”نم۔۔۔ نم۔۔۔ میں معافی چاہتا ہوں“ مائیکل کا چہرہ زرد

پڑ گیا۔ اس کی آنکھیں سمجھ گتیں اور جیم بُری طرح لرزنے لگا۔

”یہ جرم ہے۔۔۔ اور اس کی سزا موت ہے۔۔۔ اپنے آپ کو

گولی مار لو۔۔۔ ورنہ میرا قہر تم پر ٹوٹ پڑے گا اور پھر تم مر بھی نہ سکو

گے۔۔۔ تڑپو گے۔۔۔ چیخو گے۔۔۔ چلاؤ گے۔۔۔ موت کی دعائیں

مانگو گے۔۔۔ مگر مر نہ سکو گے۔۔۔ خود مر جاؤ۔۔۔ میں کہتا ہوں

فوراً مر جاؤ“ رابن ہڈ نے دھاڑتے ہوئے کہا اور مائیکل کا

ہاتھ تیزی سے اپنی جیب کی طرف گیا۔ دوسرے لمحے اس کا ہاتھ باہر آیا تو

اس میں ریوا لور موجود تھا۔ اس نے ریوا لور کی نال اپنی کنپٹی پر رکھی اسکی

نظریں ایک لمحے کے لئے اٹھ کر رابن ہڈ کے چہرے پر جم گئیں۔ خالی خالی

آنکھیں زندگی کی ہر چمک سے محروم۔۔۔ دوسرے لمحے مائیکل نے

ٹریگر دبا دیا۔ ایک زور دار دھماکہ ہوا۔ اور اس کی کھوپڑی کے پرچھے اڑ

گئے۔ اور اس کی لاش کٹے ہوئے درخت کی طرح فرش پر گر پڑی۔

”ہا۔۔۔ ہا۔۔۔ ہا۔۔۔ مائیکل بچ گیا۔۔۔ میرے قہر سے بچ گیا۔۔۔

ورنہ۔۔۔ ورنہ۔۔۔“ رابن ہڈ نے پاگوں کے سے انداز میں

قہقہے لگاتے ہوئے کہا۔

”مارٹر!۔۔۔ آپ بچہ رحم دل ہیں۔۔۔ آپ کا رحم ہر چیز پر حاوی ہے۔“

کمرے میں موجود باقی افراد نے رکوع کے بل جھکے جھکے بیک آواز ہو کر کہا: "ہاں!۔۔۔ میں رحم دل ہوں۔۔۔ بے حد رحم دل۔۔۔ دیکھو! میں نے مائیکل پر کتنا رحم کھایا ہے۔۔۔ اتنا رحم کہ اس کی رُوح ہمیشہ یاد رکھے گی"۔۔۔ رابن ہڈ نے سر ہلاتے ہوئے بڑے مخمخ یہ لہجے میں کہا:

"آپ کا ارشاد سچا ہے ماسٹر"۔۔۔ باقی تینوں نے کہا۔
 "ٹھیک ہے۔۔۔ اب سیدھے ہو جاؤ"۔۔۔ رابن ہڈ نے اچانک سنجیدہ لہجے میں کہا اور وہ تینوں تیزی سے سیدھے ہو گئے۔
 "چرچرڈ"۔۔۔ رابن ہڈ نے آپریٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔
 "لیس ماسٹر"۔۔۔ آپریٹر نے تیزی سے اٹن شن ہو کر کہا۔
 "فائر کر دو۔۔۔ انار دو ان دو ہزار افراد کو موت کے گھاٹ۔۔۔ بس ان کی زندگیاں ختم۔۔۔ اب میں انہیں زندہ رہنے کی اجازت نہیں دے سکتا"۔۔۔ رابن ہڈ نے بڑے سفاک لہجے میں کہا۔
 "لیس ماسٹر"۔۔۔ آپریٹر نے کہا اور اس نے تیزی سے ایک سُرخ رنگ کا بٹن دبا دیا۔

بٹن دبے ہی عمارت کے اوپر ایک کرن سی چمکی، دوسرے لمحے عمارت کے پُرزے فضا میں بکھرتے چلے گئے، عمارت ایک لمحے میں بے کا ڈھیر بن گئی۔ ہر طرف گرد ہی گرد مچھیل گئی۔

"بند کرو یہ مشین"۔۔۔ رابن ہڈ نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور آپریٹر نے سر ہلاتے ہوئے ایک اور بٹن دبا دیا۔ اور مشین میں زندگی ساکت ہو گئی۔ اور سکریں بھی تاریک ہوتی چلی گئی۔

"آؤ میرے ساتھ"۔۔۔ رابن ہڈ نے بڑے بڑے قدم اٹھاتے ہوئے ایک کونے میں موجود دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اور وہ تینوں سر جھکاتے غلاموں کی طرح اس کے پیچھے چلتے رہے۔
 دروازہ کراس کمرے کے وہ ایک اور بڑے کمرے میں آگئے۔ یہاں ایک بڑی سی میز کے پیچھے آرام کرسی پڑی تھی۔ بھاری بھر کم آرام کرسی۔ رابن ہڈ اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ جب کہ وہ تینوں میز کے سامنے ہاتھ بازہ کر کھڑے ہو گئے۔

"سنو!۔۔۔ میری بات غور سے سنو"۔۔۔ رابن ہڈ نے کرخت لہجے میں کہا۔

"ہم کس رہے ہیں ماسٹر"۔۔۔ تینوں نے بیک زبان ہو کر جواب دیتے ہوئے کہا۔

"سنو!۔۔۔ کل پورے شہر میں پوسٹر تقسیم کر دو۔۔۔ رابن ہڈ کا پیغام تقسیم کر دو۔۔۔ پوسٹر نمبر ایک۔۔۔ اب یہاں کے لوگوں کو علم ہو جانا چاہیے کہ رابن ہڈ۔۔۔ وقت کا آقا رابن ہڈ ان کے ملک میں آچکا ہے۔ وہ اس کی غلامی کا اعلان کر دیں۔۔۔ ورنہ پورے ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی"۔۔۔ رابن ہڈ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
 "حکم کی تعمیل ہوگی آقا"۔۔۔ ایک بار پھر تینوں نے مشینی لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"جاؤ اور پوسٹر تقسیم کرنے کے انتظامات کرو"۔۔۔ رابن ہڈ نے کہا اور وہ تینوں سر جھکاتے اُلٹے قدموں پیچھے ہٹتے چلے گئے۔ جب وہ ایک دروازے میں جا کر غائب ہو گئے تو رابن ہڈ نے میز کے کنارے

پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا۔

بٹن دبے ہی ایک اور کونے میں دروازہ نمودار ہوا اور پھر اس میں سے چار نیم عریاں لڑکیاں مودبانہ انداز میں اندر داخل ہوئیں۔ ان کے جسموں پر برائے نام لباس تھا۔ وہ چاروں غیر ملکی تھیں اور انتہائی خوبصورت۔ مگر ان کی آنکھیں زندگی کی چمک سے محروم نظر آ رہی تھیں۔ خالی خالی نظریں۔

”ناپو۔۔۔ ناپو۔۔۔“ رابن ہڈ کے حضور نذرانہ عقیدت پیش کر دیا۔ رابن ہڈ نے کہا اور پھر اس نے میز کی بڑی سی دماز کھولی اور اس میں سے دس کے قریب بڑی بڑی بوتلیں نکال کر میز پر رکھ دیں۔

یہ دس بوتلیں دنیا کی تیز ترین شراب سے بھری ہوئی تھیں اور پھر رابن ہڈ نے ایک بوتل کا کاک ہٹایا اور اُسے منہ سے لگالیا۔ اور پھر وہ یوں غٹا غٹ یہ شراب اپنے حلق میں اتارتا چلا گیا جیسے صدیوں کا پیاسا پانی پی رہا ہو۔

جیسے ہی بوتل خالی ہوئی۔ اس نے اُسے زور سے زمین پر مار مارا اور شیشے کے ٹکڑے فرش پر پھیلتے چلے گئے۔

”ناپو۔۔۔“ رابن ہڈ نے دوسری بوتل کا کاک کھولتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ کھا جانے والا تھا۔ اور پھر کمرے میں ایک وحشیانہ ناچ شروع ہو گیا۔

رابن ہڈ بوتلیں خالی کر کے فرش پر توڑتا گیا اور ان کی کمرچیاں فرش پر پھیلتی چلی گئیں۔ مگر ناچنے والی لڑکیوں کے ناچ میں کوئی فرق نہ آیا۔ وہ شیشے کی کمرچیوں سے بے نیاز ناچ رہی تھیں اور ان کے پیروں سے

نخون فوارے کی طرح نکلنے لگا۔ مگر وہ ناچ رہی تھیں۔ یوں ناچ رہی تھیں جیسے وہ شیشے کی کمرچیوں کی بجائے گلاب کے پھولوں پر ناچ رہی ہوں۔ رابن ہڈ کہتے لگتا رہا۔ شراب پی پی کر بوتلیں توڑتا رہا اور زخمی لڑکیاں وحشیانہ انداز میں ناچتی رہیں۔ اپنے زخموں سے بے نیاز۔ جب دسویں بوتل بھی خالی ہو کر لوٹ گئی تو رابن ہڈ اٹھا اور پھر اپنی خواب گاہ کی طرف لڑکھڑاتا چلا گیا۔ قہقہے لگاتا ہوا۔ جھومتا ہوا۔ مست ہاتھی کی طرح۔

اور صفدر اس کی ہدایت کے مطابق کار کو بڑھائے لئے گیا۔

ریت ختم ہو چکی تھی اور اب صفدر ساحل سمندر پر بنی ہوئی ایک نئی کالونی میں جسے گرین کالونی کہا جاتا تھا، داخل ہو چکا تھا۔ اور پھر وہ اس کالونی سے نکل کر ایک سڑک پر آگیا۔ عمران نے اُسے جس طرح ہدایت دیں اس کے مطابق صفدر مین روڈ سے ہٹ کر ایک کچی سڑک پر آگیا اور یہ کچی سڑک آگے بڑھتی چلی گئی۔ اس طرف چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کا ایک طویل سلسلہ تھا جو انتہائی سرسبز تھا اور لوگ یہاں پکنک منانے کے لئے آتے تھے۔

صفدر ان پہاڑیوں کے دامن میں پہنچ کر رُک گیا۔ کیونکہ عمران نے اُسے رُکنے کے لئے کہا تھا۔

”یہ کونسی جگہ ہے صفدر۔ اور“ — عمران کی آواز سنائی دی۔

”یہ پکنک سپاٹ ہے عمران صاحب — پہاڑیوں کے دامن میں۔ اور“ — صفدر نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”اوہ ٹھیک ہے — مجھے کچھ واضح معلوم نہ ہو رہا تھا — تم وہیں ٹھہرو۔ میں آ رہا ہوں۔ اور اینڈ آل“ — دوسری طرف سے عمران کی آواز سنائی دی۔

اور صفدر نے سر ہلاتے ہوئے واپس ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ وہ چند لمحے کار میں ہی بیٹھا رہا اور ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ یہاں ہر طرف ہموکا عالم تھا۔ رنگین لائٹس جل رہی تھیں۔ لیکن دور نزدیک کسی جاندار کے وجود کا احساس تک نہ ہو رہا تھا۔

صفدر کار کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا اور پھر ٹھہلتا ہوا ادھر ادھر گھومنے لگا۔ وہ غور سے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ لیکن ہر طرف خاموشی

صفدر نے کار میں بیٹھ کر واپس ٹرانسمیٹر آن کر لیا۔

”ہیلو عمران صاحب! — ہدایت دیجئے۔ اور“ — صفدر نے ٹرانسمیٹر آن کرتے ہی کہا۔

”شمال کی طرف بڑھے چلو — سیدھے۔ اور“ — عمران کی آواز سنائی دی۔

صفدر نے کار کا رخ شمال کی طرف کیا اور پھر کار کو تیزی سے آگے بڑھانے لگا۔ اس طرف کوئی راستہ نہ تھا۔ صرف ریت ہی ریت تھی۔ مگر صفدر کار بڑھاتے چلا گیا۔

جب صفدر نے تقریباً ایک میل کا فاصلہ طے کر لیا تو عمران نے اُسے مشرق کی طرف مڑ جانے کے لئے کہا اور صفدر اس کی ہدایت کے مطابق مشرق کی طرف مڑا چلا گیا۔ وہاں سے دوبارہ شمال کی طرف اور پھر مغرب کی طرف۔ اسی طرح عمران واپس ٹرانسمیٹر پر ہدایت دیتا رہا

طاری تھی۔

پہاڑیوں پر چڑھنے کے لئے بے شمار پگڈنڈیاں بنی ہوئی تھیں پھر صفدر ایک پگڈنڈی پر چڑھتا چلا گیا۔

ابھی صفدر نے آدھا راستہ ہی طے کیا ہوگا کہ اچانک دھماکے کے بعد شائیں کی تیز آواز سنائی دی اور صفدر کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے پہلو میں دھکتی ہوئی سلاح اترتی چلی گئی ہو۔ وہ دھڑام سے گرا اور پھر تیزی سے لڑھکتا ہوا نیچے اپنی کار کی طرف گرتا چلا آیا۔ اُسے جو آخری احساس ہوا تھا وہ بس لڑھکنے کا تھا۔ اس کے بعد اس کے ذہن پر تاریکی سی چھاتی چلی گئی۔ اور وہ کار کے اگلے پہیوں سے ٹکرا کر رک گیا۔ اس کا پورا جسم لڑھکنے کی وجہ سے زخمی ہو گیا تھا اور پہلو سے خون تیزی سے نکلنے لگا تھا وہ کار کے پہیوں کے پاس بیہوش پڑا ہوا تھا۔

مقوڑی دیر بعد دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر دو قوی ہیکل جوان شمالی سمت سے دوڑتے ہوئے کار کے قریب پہنچ گئے انہوں نے جھک کر اُلٹے پڑے ہوئے صفدر کو ایک جھٹکے سے سیدھا کیا اور پھر انتہائی پھرتی سے اس کی جیبوں کی تلاشی لینے لگے۔ اس کی جیب میں سے بٹوہ اور ریوالور انہوں نے نکال لیا۔

”اسے اٹھا کر لے چلو۔ صبح باس کے سامنے پیش کریں گے۔“ ایک آدمی نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

”تاکہ وہ اس کے ساتھ ہمیں بھی گولی مار دے۔“ اسے یہیں ٹھنڈا کر دو۔ اپنے آپ اس کے ساتھی اسے اٹھاتے پھریں گے۔“ دوسرے نے سفاک لہجے میں کہا۔ اور پہلے نے سر ہلاتے ہوئے ہاتھ میں

پکڑے ہوئے ریوالور کا رخ صفدر کی کھوپڑی کی طرف کیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ ٹرنگیر دباتا، کسی کار کی ہیڈ لائٹ کی روشنی لہراتی ہوئی ان پر پڑی اور وہ دونوں بے اختیار اچھل پڑے۔ دوسرے لمحے وہ بجلی کی سی تیزی سے جس طرف سے آئے تھے ادھر ہی دوڑتے چلے گئے۔

آنے والی کار ابھی دور تھی اس لئے جب تک وہ کار پکنک سپاٹ میں داخل ہوتی۔ وہ دونوں غائب ہو چکے تھے۔ آنے والی کار تیزی سے بھاگتی ہوئی پکنک سپاٹ میں داخل ہوئی اور پھر اس کی برکیوں کی چمچیں سنائی دیں۔

کار صفدر کے قریب آکر رُک کی اور پھر دروازہ ایک دھماکے سے کھلا اور عمران اچھل کر نیچے اتر ا۔ اس نے صفدر کو پکنک سپاٹ میں داخل ہونے کی دیکھ لیا تھا۔ وہ بھاگتا ہوا صفدر کے قریب آیا اور پھر وہاں خون کا ایک چھوٹا سا تالاب اور صفدر کے جسم پر زخموں اور اس کے چلے ہوئے پٹروں کو دیکھ کر وہ مٹھٹھک گیا۔ دوسرے لمحے وہ صفدر کی طرف جھٹکا اور اس نے اس کی کلائی پکڑ کر اس کی نبض چیک کی اور پھر اس نے ایک جھٹکے سے صفدر کو اٹھا کر اپنی کار کی پچھلی نشست پر لٹایا اور دوسرے لمحے اس نے ٹیڑھ پر بیٹھ کر کار کو موڑا اور پھر اس کی کار جیسے اڑتی ہوئی پکنک سپاٹ سے نکلنے چلی گئی۔

صفدر کی حالت انتہائی تشویشناک تھی اور اگر اُسے فوراً ہی طبی مدد نہ ملتی تو اس کے ہلاک ہونے کا سو فیصد خطرہ تھا۔ اس لئے عمران صفدر کے علاوہ باقی سب کچھ بھول گیا۔

عمران تیزی سے کار دوڑاتا ہوا مین روڈ پر پہنچ گیا اور پھر اس نے صفدر کو وہاں ایک گشتی پولیس جیب کے حوالے کیا تاکہ اُسے جلد از جلد ہسپتال پہنچایا جاسکے۔ پولیس کو اس نے ایکسٹو کا حوالہ دے دیا تھا اس لئے پولیس والے فوراً ہی ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئے۔

ان کے جانے کے بعد عمران نے واپس ٹرانسمیٹر پر بلیک زیرو کو صفدر کے بارے میں ہدایات دیں تاکہ بلیک زیرو ہسپتال میں اس کے لئے خصوصی انتظام کرا سکے اور پھر اس نے کار واپس موڑ دی۔

صفدر کو اس طرح گولی مار دینے کا مطلب یہی تھا کہ وہ صحیح جگہ پر پہنچ گیا تھا۔ وہ تیزی سے کار دوڑاتا ہوا پکنک پوائنٹ پر پہنچ گیا اور پھر اس نے کار ایک طرف روک دی اور خود نیچے اتر کر بڑے چوکنے انداز میں پکنک پوائنٹ کی حدود میں داخل ہو گیا۔ اس نے ایک درخت کی آڑ میں رُک کر غور سے چاروں طرف کا جائزہ لیا۔ ایک طرف پہاڑیاں تھیں۔ جب کہ اس کی مخالف سمت پر ایک ریسٹ ہاؤس کی عمارت تھی۔ باقی دونوں اطراف میں گھنے درختوں کا ذخیرہ تھا۔

صفدر کے کپڑوں اور زخموں کی حالت سے اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ صفدر بلندی سے لڑھکتا ہوا نیچے گرا ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ صفدر پہاڑی کے اوپر چڑھ رہا تھا جب اُسے گولی ماری گئی تھی۔ اور پھر جس پہلو میں صفدر کو گولی لگی تھی اس پہلو اور گولی لگنے کے زاویے سے ظاہر تھا کہ گولی جنگل اور ریسٹ ہاؤس کے شمال مشرقی کونے کے درمیان کسی جگہ سے ماری گئی ہے۔ عمران نے اس جگہ پر نظریں گاڑ دیں۔ مگر وہاں ہر چیز ساکن تھی درخت بھی ساکت کھڑے تھے۔ اور نیچے بڑی بڑی گھاس پر بھی کوئی خاص نشان

نظر نہ آ رہا تھا۔

عمران کافی دیر تک وہاں کھڑا غور سے دیکھتا رہا۔ پھر وہ درختوں کی آڑ لیتا ہوا واپس چلا گیا۔ اب وہ ریسٹ ہاؤس کے سامنے کے رخ سے ہوتا ہوا اس کی دوسری سمت پہنچ گیا۔ اس طرف بھی درختوں کا گھنا ذخیرہ تھا۔ اور عمران اس گھنے ذخیرے میں داخل ہو گیا۔ وہ بے حد چوکنا ہو کر آگے بڑھ رہا تھا۔ اس کا ایک ہاتھ جیب میں پڑے ہوئے ریوالور پر تھا۔

ابھی وہ تھوڑی ہی دُور آگے بڑھا تھا کہ اچانک دو آدمی درختوں سے چھلانگ لگا کر اس پر آ گئے۔ عمران بڑی پھرتی سے ایک طرف بٹا تھا۔ مگر وہ ایک آدمی کی زد سے تو بچ گیا۔ مگر دوسرا اس کے اوپر آگرا۔ در وہ دونوں ایک دوسرے سے ٹکرا کر نیچے جا گئے۔

اسی لمحے عمران کے دونوں پیر تیزی سے حرکت میں آئے اور اس نے اوپر گرا ہوا آدمی اچھل کر دوسرے آدمی پر جاگرا۔ جو ہاتھ میں پکڑے رہے ریوالور کا رخ عمران کی طرف کر رہی رہا تھا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ وہ دونوں اٹھتے، عمران کے ہاتھ میں موجود ریوالور نے گولیاں اگل دیں اور ان دونوں کے ہاتھوں سے ریوالور اور بدوق نکل کر دُور جا گئے۔ اور وہ دونوں چیختے ہوئے ایک بار پھر زمین ڈھیر ہو گئے۔

چونکہ ان دونوں کے علاوہ اور کوئی شخص سامنے نہ آیا تھا اس لئے ان سمجھ گیا کہ فی الحال یہاں یہی دونوں موجود ہیں۔ ان کے ہاتھوں سے ریوالور اور بدوق نکلے ہی عمران اچھل کر ان کی طرف بڑھا اور پھر اُن کے پوری قوت سے ایک کے پہلو میں بوٹ کی ٹھوک ماری، اور

دوسرے کی گردن پر اپنا بوٹ رکھ دیا۔

”خبردار! — اگر حرکت کی تو گولی مار دوں گا“ — عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

مگر ان میں سے ایک نے تیزی سے حرکت کی اور اس کی دونوں ٹانگیں پوری قوت سے عمران کی پشت پر پڑیں اور عمران اچھل کر دو قدم آگے کی طرف بڑھا۔ لات مارنے والے نے قلابازی کھا کر اٹھنے کی کوشش کی مگر اسی لمحے عمران نے پلٹ کر فائر کر دیا اور وہ چیخ مار کر نیچے گرا اور تڑپنے لگا گولی اس کے سینے میں گھس گئی تھی۔

دوسرے نے اپنے ساتھی کو مرتے دیکھ کر اٹھ کر بھاگنے کی کوشش کی مگر عمران نے ایک بار پھر ٹریگر دبا دیا اور گولی اس کے کولہے کے جوڑے پر گھسی چلی گئی اور وہ بھی اوندھے منہ زمین پر گرا اور بڑی طرح تڑپنے لگا عمران تیزی سے اس کی طرف جھپٹا اور ایک ہاتھ سے اس نے اُسے سیدھا کیا۔

”بولو کون ہو تم — ورنہ کھوپڑی اڑا دوں گا“ — عمران نے غراتے ہوئے اس کی کنپٹی کے ساتھ ریوالور کی نال رکھتے ہوئے کہا۔

مگر دوسرے لمحے عمران غرا کر پیچھے ہٹا۔ نوجوان نے اچانک اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ہاتھ ماما تھا۔ مگر عمران کے بروقت پیچھے ہٹ جانا کی وجہ سے وہ عمران کا ریوالور نہ چھین سکا۔ اور پیچھے ہٹتے ہی عمران کی لات سبجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آئی اور اس نوجوان کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ عمران کے بوٹ کی زبردست ٹھوکر نے اس کی کئی ہڈیاں کو توڑ دیا تھا۔ نوجوان بڑی طرح سرٹپٹنے لگا۔ اس کا چہرہ درد کی شدت

سے بڑی طرح بگڑ گیا تھا۔

”بولو کون ہو تم“ — عمران نے ایک اور بھر پور لات جھاتے ہوئے کہا۔

”بب — باس تم سے انتقام لے گا — زبردست انتقام“ — اس نوجوان نے بگڑے ہوئے لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے اس نے ایک لمحے کے لئے زور سے اپنے سر کو زمین پر ٹپٹا اور پھر اس کا جسم ساکت ہوتا چلا گیا۔ اس کے منہ سے نیلے رنگ کے جھاگ نکلنے لگے تھے۔ اور عمران ایک طویل سانس لیکر سیدھا ہو گیا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اس کے دانت میں زہر ملا کیپسول موجود تھا اور اس نے خودکشی کر لی ہے۔

عمران نے جیب سے ایک چھوٹی ٹارچ نکالی اور پہلے مرنے والے کا منہ کھول کر اندر جھانکنے لگا۔ مقوڑی دیر بعد وہ اس کے ایک دانت کے خلا سے چھوٹا سا کیپسول برآمد کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے کیپسول ٹارچ کی مدد سے غور سے دیکھا اور پھر اُسے احتیاط سے اپنی کوٹ کی پیوٹی جیب میں ڈال لیا۔

چونکہ رلیٹ باؤس کے کونے میں لگی ہوئی بڑی سی لائٹ جل رہی تھی اس لئے اس کی ہلکی سی روشنی یہاں تک پہنچ رہی تھی۔ لیکن ظاہر ہے نور سے دیکھنے کے لئے اُسے ٹارچ استعمال کرنا پڑا تھا۔

اب عمران نے ٹارچ کی مدد سے ان دونوں کے کپڑوں اور جیبوں کی تلاشی لی تو اُسے ایک نوجوان کی جیب سے صفدر کا بوٹہ مل گیا اور ریوالور بھی دوسرے کی جیب میں موجود تھا۔ اس کے علاوہ ان کے اپنے پاس کوئی چیز موجود نہ تھی۔ مگر عمران مطمئن نہ ہوا۔ اس نے اور زیادہ

باریک بینی سے تلاشی لی تو اُسے ایک آدمی کے بازو کے ساتھ کالے
دھاگے سے بندھا ہوا ایک بیج مل گیا۔ اس نے بیج کو جھٹکا دیکر علیحدہ
کیا اور پھر چارج کی روشنی میں اُسے غور سے دیکھنے لگا۔

بیج پر ایک سفید رنگ کے کبوتر کی تصویر تھی جس کی آنکھیں بند
تھیں اور اُسے ایک سیاہ رنگ کے سانپ نے حکمڑا ہوا تھا۔ اور اس
سانپ کی خوفناک زبان کبوتر کی آنکھوں سے ٹکرا رہی تھی۔ بیج کے نیچے
آرے ایچ کے ہند سے کھدے ہوئے تھے۔

عمران چند لمحے غور سے اس بیج کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے بیج کو جیب
میں ڈالا اور چارج کی مدد سے اس نے ادھر ادھر دھندلتوں کی چھان بین
شروع کر دی۔ مگر پورا جنگل اُسی طرح سناں پڑا ہوا تھا۔

عمران کافی دیر تک گھومتا پھرتا رہا۔ اس نے گھاس پر لیٹ کر اپنے
کان زمین سے لگا دیتے۔ اس کا خیال تھا کہ شاید نیچے کوئی تہہ خانے وغیرہ
موجود ہوں تو کسی نہ کسی کی آواز ضرور سنائی دے جاتے گی۔ مگر کہیں
اُسے کوئی آواز سنائی نہ دی۔ چنانچہ وہ ایک طویل سانس لیتا ہوا اٹھ کھڑا
اس کا ذہن الجھنوں کا شکار تھا۔ کیونکہ ان دونوں آدمیوں کی یہاں
موجودگی کا کوئی جواز نظر نہ آ رہا تھا۔ اور پھر مرنے والے نے آخر میں کسی
باس کا نام لیا تھا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ اس کا تعلق کسی تنظیم
سے ہے۔ اور پھر عجیب و غریب تصویر والا بیج بھی یہ ظاہر کر رہا تھا کہ
کوئی مجسمہ تنظیم ان افراد کی پشت پر موجود ہے۔ لیکن ان دونوں
کی اس جنگل میں موجودگی کی بات سمجھ میں نہ آ رہی تھی۔ ویسے ٹاور پر
اس نے نائٹ فیلڈ سکوپ سے ان کالی لکیروں کو جس سپاٹ سے اٹھتے

ہوتے محسوس کیا تھا۔ وہ بھی اس کے اندازے کے مطابق اسی جگہ پر تھا۔
اس لئے ان دونوں افراد کی یہاں موجودگی سے تو یہی ظاہر ہوتا تھا کہ
وہ لوگ اسی گینگ سے تعلق رکھتے ہیں جو دار الحکومت میں قتل و غارت
کر رہا ہے۔ مگر کوئی ایسا کلیونہ مل رہا تھا جس سے ان کی یہاں موجودگی
کے کلیو کو اور آگے بڑھایا جاسکے۔

عمران چند لمحے کھڑا سوچتا رہا۔ پھر تیزی سے واپس مڑا اور جنگل سے
نکل کر ریٹ ہاؤس کے سامنے سے ہوتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا
اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ دوبارہ یہاں آکر مزید تحقیقات کرے گا۔ فی الحال
وہ اس بیج کا مسئلہ حل کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ وہ کار دوڑاتا ہوا دانش منزل
کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کا اعلان کر دو۔

دو روز بعد جس گھر پر رابن ہڈ کا نشان موجود ہوگا اُسے
امان دے دی جائے گی۔ جس آدمی کے سینے پر رابن ہڈ
کا نشان ہوگا اُسے زندہ رہتے دیا جائے گا۔ رابن ہڈ
کی غلامی میں آنے کے بعد تمہیں رابن ہڈ کے حکم کی تعمیل کرنی
ہوگی۔ ورنہ موت۔ خوفناک موت تمہارا مقدر بن جائے گی۔

رابن ہڈ کا مقدس نشان

اور اس کے نیچے وہ تصویر بنی ہوئی تھی جس میں کبوتر اور سانپ
موجود تھے۔

پوسٹر باقاعدہ چھپا ہوا تھا اور بلیک زیرو نے بتایا تھا کہ یہ پوسٹر پورے
شہر کی گلیوں اور سڑکوں پر بکھرے ہوئے ہیں۔
"لوگوں کا رد عمل کیا ہے؟" عمران نے ایک طویل سانس
لیتے ہوئے کہا۔

"پورے شہر پر زبردست دہشت طاری ہے۔ ہر شخص
حکومت کے خلاف ہو رہا ہے۔ پورے شہر میں کرفیو نافذ کر دیا گیا
ہے۔ فوج کو بلا لیا گیا ہے تاکہ عوام حکومت کے خلاف نہ اٹھ کھڑے
ہوں۔" بلیک زیرو نے رپورٹ دیتے ہوئے کہا۔

"مگر یہ رابن ہڈ آخر ہے کیا بلا؟" ہماری فائلوں میں بھی
اس کا کہیں ذکر موجود نہیں ہے۔ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔
"کراس ورلڈ آرگنائزیشن سے معلومات کیوں نہ حاصل کی جائیں
بلیک زیرو نے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

"ارے ہاں!۔ انہیں یقیناً اس کے بارے میں علم ہوگا۔ ذرا
کال ملاؤ ان سے۔" ایمر جنسی ڈائری میں ان کا نمبر موجود ہے۔
عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔

بلیک زیرو نے ٹیلیفون اپنی طرف گھیٹا اور پھر دراز سے ڈائری
کال کر اس نے نمبر تلاش کرنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے
فادرن ڈائریکٹ کال ملائی شروع کر دی۔
چند ہی لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

"کراس ورلڈ آرگنائزیشن" رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف
سے ایک کرفٹ آواز سنائی دی اور بلیک زیرو نے رسیور عمران کی طرف
بڑھا دیا۔

"ہیلو۔ کون صاحب بول رہے ہیں؟" رولڈ سامن کہاں
ہے؟" عمران نے اپنے اصل لہجے میں کہا۔
"رولڈ سامن!۔ آپ نے ان سے ملنا ہے۔ آپ کا نام؟"
دوسری طرف سے اس بار قدرے نرم لہجے میں جواب دیا گیا۔

"علی عمران فرام پاکیشیا" عمران نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔
"اور کے!۔ ایک لمحہ توقف کیجئے۔ وہ لائن پر آ رہے ہیں۔"
دوسری طرف سے کہا گیا اور عمران خاموش رہا۔

"ہیلو۔ سامن بول رہا ہوں" چند لمحوں بعد ہی دوسری
طرف سے ایک بوڑھی آواز سنائی دی۔ یہ سامن تھا۔ اپنے زمانے کا زبردست
اور گھاگ ترین مجرم۔ اور جب اس نے جرم سے توبہ کی تو اس
نے یہ کراس ورلڈ آرگنائزیشن کھول لیا۔ جس میں اس نے پوری دنیا کے

مجرموں — مجرم تنظیموں — سیکرٹ سروسز کے ارکان — ملکہ
سیکرٹ سروسز کے ارکان کا کچا چھٹہ جمع کیا اور پھر معلومات فروخت کرنے
کا دھندہ اختیار کر لیا۔

عمران نے آکسفورڈ میں پڑھتے ہوئے ایک بار سائمن پر ایک چھوٹا
سا احسان کر دیا تھا۔ تب سے اس کے تعلقات عمران سے بہت اچھے
ہو گئے تھے اور وہ عمران کی دل سے قدر کرتا تھا۔

”ابھی تک بول رہے ہو بوڑھے سائمن! — یار کمال ہے تمہارا
زبان میرے خیال میں سٹین لیس سٹیل کی بنی ہوئی ہے کہ اتنے عرصے
تک بولنے کے باوجود اس میں زنگ نہیں لگا“ — عمران
ہنستے ہوئے کہا۔

”اوہ عمران تم — تم ابھی تک زندہ ہو — کسی مجرم نے تمہاری گرد
نہیں دبائی — میں نے تو سنا تھا کہ مارٹنز کلرز تمہارے پیچھے لگ گئے
تھے“ — دوسری طرف سے بوڑھے سائمن نے قلعاری مارتے ہوئے
جواب دیا۔

”وہ مارٹنز نہیں تھے — ابھی طالب علم ہی تھے — اس نے
بیچارے اللہ میاں کے پاس پڑھنے چلے گئے — البتہ ان میں سے
ایک قدرے سمجھدار تھا جو انا — وہ اب میری کھال اتار رہا ہے کم بخت
شراب کا مٹکا ہے مٹکا — پیٹے پیٹے تھکتا ہی نہیں“ — عمران
جواب دیا۔

”ارے کمال ہے — مجھے تو اطلاع ہی نہیں ہے کہ تم نے مارٹنز
کلرز کو اڑا دیا — اور جو انا اب تمہارے پاس ہے“ — سائمن نے

حیرت زدہ ہلچے میں کہا۔

”اب تو پتہ چل گیا — نوٹ کر لو — اچھے پیسے کماؤ گے اس
اطلاع سے“ — عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”شکر یہ شکر یہ! — میرا تو دھندہ ہی یہی ہے — مگر تم نے
اتنے عرصے بعد کیسے یاد کیا“ — سائمن نے ہنستے ہوئے کہا۔

”بس یہی پوچھنا تھا کہ تم زندہ ہو — یا مر گئے — یہ اچھا ہوا کہ
تم زندہ ہو — ورنہ بڑی لمبی کال ملائی پڑتی تم سے ملاقات کے لئے“ —
عمران نے جواب دیا۔

”تم شیطان! — کھل کر بات کرو — میں مر کر بھی یہ تسلیم کرنے
کے لئے تیار نہیں ہوں کہ تم نے صرف اسی مقصد کے لئے اتنی دور
کال کی ہے“ — سائمن نے ہنستے ہوئے کہا۔

”یار ناراض کیوں ہوتے ہو — ایک اطلاع میں نے تمہیں دی
ہے — اس کے بدلے ایک اطلاع تم مفت دے دو۔ حساب برابر ہو
جاتے گا“ — عمران نے سنجیدہ ہلچے میں کہا۔

”تم پوچھو تو سہی — کراس ورلڈ آرگنائزیشن تو میں نے بنائی ہی تمہارے
لئے ہے“ — سائمن نے کہا۔

”اچھا یہ بتاؤ کہ یہ رابن ہڈ کیا بلا ہے“ — عمران نے یوں پوچھا
جیسے سائمن کا امتحان لے رہا ہو۔

”کیا کہا رابن ہڈ — کیا واقعی تم رابن ہڈ کے متعلق پوچھ رہے ہو؟
سائمن نے حیرت سے چنچتے ہوئے کہا۔

”ہاں! — مگر وہ رابن ہڈ نہیں جو برطانوی سیاح تھا — بلکہ مجرم

”اچھا سا مَن شکریہ! — اور سنو! — رابن ہڈ کی فائل اٹھا کر اس الماری میں ڈال دو جہاں مُردہ مجرموں کی فائلیں رکھی ہوتی ہیں“ — عمران

میری فائقوں میں رابن ہڈ کے متعلق صرف چند اشارات موجود ہیں۔ وہ زبردست پینالٹ ہے۔ جسے چاہتا ہے ہمیشہ کے لئے اپنا غلام بنالیتا ہے۔ بے پناہ طاقت ور ہے۔ بہت بڑا سمندان

نے کہا۔

”خدا کرے ایسا ہو۔ ایسا مجرم تو پوری انسانیت کا مجرم ہے جو بے گناہ لوگوں کو مارتا ہے۔ مگر عمران بیٹے! — خدا کے لئے ہاتھ پیر بچا کر کام کرنا۔ یہ بہت ظالم آدمی ہے“ — سامن نے بڑے خلوص سے مشورہ دیتے ہوئے کہا۔

”فکر نہ کرو۔ میں اپنے ہاتھ پیر کام کے وقت بینک کے لا کر میں محفوظ کر دیا کرتا ہوں اس لئے وہ بچے ہی رہتے ہیں۔ خدا حافظ۔“ عمران نے کہا اور دوسری طرف سے سامن کے بے اختیار ہنسنے کی آواز سنتے ہی اس نے رسیور کرڈل پر رکھ دیا۔

”ہو نہہ تو یہ بات ہے۔ اس کے خلاف کوئی پلاننگ کرنی پڑے گی۔ ایسی پلاننگ کہ یہ جلد از جلد قابو آجائے اور مزید قتل و غارت نہ کر سکے“ — عمران نے رسیور رکھ کر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کی فرانچ پشانی پر گہری سوچ کی لکیریں پھیلی ہوئی تھیں۔ بلیک زیرو خاموش بیٹھا اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا۔

خصوصی میٹنگ ہال کے دروازے بند تھے اور ہر دروازے کے سامنے دو مسلح فوجی بڑے چوکنے انداز میں کھڑے ہوتے تھے ان کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں اور ان کی نظریں ہال کی ایک ایک اینٹ کا بغور جائزہ لینے کے ساتھ ساتھ ہال میں موجود افراد کے چہروں کا بھی جائزہ لے رہی تھیں۔

ہال میں اس وقت ہر محکمے کا سیکرٹری اسسٹنٹ سیکرٹری اور وزیر موجود تھا۔ یہ اعلیٰ سطح کی ہنگامی میٹنگ تھی جو صدر مملکت کے حکم پر بلائی گئی تھی۔ ایک طرف ادنیٰ چوتھے پر بڑی کرسی پر عمران ایکسٹ کے روپ میں نقاب پہنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے سیاہ رنگ کا سوٹ پہنا ہوا تھا۔ سفید شرٹ کے اوپر سیاہ رنگ کی ہی بوبندھی ہوتی تھی ہاتھوں میں سیاہ رنگ کے دستانے تھے۔ چہرے اور سر پر سیاہ کپڑے کا نقاب چڑھایا ہوا تھا۔ آنکھوں کی جگہ خالی تھی مگر ایکسٹ نے اندر

تاریک شیشوں کی عینک چڑھائی ہوئی تھی۔

ایکٹو کے پیچھے نعمانی اور چوہان ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھاتے اور چہروں پر سیاہ نقاب چڑھاتے باڈی گارڈز کے ذرائع بڑے چوکنے انداز میں سرانجام دے رہے تھے۔

ہال میں موجود سب افراد خاموش بیٹھے ہوئے تھے ان کے چہروں پر گہری پریشانی اور تفکرات کے آثار نمایاں تھے۔ صدر مملکت کی کرسی خالی پڑی تھی اور ان کا ہی انتظار کیا جا رہا تھا۔

چند لمحوں بعد ہال کے شمالی کونے میں موجود ایک دروازہ کھلا اور سب لوگوں کے اعصاب تن گئے۔ صدر مملکت بڑے باوقار انداز میں اندر داخل ہوئے اور سوائے ایکٹو کے باقی سب افراد تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ ایکٹو کا عہدہ ایسا تھا کہ اس پر صدر مملکت کی تعظیم کے لئے اٹھنا لازمی نہ تھا۔ جب کہ ایسی صورت میں کہ صدر مملکت پہلے سے بیٹھے ہوں اور ایکٹو اندر داخل ہو تو صدر مملکت کے لئے قانوناً یہ لازمی تھا کہ وہ ایکٹو کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوں۔

”تشریف رکھئے“ صدر مملکت نے ہاتھ کے اشارے سے سب کو بیٹھنے کے لئے کہا اور خود بھی کرسی پر بیٹھ گئے۔ ان کے بیٹھتے ہوئے سب افراد واپس کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”رپورٹ پیش کی جائے“ صدر مملکت نے گھبراہٹ سے قریب بیٹھے ہوئے سر سلطان سے مخاطب ہو کر کہا اور سر سلطان اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ انہوں نے ہاتھ میں ایک کاغذ پکڑا ہوا تھا۔ اور پھر انہوں نے تفصیل سے عمارتوں کے تباہ ہونے اور لوگوں کے مرنے

ذکر کیا اور پورے اعداد و شمار بتاتے کہ کتنی عمارتیں تباہ ہوئیں۔ مالی نقصان کتنا ہوا۔ کتنے افراد ہلاک ہوئے اور کتنے زخمی ہوئے۔ اس کے بعد انہوں نے پولیس۔ انٹی لی جنس اور سیکرٹ سروس کی کوششوں کا ذکر کیا اور آخر میں رابن ہڈ کی طرف سے پھینکے ہوئے پوسٹر کا ذکر کرنے کے بعد انہوں نے پوسٹر کی پوری عبارت پڑھی اور پھر واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گئے۔

”ایسی صورت حال میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے“ صدر مملکت نے باوقار لہجے میں کہا۔

”یہ تو انتہائی خطرناک مجرم معلوم ہوتا ہے۔ ایسا مجرم جو سائنسی حربوں سے لیس ہے۔ اس کے مقابلے کے لئے سائنسدانوں کو ہی لانا چاہیے“ ایک سیکرٹری نے اٹھ کر بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ اور پھر ہال میں گرم گرم بحث شروع ہو گئی۔ ہر شخص اپنا ہی راک الاپ رہا تھا۔ صدر مملکت۔ سر سلطان۔ سر رحمان۔ اور ایکٹو خاموش بیٹھے سب کی باتیں سن رہے تھے۔ جو بھی تجویز پیش کی جاتی اس کا کوئی نہ کوئی رد بھی سوچ لیا جاتا۔ اس لئے کوئی بھی کسی نتیجے پر نہ پہنچ رہا تھا۔ آخر بول بول کر سب خاموش ہو گئے۔

”مسٹر ایکٹو! آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے“ صدر مملکت نے اس بار عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”میں نے سب کی تجاویز سن لی ہیں۔ یہ سب لوگ اس طرح گھبراتے ہوئے ہیں جیسے کوئی ناممکن مسئلہ ان کے سامنے رکھ دیا گیا ہو۔ یا پوری دنیا کی افواج نے مل کر ہم پر حملہ کر دیا ہو۔ رابن ہڈ ایک

مجرم ہے اور ایسے ہزاروں مجرموں اور تنظیموں کی گردنیں سیکرٹ سروس نے مروڑ دی ہیں۔ تو اس میں آخر کون سے سرفاب کے پر لگے ہوئے ہیں۔ یہ بات درست ہے کہ یہ مجرم عوام کو دہشت زدہ کرنے کے لئے بے دریغ قتل و غارت کر رہے ہیں۔ لیکن ایسے مجرم کی زندگی طویل نہیں ہو سکتی۔ عمران نے ایکٹو کے لہجے میں بات کرتے ہوئے کہا۔ اس کے لہجے میں بے پناہ وقار تھا۔ دبدبہ تھا۔

لیکن جب تک یہ مجرم پکڑا نہ جاتے۔ اس وقت تک چاہے پورا دار الحکومت ہی راکھ کا ڈھیر بن جاتے۔ سر رحمان نے پہلی بار بولتے ہوئے کہا۔ ان کے لہجے میں بے پناہ طنز تھا۔ دراصل وہ ایکٹو سے ہمیشہ جڑتے تھے۔ ان کے خیال کے مطابق ایکٹو کی وجہ سے ان کے محکمے کی کارکردگی دبی رہتی تھی۔ اور پھر ان کے خیال کے مطابق ایکٹو نے ہی عمران کو سر چڑھا رکھا تھا۔ اب انہیں کیا معلوم تھا کہ جس کی تعظیم صدر مملکت پر بھی لازمی تھی وہ ان کا وہی ناخلف بیٹا عمران ہی ہے۔

”مجھے اپنے ملک کے ایک ایک فرد سے اپنی ذات سے زیادہ محبت ہے۔ اس لئے میں یہ کس طرح برداشت کر سکتا ہوں کہ مجرم کسی کی طرف ٹیڑھی انگلی کا اشارہ بھی کرے۔ لیکن میرے پاس علم غیب نہیں ہے کہ میں ایک لمحے میں مجرم کو گرفتار کر لوں۔ اس کے باوجود میں پوری ذمہ داری سے یہ اعلان کرتا ہوں کہ رابن ہٹ دو روز کے اندر اندر زندہ یا مردہ گرفتار کر لیا جائے گا۔ اس نے خود دو روز کا وقفہ دیا ہے ظاہر ہے ان دو روز میں وہ کوئی قتل و غارت نہیں کرے گا۔“ ایکٹو نے جواب دیا۔

”دو روز میں۔ کمال ہے۔“ پورے ہال میں موجود ہر شخص نے ایکٹو کے اس دعوے پر بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ ان سب کے چہرے بتا رہے تھے کہ ان میں کسی کو بھی ایکٹو کے اس دعویٰ پر یقین نہ آیا ہو۔ مہربلا اتنا خوفناک مجرم دہشت گرد میں کیسے پکڑا جاسکتا ہے۔

”سر ایکٹو! کیا آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ پوری ذمہ داری سے کہہ رہے ہیں۔“ صدر مملکت نے کہا۔

”جناب صدر! ایکٹو وہ بات ہی منہ سے نہیں نکالتا جو وہ کرنے سکتا ہو۔ اور نہ ہی ایکٹو کو کسی دعویٰ کی ضرورت ہے لیکن لوگوں کے اعصاب پر مجرم کی دہشت سوار ہے اس لئے مجھے یہ بات کرنی پڑی۔“ عمران نے تلخ لہجے میں کہا۔

”اوہ کے!۔“ ٹھیک ہے۔ مجھے ایکٹو کی بات پر مکمل یقین ہے۔ اس لئے میٹنگ درخواست کی جاتی ہے۔ میں ابھی ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر خطاب کر کے لوگوں کو یہ خوشخبری سنا دیتا ہوں کہ وہ مطمئن رہیں۔ مجرم کو دو روز کے اندر اندر گرفتار کر لیا جائے گا۔“

صدر مملکت نے کہا اور پھر وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے اٹھتے ہی سولے ایکٹو کے باقی سب افراد بھی اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایکٹو خاموشی سے اپنی کرسی پر بیٹھا رہا۔

صدر مملکت کے جانے کے بعد ہال کا ایک دروازہ کھول دیا گیا اور باری باری سب لوگ اس دروازے سے باہر نکلتے چلے گئے وہ سب ایکٹو کے اس دعویٰ پر حیرت سے بڑبڑا رہے تھے۔

جب پورا ہال خالی ہو گیا تو ایکٹو بھی کرسی سے اٹھا اور اپنی پشت

پر موجود دروازے کی طرف بڑھا۔ نعمانی نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا اور
خود مشین گن سنبھالے آگے بڑھ گیا۔ جب کہ چوہان ایکسٹو کی پشت پر تھا۔ ایک
بند راہداری کراس کرنے کے بعد وہ دروازے کے باہر موجود سیاہ رنگ
کی بڑی کار میں سوار ہو گئے۔ نعمانی نے سٹیئرنگ سنبھال لیا۔ مگر چوہان
اس کے ساتھ والی سیٹ پر موجود تھا۔

انہوں نے کار کے شیشے پر ہٹا کر ایر کنڈیشنر چلا دیا۔ اب باہر سے
انہیں نہ دیکھا جاسکتا تھا جب کہ وہ اندر سے باہر بخوبی دیکھ سکتے تھے
کار کی ونڈسکرین بھی اسی طرز کی بنی ہوئی تھی۔ اس لئے انہیں نقاب
انارنے کی ضرورت بھی محسوس نہ ہوئی اور کار تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی
عمران کچھلی نشست پر بیٹھا ہوا تھا۔ کار تیزی سے مختلف رطوبتوں
دوڑتی ہوئی تھوڑی سی دیر بعد والنش منزل کے گیٹ پر پہنچ گئی۔ نعمانی
نے مخصوص انداز میں بارن دیا تو پھاٹک خود بخود کھلتا چلا گیا۔ اور نعمانی
کار اندر لیتا چلا گیا۔

اس نے کار ایک مخصوص پورچ میں روکی اور پھر نعمانی اور چوہان
دونوں اتر کر میٹنگ ہال کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ان کے جانے کے
بعد عمران نیچے اتر اور باوقار انداز میں قدم اٹھاتا ہوا آپریشن روم کی طرف
بڑھتا چلا گیا۔

بلیک زیرو اس کے اندر داخل ہوتے ہی احتراماً اٹھ کھڑا ہوا اور
عمران نے اندر داخل ہوتے ہی چہرے پر سے نقاب اتار دیا۔ دستے اور
عینک اتاری۔ اور پھر ملحقہ غسل خانے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
چند لمحوں بعد جب عمران واپس آیا تو اس نے اپنا لباس پہن

رکھا تھا۔

”توبہ! بڑی خوفناک یونیفارم بنا رکھی ہے تم نے۔ یوں لگتا
تھا جیسے رابن ہڈ ہی میں ہوں“ — عمران نے اطمینان کا طویل
مانس لے کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
”آخر ایکسٹو کو پراسرار رکھنا آسان تو نہیں ہے“ — بلیک زیرو
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”یہ تو کچھ ضرورت سے زیادہ ہی پراسرار بن گیا ہے۔ بہر حال
ب تمہاری جگہ بیٹھ کر میں چیلنج کر آیا ہوں کہ دو روز میں رابن ہڈ کا ہڈ
ٹھا کر اس کی کھوپڑی پر چپتیں ماروں گا“ — اور اب تم بھگتو“ —
ران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”دو روز میں! — اوہ عمران صاحب! — آپ نے اتنا بڑا چیلنج
بول کر دیا۔ میرے خیال میں تو یہ مسئلہ ناممکن ہے“ — بلیک زیرو
بے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔

”کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا بلیک زیرو! — ملک کا اور خاص طور پر
الحکومت کے عوام کا جو حال ہے وہ تم اچھی طرح جانتے ہو۔ ادھر
حکومت کا ہر آدمی بُری طرح دہشت زدہ نظر آتا تھا۔ حتیٰ کہ صدر مملکت
بے اعصاب بھی بنے ہوئے تھے۔ اس لئے فوری طور پر ان سب
مطمئن کرنے کی ضرورت تھی۔ اب صدر مملکت ریڈیو اور ٹیلی ویژن
اعلان کر دیں گے اور اس طرح لوگ مطمئن ہو جائیں گے“ — عمران
نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن اگر دو روز میں مجرم نہ پکڑا گیا تو“ — بلیک زیرو نے کہا۔

”تو کیا ایکٹو استغفار دے دیگا۔ جس کو مرضی آئے بنالیں ایکٹو
 عمران نے بڑی بے نیازی سے سر ہلاتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو دانت
 بھیج کر خاموش ہو گیا۔ ظاہر ہے اب وہ کیا کہہ سکتا تھا۔
 ”اب آپ کا آخر پروگرام کیا ہے؟“ — چند لمحوں کی خاموشی
 کے بعد بلیک زیرو نے پوچھا۔

”پروگرام کیا۔ میں ابھی مراقبہ شروع کر دیتا ہوں۔ کوئی نہ کو
 بزرگ اگر مجرم کا پتہ اور ٹھکانہ بتا دیں گے۔ اور پھر ہم مجرم کو گردن
 پکڑ کر صدر مملکت کے سامنے پیش کر دیں گے۔“ عمران نے جوار
 دیتے ہوئے کہا۔

”آپ کے دوروز کے چیلنج سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے اپنے ذہن
 میں کوئی پروگرام بنالیا ہے۔ اب آپ نہ بتانا چاہیں تو اور بات
 ہے۔“ بلیک زیرو نے ایسے انداز میں کہا جیسے سچہ روٹھ کر کہتا۔
 اور اس کے اس انداز پر عمران بے اختیار ہنس پڑا۔

”سنو بلیک زیرو!۔ میں نے یہ چیلنج اس لئے کیا ہے کہ میں مجرم
 کی نفسیات کو سمجھ گیا ہوں۔ وہ اپنے سے زیادہ طاقتور اور ذہین کہ
 کو نہیں سمجھتا۔ اب جب صدر مملکت یہ چیلنج کریں گے اور ظاہر ہے
 میٹنگ کی رپورٹ بھی اس تک پہنچ جائے گی۔ کیونکہ ایسے مجرم
 ایسی میٹنگوں سے بے خبر نہیں رہتے۔ تو وہ اپنی نفسیات کے
 مطابق غصہ کھا جائے گا۔ اور غصہ کھانے کے بعد انسان کی عقل کو
 فیوز فوراً ہی اڑ جاتا ہے اور پھر وہ اپنا مشن بھول کر سب سے پہلے
 سیکرٹ سروس پر چڑھ دوڑے گا۔ اس طرح وہ سامنے آ جائے گا اور

جیسے ہی وہ سامنے آیا۔ ہم اس کے پیچھے لگ جائیں گے۔“ عمران
 نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو عمران کی خدا داد اور حیرت انگیز
 صلاحیتوں پر آنکھیں پھاڑے رہ گیا۔ یہ نفسیاتی پوائنٹ تو اس کے ذہن
 میں نہ آیا تھا۔

”آپ کی بات درست ہے۔ لیکن جس طرح مجرم اندھیرے
 میں ہے اس طرح سیکرٹ سروس بھی تو سامنے نہیں ہے۔ اگر وہ دو
 روزہ میں ہمیں تلاش نہ کر سکا تو پھر چیلنج کا کیا ہوگا۔“ بلیک زیرو
 نے باقاعدہ جرح کرتے ہوئے کہا۔

”سیکرٹ سروس کیوں اندھیرے میں ہے۔ سب کو معلوم ہے
 کہ علی عمران بیچارہ سیکرٹ سروس کے لئے کام کر رہا ہے اور ایک
 فیلٹ میں رہتا ہے۔ بس علی عمران کو پکڑ لیا جائے گا اور پھر اس
 پر تشدد کر کے اس سے سیکرٹ سروس کے ممبران کا پتہ لگالیا جائے
 گا۔ زیادہ خوفناک تشدد ہوا تو بے چارہ عمران دانش منسل منزل کا پتہ
 بتانے پر بھی مجبور ہو جائے گا۔“ عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
 ”ہو نہ ہو تو یہ ارادے ہیں۔ یہ ہونا نا پلان۔“ بلیک زیرو نے
 سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اور دوسری بات یہ ہے کہ کسی حد تک اس کے ہیڈ کوارٹر کا بھی ہمیں
 پتہ لگ چکا ہے۔ گو بظاہر تو پکنک پوائنٹ کے ارد گرد موجود اس کا
 ٹھکانہ تلاش کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ لیکن ایک معمولی سا کلیو بھی
 اس کے ہیڈ کوارٹر کو سامنے لاسکتا ہے۔“ عمران نے ایک اور
 پہلو کو نمایاں کرتے ہوئے کہا۔

”تو اس کا مطلب ہے کہ آپ اب اپنے فلیٹ میں رہیں گے۔
میرا خیال ہے کہ میں چند ممبروں کو آپ کی نگرانی پر لگا دوں تاکہ جیسے
ہی آپ پر حملہ ہو۔ یا آپ کو اغوا کیا جائے۔ وہ آپ کا تعاقب
کر سکیں۔“ بلیک زیرو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”اطلاع کی بات چھوڑو۔ وہ میں خود دے دوں گا۔ ایسا نہ ہو
کہ تمہارا کوئی اور ممبر مثلاً تنویر ان کے ہتھے چڑھ جائے اور پھر عجب م کا
چیلنج پورا ہو جائے۔ اور ایکسٹو جو پہلے ہی منہ چھپائے پھر رہا ہے
کو کسی گٹر میں ڈوب مرنے پڑے۔“ عمران نے جواب دیتے
ہوئے کہا۔

”اوسکے!۔ جیسے آپ کی مرضی۔ بہر حال میں تمام ممبروں کو ہر
وقت تیار اور ہوشیار رہنے کا حکم دے دیتا ہوں۔“ بلیک زیرو
نے کہا۔

”ہاں!۔ یہ ٹھیک ہے۔ اچھا اب اجازت!۔ اب تو میں
مجرم کو گرفتار کر کے ہی یہاں لاؤں گا۔ یا پھر مجھے گرفتار کر کے
لے آئے گا۔ کچھ نہ کچھ بہر حال ہو گا ضرور۔“ عمران نے کہا اور
پھر اچھک کر وہ دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ بلیک زیرو اس عظیم انسان
کو جانا دیکھتا رہا۔ جس کی صلاحیتیں واقعی لامحدود تھیں۔

راہن ہڈ ایک بڑی سی میز کے پیچھے اونچی نشست والی کرسی
پر بیٹھا ہوا تھا۔ میز پر شراب کی بوتلیں ایک قطار کی صورت میں سجی ہوئی
تھیں اور راہن ہڈ باری باری ایک بوتل اٹھاتا اور اُسے منہ سے لگا کر
اس وقت ہٹا تا جب اس میں موجود آخری قطرہ تک اس کے حلق کے
اندر اتر جاتا۔

بوتل خالی ہوتے ہی وہ اُسے لاپرواہی سے فرش پر پھینک دیتا
اور پھر دوسری بوتل اٹھا لیتا۔ وہ مسلسل اور لگاتار شراب پینے کا عادی تھا
اور اس معاملے میں بھی اس کا چیلنج تھا کہ اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔
ابھی میز پر پانچ کے قریب بوتلیں بھری ہوئی موجود تھیں کہ کمرے
کا دروازہ کھلا اور ایک لمبا ترنگا قومی ہیکل نوجوان اندر داخل ہوا۔
اس کے جسم پر چست لباس تھا اور قد و قامت اور چہرے پر موجود درمہری
سے وہ بھی راہن ہڈ کا بھائی ہی لگ رہا تھا۔ یہ راہن ہڈ کا چیف اسٹنٹ

یعنی نمبر ٹو تھا۔ اس کا اصل نام تو میکسن تھا لیکن اُسے منگولی نام پڑھا تھا۔ اس نے اپنی سوچیں بھی منگولی طرز کی بنائی ہوتی تھیں اور اس نے اپنا نام بھی منگولی انداز کار کھا ہوا تھا یعنی قباچا خان۔ اُسے منگول بیہ ہلاکو خان اور چنگیز خان بے حد پسند تھے اور اس کا بھی جی چاہتا تھا کہ وہ بھی ہلاکو اور چنگیز خان کی طرح پوری دنیا میں ظالم اور بے رحم مشہور ہو جائے۔ ظلم اور بربریت میں وہ رابن ہڈ سے بھی ذرا ہٹے آگے تھے۔ رابن ہڈ بھی پوری تنظیم میں اسی سے دبا تھا اور ویسے بھی رابن ہڈ کا تو صرف نام ہی چلتا تھا۔ تمام تر عملی کام قباچا خان ہی کرتا تھا۔

”ہیلو کھان! کیسے آئے“ — رابن ہڈ نے خن کے تلفظ کو بگاڑتے ہوئے کہا۔ وہ خان کو ہمیشہ کھان ہی کہتا تھا۔

”ماسٹر! ایک اہم اطلاع ہے“ — قباچا خان نے میز کی دوسری طرف پڑی ہوئی کرسی پر بڑے لا پرواہانہ انداز میں بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔

”اہم اطلاع! کیسی اہم اطلاع — اس ملک میں بھی کوئی اطلاع اہم ہو سکتی ہے“ — رابن ہڈ نے منہ سے بوتل کا ہٹاتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بیحد تلخ تھا۔

”ماسٹر! میں نے حکومت کی اعلیٰ سطح پر ایک آدمی خریدا ہوا ہے تاکہ ہمیں حکومت کے رد عمل کا پتہ چلتا رہے۔ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ صدر مملکت کی صدارت میں ایک اعلیٰ سطح کی ہنگامی میٹنگ ہوتی ہے۔ جس میں ہمارا مسئلہ اور پوسٹر پر کھلی بحث ہوتی ہے“ — قباچا خان نے لا پرواہ سے لہجے میں جواب دیا۔ اس

کا انداز ایسا تھا جیسے اُسے رابن ہڈ کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ ہو۔
”وہ تو ہونی ہی ہے۔ انہیں تو نیند نہیں آتی۔ ان کی موت جو آگتی ہے۔ رابن ہڈ نے دوسری بوتل منہ سے لگاتے ہوئے کہا۔

”اس میٹنگ میں یہاں کی سیکرٹ سروس کا چیف ایکسٹو بھی شامل ہوا ہے۔ اس نے کھلے اجلاس میں یہ چیلنج کیا ہے کہ وہ رابن ہڈ کو دو روز میں مردہ یا زندہ گرفتار کر لے گا“ — قباچا خان نے قدرے مسکراتے ہوئے کہا۔ جیسے کسی بچے کی بات پر اُسے ہنسی آرہی ہو۔
”اچھا! — بڑا مسخرہ ہے وہ سیکرٹ سروس کا چیف — کیا نام بتایا ہے تم نے اس کا“ — رابن ہڈ نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے پوچھا۔

”اُسے ایکسٹو کہا جاتا ہے۔ وہ ہر وقت نقاب میں رہتا ہے۔ اور شاید صدر مملکت کو بھی علم نہیں ہے کہ ایکسٹو کون ہے۔ اس کے نمبر ان بھی اُسے نہیں جانتے۔ وہ پُر اسرار بنا ہوا ہے“ — قباچا خان نے جواب دیا۔

”ہو نہہ پُر اسرار — یہ مشرق کے لوگوں کو پُر اسرار بننے کا بے حد شوق ہے۔ پھر اس کی لاش لے آتے ہو۔ میں بھی اس عجیب دار کی شکل دیکھوں جس نے رابن ہڈ کی گرفتاری کا دعویٰ کیا ہے“ — رابن ہڈ نے خالی بوتل زور سے فرش پر مارتے ہوئے کہا۔

”آپ کے حکم کا انتظار تھا۔ اگر آپ حکم دیں تو ایکسٹو کے خلاف

انتہائی غیرت انگیز معلومات حاصل ہوتی ہیں؟ — قباچا خان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ! — تو یہ اتنے بڑے سیکرٹ ایجنٹ ہیں کہ ٹرانس ورلڈ آرگنائزیشن کے پاس بھی ان کا ریکارڈ ہے۔ اس لپہاندہ ملک میں ایسے سیکرٹ ایجنٹ ناممکن“ — راجن ہڈ کے ہلچے میں بے پناہ حیرت تھی۔

”ٹرانس ورلڈ آرگنائزیشن کے پاس یہاں کی سیکرٹ سروس کے بارے میں حیرت انگیز ریکارڈ موجود ہے۔ ان کے ریکارڈ کے مطابق یہاں کی سیکرٹ سروس ناقابل تسخیر سمجھی جاتی ہے۔ بڑی بڑی مجرم تنظیمیں — انتہائی ترقی یافتہ ملکوں کی سیکرٹ سروسز — بڑے بڑے جہادری مجرم اور ٹاپ سیکرٹ ایجنٹ — جو بھی یہاں آیا ہے اس کا خاتمہ ہی ہوا ہے۔ آج تک یہاں سے کوئی بھی کامیاب واپس نہیں لوٹا۔ ان میں بڑے بڑے نام موجود ہیں“ — قباچا خان نے جواب دیا۔

”کیا کہہ رہے ہو۔۔۔ نہیں۔۔۔ وہ لوگ غلط بات کر رہے ہیں۔
یہ لوگ اس قابل کہاں کہ کسی بین الاقوامی مجرم کا مقابلہ بھی کر سکیں۔ اور
اگر آئے بھی ہوں گے تو کوئی پھٹیچر اور ٹٹ پونجیہ قسم کے مجرم آئے
ہوں گے۔“ رابن ہڈ نے کہا۔

باس!۔ انہوں نے جو نام بتائے ہیں ان سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دنیا کی سب سے خطرناک ترین سیکرٹ سرورس ہے۔ اور حیرت انگیز بات یہ ہے کہ ٹرانس ورلڈ آرگنائزیشن کے پاس صرف ان کی کامیابیوں کا ہی ریکارڈ ہے۔ نہ ہی انکیٹو کے بارے میں کوئی اشارہ

”قباچا کھان ا۔۔۔ تم اب سُست اور کاہل ہوتے جا رہے ہو۔
 تم پر بھی مشرق کی آب و ہوا کا اثر ہونا شروع ہو گیا ہے۔“ — ۲۱۶
 چوہے کی گردن مروڑنے کے لئے تمہیں میری اجازت کی ضرورت
 میرا تو خیال تھا کہ تم اس کی لاش لے کر میرے پاس آؤ گے۔
 راین ہڈی غصے سے چیختے ہوئے کہا۔ وہ بات کرتے ہوئے بار بار
 پرٹیکے مار رہا تھا۔

”ماسٹر! — اصل مسئلہ یہ ہے کہ ایکسٹو کو اس ملک میں کوئی نہیں جانتا — اس لئے اُسے تلاش کرنا پڑے گا — جس وقت بھی ٹرلین ہو گیا اس کی لاش آپ کے سامنے پیش کر دی جائے گی —“

قبا چا خان نے بھی قدرے سخت لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ اچھا یہ پرابلم ہے — مگر یہ پرابلم کیسے حل ہوگا —“

اُسے کیسے تلاش کرو گے —؟ سنو! میں اس معاملے میں زیادہ نہیں جانتا — ورنہ ہم اپنے اصل مشن سے ہٹ جائیں گے۔ لیکن اس لاش کی صورت میں تبدیل ہونا بھی ضروری ہے — رابن ہڈ کو چھ کرنے والا دوسرا سائنس لینے کا بھی مجرم ہے“ — رابن ہڈ نے قبا خان کا سخت لہجہ محسوس کرتے ہی اپنے لہجے کو نرم کرتے ہوئے کہا۔

”مجھے مشن کا احساس ہے ماسٹر! — مگر میرے خیال میں مشن سے پہلے ایکسٹو اور سیکرٹ سروس کا خاتمہ ضروری ہے —“

نے یہ چیلنج سننے کے بعد ٹرانس ورلڈ آرگنائزیشن سے اس کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی ہے — اور وہاں سے

ہے۔ اور نہ ہی سیکرٹ سروس کے کسی ممبر کے بارے میں وہ کوئی تفصیل جانتے ہیں۔ البتہ صرف ایک شخص کا نام انہوں نے بتایا ہے کہ وہ کبھی کبھی سیکرٹ سروس کے لئے کام کرتا ہے اور بس۔ قباچا خان نے مزید تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

حیرت انگیز باتیں کر رہے ہو۔ کہیں آؤٹ تو نہیں ہو گئے۔ رابن ہڈ نے بڑا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔
 "ماسٹر! آپ جانتے ہیں کہ قباچا خان کبھی غلط بات نہیں کرتا اور نہ ہی دنیا میں ایسی شراب تیار ہوتی ہے جو مجھے آؤٹ کر دے۔ پھر آپ ایسی بات کیوں کر رہے ہیں۔" قباچا خان نے بھی بڑا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد تلخ ہو گیا تھا۔

"میں جانتا ہوں۔ مگر تم جو کہانی مجھے سنا رہے ہو۔ اس کم از کم میں تو یقین نہیں کر سکتا۔ اور اگر واقعی ایسی بات ہے تو چھ ٹھیک ہے۔ پہلے ان کا خاتمہ ضروری ہے۔ ورنہ ہمارے کسی بھی وقت پر اہم بن سکتے ہیں۔" رابن ہڈ نے نرم لہجے میں جواب دیا۔

"اب ایک ہی مہرہ ہے ہمارے پاس۔ اور وہ ہے علی عمران اس کا فلیٹ کنگ روڈ پر ہے۔ اس کے متعلق رپورٹ ہے کہ وہ بظاہر انتہائی احمق اور مسخرہ سا نوجوان ہے۔ مگر درحقیقت وہ انتہائی ذہین ہے۔ میرا خیال ہے کہ اسے لازماً ایکسٹو کے بارے میں ضرور علم ہو گا یا پھر ہو سکتا ہے کہ وہ سیکرٹ سروس کے کسی ممبر کو جانتا ہو۔ اس طرح ہم آسانی سے سیکرٹ سروس کا خاتمہ کر سکتے ہیں۔" قباچا

خان نے جواب دیا۔

"تو ٹھیک ہے۔ جاؤ اور اس سے پوچھ گچھ کر لو۔ مگر سنو قباچا خان! میں اس سلسلے میں زیادہ دیر نہیں چاہتا۔ تم بھی انہی دو روز میں اس کام کو ختم کر لو۔" رابن ہڈ نے جواب دیا۔

"ایسا ہی ہو گا۔ صرف آپ کی اجازت کی ضرورت تھی۔ مجھے صرف چند منٹ چاہتیں پھر یہ علی عمران طوطے کی طرح بولنا شروع کر دے گا۔ اور جیسے ہی اس نے پتہ بتایا۔ دوسرے لمحے سیکرٹ سروس صفحہ ہستی سے ناپید ہو جائے گی۔" قباچا خان نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔
 "سنو! تنظیم کے اصولوں کا خیال رکھنا۔ اس شخص کو ہڈی کوارٹر کا پتہ نہ چلے۔ تمام کارروائی انتہائی تیزی سے اور باہر ہی باہر مکمل ہونی چاہیے۔" رابن ہڈ نے آخری بوتل کو گوردن سے پکڑتے ہوئے کہا۔

"ایسا ہی ہو گا ماسٹر! آپ بے فکر رہیں۔" قباچا خان نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا کرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ جب کہ رابن ہڈ نے آخری بوتل کا کاک کھول کر اسے منہ سے نکال دیا۔

کی اس نے نگرانی تک کرانے کی ضرورت محسوس نہ کی تھی کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اس قسم کے مجرم بھاری رقم دے کر لوگوں کو خرید لیتے ہیں اور وہ خود ایسے آدمیوں کے سامنے کبھی نہیں آتے اور نہ ہی انہیں کسی تفصیل کا علم ہونے دیتے ہیں۔

”باس! — اس جوانا کو تو آپ نے خواہ مخواہ اپنے ساتھ لگا لیا ہے نہ کام کا اور نہ کاج کا۔ بس سارا دن پڑا رہتا ہے مگر کچھ کی طرح۔“ جوزف نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”دیکھو جوزف! — میرے متعلق بات ہوش میں رہ کر کیا کرو۔ ورنہ جبرے توڑ دوں گا۔“ میرا نام جوانا ہے جوانا۔ میرے نام سے آج بھی پورا یورپ کانپتا ہے۔ جوانا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”ہو نہ! — یورپ کانپتا ہے۔ جیسے تم آدمی نہ ہوئے لرزے کا بخار ہو گئے۔ بس باتیں کرنا آتی ہیں۔“ جوزف نے برا سا نہ بناتے ہوئے کہا۔

”شٹ اپ! — خبردار اگر اب ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو تمام انت توڑ دوں گا۔ تم کیا سمجھتے ہو جوانا کو۔“ جوانا ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو گیا تھا۔

”اور تم نے جوزف کو بکری سمجھ رکھا ہے۔ تم جیسوں کو تو میں بگ کے نیچے سے گزار دیا کرتا ہوں۔“ جوزف بھلا کہاں بیٹھے بنے والا تھا۔ وہ بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

بیٹھو مہائی بیٹھو — دونوں بیٹھ جاؤ — اور میری بات غور سے سنو۔“ عمران نے جو درمیان میں دونوں ہاتھوں سے سر پکڑے

عمران نے فلیٹ میں اس وقت جوزف اور جوانا دونوں موجود تھے عمران نے ٹیلیفون کر کے ان دونوں کو رانا ہاؤس اور زیرو ہاؤس سے بلوالیا تھا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ٹائیگر کو بھی کال کر کے اپنے فلیٹ کی نگرانی کا حکم دے دیا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ مجرم لازماً اس کے فلیٹ پر حملہ کریں گے۔ کیونکہ اس نے میٹنگ میں ایک آدمی کا مشکوک چیک کر لیا تھا۔ لیکن اس نے جان بوجھ کر اس پر ہاتھ نہ ڈالا تھا تاکہ وہ ایکسٹو کے بارے میں مجرموں کو اطلاع نہ کر دے اور پھر ظاہر ہے مجرموں نے کسی نہ کسی طرح ایکسٹو اور سیکرٹ سروس کے بارے میں اطلاعات حاصل کرنے کی کوششیں کرنی ہیں اور سیکرٹ سروس اور ایکسٹو کے بارے میں تو انہیں کچھ پتہ نہیں چلنا۔ البتہ انہیں عمران کے بارے میں اطلاع مل جاتی ہے اور اس کا منطقی نتیجہ یہی ہونا ہے کہ انہوں نے عمران پر چڑھ دوڑنا ہے تاکہ اس سے ایکسٹو کے بارے میں معلوم کیا جاسکے۔ میٹنگ میں مشکوک آدمی

بیٹھا تھا آخر بول ہی پڑا۔

”اسے سمجھا لو باس! — میں نے تم سے شکست ضرور کھائی ہے۔ مگر اس چوہے کو میں یہ اجازت نہیں دے سکتا کہ یہ جو انا پر طنز کا پھرے۔“ جو انا نے تلخ لہجے میں کہا۔

”اور اسے بھی سمجھا لو باس! — یہ جوزف دی گریٹ کے منہ لگے۔ جوزف کے نام سے پورا افریقہ کانپتا ہے۔ یہ کس با کی مولیٰ ہے۔“ جوزف نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم دونوں میرے باغ کی مولیاں ہو۔ لیکن ہوسخت کڑواں۔ بہر حال میری قیمت میں تمہیں بھگتنا لکھا تھا بھگتوں لگا۔“ عمران۔ ان دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ ان دونوں میں سے کوئی جواب دیتا، اچانک میز پر پڑے ہوئے آلے میں سے آواز نکلی۔

”عمران صاحب! — چار قوی ہیکل غیر ملکی بڑے جارحانہ موڈ آپ کی سیڑھیاں چڑھنے والے ہیں۔ وہ ایک کار میں یہاں تک ہیں۔“ بولنے والا ٹائیگر تھا۔

”اچھا ٹھیک ہے۔ جب یہ باہر نکلیں تو ان کا تعاقب کرنا۔ انتہائی ہوشیاری سے تعاقب ہونا چاہیے۔“ عمران نے جواب اور پھر آلے کو اٹھا کر جیب میں ڈال لیا۔

”سنو! — چار مجرم آرہے ہیں۔ میں عقبی دروازے۔ جارہا ہوں۔“ تم ان کی اتنی مرمت کر دیا کہ یہ اپنے پیروں پر واہ

چلے جائیں۔“ عمران نے تیز لہجے میں جو انا اور جوزف سے کہا اور پھر تیزی سے بھاگتا ہوا پچھلے کمرے کی طرف جانے والے دروازے میں غائب ہو گیا۔

مجرموں اور مرمت کے الفاظ سن کر جوزف اور جو انا اپنی لڑائی بھول گئے اور ان دونوں کے اعصاب چوکنے ہو گئے۔ اور چہروں اور آنکھوں میں سرخی آگئی۔

”جوزف! — تم خاموش رہنا۔ کافی عرصے سے میرے بازوؤں میں کھلی ہو رہی تھی۔ آج ذرا ہاتھ پیر ہلانے کا موقع ملے گا۔“ تم مداخلت نہ کرنا۔“ جو انا نے بڑے منت بھرے لہجے میں جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اچھا ٹھیک ہے۔ جب تم تھک جاؤ تو مجھے اشارہ کر دینا۔ میں انہیں سنبھال لوں گا۔“ جوزف نے یوں سر ہلاتے ہوئے کہا جیسے اسے علم ہو کہ آخر کار اسے ہی مجرموں کی سرکوبی کرنی پڑے گی۔

اسی لمحے دروازے پر زور سے دستک ہوئی۔ اندازہ بیکہ جارحانہ تھا۔ در جو انا اٹھ کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے دروازہ ہولا اور تیزی سے ایک طرف ہٹنا چلا گیا۔

دروازہ کھلتے ہی چار قوی ہیکل غیر ملکی ہاتھوں میں ریوڑ اور پکڑے پھل کر اندر آ گئے۔ انہوں نے بڑی پھرتی سے جوزف اور جو انا کو ریوڑوں کی زد میں لے لیا۔

”علی عمران کہاں ہے۔“ ان میں سے ایک نے انتہائی تلخ لہجے میں جوزف اور جو انا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”علی عمران! — وہ کون ہے؟“ — جو انانے براسا منہ بناتے ہوئے کہا۔

مگر دوسرے لمحے ایک زوردار دھماکہ ہوا اور پوچھنے والے نے جوا کے سینے پر گولی مار دی۔ لیکن جونا ٹریگر پر انگلی کی حرکت دیکھتے ہی بجلی کی سی تیزی سے نیچے گرا اور گولی اس کے اوپر سے گزر کر پھیلی دیوار میں گھستی چلی گئی۔

اور پھر اس سے پہلے کہ وہ قوی ہیکل آدمی دوسرا فائر کرتا، جونا نیچے گرتے ہی کسی گیند کی طرح اچھلا اور پھر وہ کسی لامٹھی کی طرح چوڑائی بل ان چاروں سے ایک زوردار دھماکہ سے جا ٹکرایا اور وہ چاروں اچھل کر دیوار سے جا ٹکراتے۔

جونا ان سے ٹکرا کر نیچے گرا۔ مگر اسی لمحے اس پر دوسرا فائر ہوا اور جونا پھیلی کی طرح تڑپ کر قلابازی کھا گیا۔ دوسرا فائر بھی خالی چلا گیا اور پھر ایک آدمی کی خوفناک چیخ سے کمرہ گونج اٹھا۔

جونا نے قلابازی کھاتے ہی انتہائی طاقت سے دونوں پیر جوڑ اپنے نزدیک ترین آدمی کے پیٹ میں مار دیتے تھے اور چیخ اُسی حلق سے نکلی تھی۔ وہ دوہرا ہو کر نیچے فرش پر گرتا چلا گیا۔

جو زوف بڑے اطمینان سے صوفے پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی سے حرکت کرنے کی بھی تکیلف گوارہ نہ کی تھی۔

اس آدمی کے نیچے گرتے ہی جونا کا جسم کمان کی طرح مڑا اور اس کے سر کی خوفناک ٹکر دوسرے کے پیٹ میں پڑی اور ایک بارہ کمرہ چیخوں سے گونج اٹھا۔ تیسرے آدمی نے انتہائی تیزی سے جوا

کی گردن کی پشت پر دو ہتھڑا مارنے کی کوشش کی۔ لیکن جونا تو بجلی بنا ہوا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ فرش پر ٹکائے اور پھر اس کا جسم تیزی سے بلند ہوا۔ اس نے الٹی قلابازی کھائی تھی اور اس کی ٹانگیں اوپر کو اٹھیں اور پھر پوری قوت سے تیسرے آدمی کی گردن اور مٹھوڑی کے درمیان پڑیں۔ یہ ضرب اتنی خوفناک اور زوردار تھی کہ تیسرے آدمی کے حلق سے چیخ بھی نہ نکل سکی اور وہ ریت کے محل کی طرح ڈھیر ہوتا چلا گیا۔ اب جونا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

پھر تھا آدمی وہی تھا جس نے جونا سے سوال کیا تھا اور اس پر پہلا فائر کیا تھا۔ اس کے چہرے پر حیرت کے آثار نمایاں تھے اور وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر جونا کو دیکھ رہا تھا۔ شاید اسے جونا کی حیرت انگیز پھرتی — داؤ لگانے کے انداز — اور طاقت پر یقین نہ آ رہا تھا کہ اس نے اتنی تنگ جگہ میں نہ صرف اپنے آپ کو دونوں فائروں سے بچایا تھا — بلکہ ہلک بھپکنے میں اس کے تین زبردست لڑاکوں کو بھی بیکار کر دیا تھا۔ ریو اور تو پہلی ضرب سے ہی اس کے ہاتھ سے کل کر دور جا گرا تھا اور اسے اتنا موقع ہی نہ ملا تھا کہ وہ ریو اور ہی اٹھا سکتا۔

اب وہ دیوار کے ساتھ پشت لگائے کھڑا تھا۔ جب کہ اس کے سامنے جونا دونوں کو لہوں پر ہاتھ رکھے ٹانگیں کھولے کسی دیو کی طرح لھڑا مکر رہا تھا۔

”حیرت انگیز! — تم حیرت انگیز لڑاکے ہو — میں یقین نہیں کر سکتا۔“ — اس آدمی نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کے تینوں آدمی

فرش پر بیکار پڑے ہوتے تھے۔ ایک کی گردن ٹوٹ چکی تھی جب باقی دونوں کے منہ سے خون کے پیلے نکل رہے تھے۔ جو ان کی طاقت ضربات نے ان کے جسموں کے اندرونی حصوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا وہ دونوں بھی ہلاک ہو چکے تھے۔

ویل ڈن جوانا۔ ویل ڈن! تم واقعی اس قابل ہو کہ جو دی گریٹ تمہیں شاباش دے سکے۔ جوزف نے یوں تالیا بجاتے ہوئے کہا جیسے بچے کوئی دلچسپ تماشا دیکھ کر خوشی سے تالیا بجاتے ہیں۔

تم نے آتے ہی جوانا پر ہاتھ اٹھادیا۔ اس کا نتیجہ تو یہی نکلا تھا۔ اب پوچھو کیا پوچھتے ہو؟ جوانا نے بڑے مطمئن انداز اس آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔

تمہارا نام جوانا ہے۔ کیا تم علی عمران کے ساتھی ہو؟ وغیرہ سوال کیا۔ اب وہ اپنی حیرت پر قابو پا چکا تھا۔

میں علی عمران کا غلام ہوں۔ اور بولو۔ جوانا نے سر ہلا ہوتے کہا۔

علی عمران کہاں ہے؟ ہم نے اس سے ملنا تھا۔ وغیرہ سوال کرتے ہوئے کہا۔

ماسٹر تم جیسے ملاقاتیوں سے ملنے کے لئے وقت نہیں نکال سکا جو بات ہو ہم سے کرو۔ جوانا نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ دیکھو! تم لوگوں سے ہماری کوئی دشمنی نہیں ہے اس لئے یہی ہے کہ تم راستے سے ہٹ جاؤ۔ ورنہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ تم

یہ خوبصورت جسم شدید توڑ پھوڑ کا شکار ہو جاتے۔ ان تینوں کو مار کر تم خواجواہ اکثر رہے ہو۔ انہیں تو لڑنا آتا ہی نہیں۔ غیر ملکی نے اس بار بڑے تلخ لہجے میں کہا۔

سنو احمق آدمی! میں صرف اس لئے خاموش کھڑا ہوں کہ اگر تمہیں باس سے کوئی ضروری کام ہے تو بادو۔ ورنہ یاد رکھو کہ چند لمحوں بعد تم بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں مردہ پڑے ہو گے۔ تم جیسی چھپکلیاں جوانا سے لڑنے کا خواب ہی دیکھ سکتی ہیں۔ لڑ نہیں سکتیں۔ جوانا نے اس سے بھی زیادہ تلخ لہجے میں کہا۔

اوہ! تم مجھے چیلنج کر رہے ہو حقیر حبشی۔ مجھے، یعنی قباچا خان کو۔ جس کا نام سنتے ہی لوگوں کا دہشت کے مارے دم نکل جاتا ہے۔ غیر ملکی نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اور پھر جوانا کو یوں محسوس ہوا کہ جیسے کمرے میں بجلی چمکی ہو۔

قباچا خان نے انتہائی تیز رفتاری سے چھلانگ لگائی تھی۔ اور وہ لسی زخمی و زندے کی طرح جوانا پر آپڑا۔ دوسرے لمحے جوانا جیسا قوی پہل بھی اڑتا ہوا پھلی دیوار سے جا ٹکرایا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ جوانا سنبھلتا، غیر ملکی نے تیزی سے قلابازی لھائی اور دوسرے لمحے اس کی دونوں ٹانگیں اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے جوانا کی گردن کے گرد قینچی کی طرح پڑیں اور اس کے ساتھ ہی غیر ملکی نے فرش پر کروٹیں بدلتا شروع کر دیں۔ جوانا کا بھاری جسم بھی اس کے ساتھ ہی فرش پر گھومتا چلا گیا۔

اور پھر غیر ملکی ایک لمحے میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ جوانا ابھی تک گھومتا

چلا جا رہا تھا اور پھر وہ صوفے سے جا نکل آیا۔

غیر ملکی نے ایک بار پھر جونا پر چھلانگ لگانے کے لئے اپنی جگہ جمپ لیا مگر دوسرے لمحے صوفے کی کرسی ایک خوفناک دھماکے سے اس کے چہرے سے ٹکرائی اور وہ چنچٹا ہوا پشت کے بل زمین پر گرا۔ اس نے نیچے گرتے ہی کرسی کو ایک طرف اچھالا اور پھر یوں اٹھ کر کھڑا ہو گیا کہ اس کا جسم سپرنگوں کا بنا ہوا ہو۔

مگر اب جونا سنبھل چکا تھا اس لئے اس کے اٹھتے ہی جونا اس پر چھلانگ لگا دی۔ غیر ملکی نے تیزی سے ایک طرف ہٹنے کی کوشش کی مگر جونا نے فضا میں ہی اپنا رخ بدل لیا۔ اور دوسرے لمحے غیر ملکی کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ کیونکہ جونا کے سر کی بھرپور ٹکروں کے سینے پر پڑی تھی اور وہ لڑکھڑاکر پشت کے بل عین دروازے جا گرا۔ ادھر جونا بھی اس سے ٹکرا کر منہ کے بل فرش پر گرا تھا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ جونا اٹھتا، غیر ملکی نے نیچے گرتے ہی ا قلابازی لگائی اور دوسرے لمحے وہ دروازے سے باہر جا گرا۔ اور اٹھ کر یوں چھلانگیں لگا کر سیڑھیاں اترتا چلا گیا جیسے اس کے وجود موت بھاگ رہی ہو۔

”بس اتنی جلدی دل چھوڑ گیا“ جونا نے اٹھ کر ہنستے ہوئے کہا۔ اور پھر اس نے اس غیر ملکی کے پیچھے جانے کی بجائے بڑے مطمئن انداز میں دروازہ بند کر دیا۔

”ابھی اس نے دروازہ بند کیا ہی تھا کہ ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور جونا دروازے سمیت اچھل کر پیچھے جا گرا۔ دروازہ اکھڑ کر اس کے سا

ہی اندر جا گرا تھا۔

”اوہ ہم مارا گیا ہے“ جوزف نے اٹھ کر پھرتی سے نیچے پڑے ہوئے جونا کے اوپر سے دروازے کے کواڑ ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔ جونا بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کواڑ لگنے کی وجہ سے اس کی ناک پر زخم آ گیا تھا۔ مگر اس نے زخم کی پرواہ نہ کی اور پھر تیزی سے دوڑتا ہوا باہر کی طرف لپکا۔

”میں اب اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا“ جونا نے چیتے ہوئے کہا۔ مگر سیڑھیوں سے اتر کر وہ رک گیا کیونکہ سڑک سنان پڑی تھی۔ اور وہاں کوئی بھی نہ تھا۔

اور پھر حیب جونا ڈھیلے ڈھیلے قدموں سے چلتا ہوا اوپر آیا تو جوزف ان تینوں لاشوں پر جھکا ہوا تھا۔ وہ ان کی جیبوں کی تلاشی لے رہا تھا۔

مگر ان تینوں کی جیبوں میں کام کی کوئی چیز موجود نہ تھی اور پھر جوزف ایک طویل سانس لیتا ہوا سیدھا ہو گیا۔

”میں یہ خیال ہے کہ انہیں اٹھا کر عقیبی باغ میں پھینک دیا جائے اپنے آپ پولیس اٹھا کر لے جاتے گی“ جوزف نے سیدھے ہوئے کہا۔

”ہاں! — ایسا ہی کرو“ جونا نے جواب دیا۔ اور پھر ان دونوں نے جھک کر ان میں سے دو کو اٹھا لیا۔ جوزف نے آگے بڑھ کر عقیبی باغ میں کھلنے والی کھڑکی کھولی اور لاش کو باہر اچھال دیا۔ ایک زوردار دھماکہ سے لاش باغ میں جا گری۔

جوانا نے بھی دوسری لاش کو باہر اچھال دیا۔ اتنی دیر میں جوزف
تیسری لاش اٹھا لایا اور اُسے بھی باغ میں دھکیل کر اس نے کھڑا
بند کر دی۔

”میرا خیال ہے کہ تم اپنی ناک کی مرہم پٹی کر لو۔۔۔ میں قرش
دھو ڈالوں۔۔۔ سلیمان ہوتا تو یہ کام وہی کرتا۔ مگر اب ظاہر ہے
کہ ہمیں ہی کرنا ہوگا۔“ جوزف نے بڑا سامنے بٹاتے ہوئے کہ
اور پھر وہ ملحقہ غسل خانے میں گھس گیا تاکہ وہاں سے برش اور پانی
بالٹی اٹھا لاتے۔ جب کہ جوانا فٹ ایڈ باکس کی تلاش میں دوسرے
کمرے میں گھستا چلا گیا۔

عمران نے ٹائیگر کی طرف سے اطلاع ملتے ہی عقبی دروازے
سے نکل کر عقبی باغ میں سے ہوتا ہوا باغ کی چھوٹی دیوار پھانڈ کر فلیٹ
کے سامنے والی سڑک پر آگیا۔

سیڑھیوں کے قریب ہی ایک بڑی سی سیاہ رنگ کی کار موجود تھی
کار خالی تھی۔ عمران دبے پاؤں آگے بڑھا اور پھر اس نے جیب سے
ایک تاز نکال کر کار کی ڈگی کے تالے میں ڈالی اور جیسے اس نے تار
لو دایتیں بائیں گھمایا۔ کٹک کی آواز سے ڈگی کھلتی چلی گئی۔

عمران نے ڈگی کھولتے ہی ادھر ادھر دیکھا۔ سڑک پر کاریں آ جا رہی
تھیں۔ پیدل چلنے والے کم ہی تھے۔ عمران کار کے ساتھ دیکھا ہوا موٹے
کا انتظار کرتا رہا۔ اور پھر جیسے ہی اس نے ایک وقفہ دیکھا۔ وہ اچھل کر
ڈگی کے اندر چلا گیا۔ اس نے اتنی تیزی سے چھلانگ لگائی تھی کہ جب
نہ کوئی خاص طور پر اس کی طرف متوجہ نہ ہوتا اُسے نہ دیکھ سکتا۔ وہ

ڈکی خاصی لمبی چوڑی تھی۔ اس لئے عمران کو اندر سمٹ کر لیٹنے میں کو
تسلیم نہ ہوئی اور اس نے ڈکی کا ڈھکن نیچے کر کے اپنے بوٹ
تسمہ نکال کر ڈکی کے تلے کے ساتھ اس کے دونوں سرے باندھ دیے۔
اس طرح ایک چھوٹی سی درز باقی رہ گئی اور ڈکی بند ہونے یا پوری
کھل جانے کا خدشہ ختم ہو گیا۔ اور پھر اس نے اطمینان سے درز پر
باہر دیکھنا شروع کر دیا۔

کافی دیر بعد اُسے کسی کے بھاگ کر سیڑھیاں اترنے کی آواز سناؤ
اور عمران کے اعصاب تن گئے۔ چند لمحوں بعد اس نے اوپر فلیٹ
ایک زوردار دھماکے کی آواز سنی اور اس نے ہونٹ میسج لیتے۔ دھما
سے صاف ظاہر تھا کہ اوپر بم مارا گیا ہے۔

ابھی عمران اس بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک کار کے اند
کے بیٹھنے کا دھماکہ ہوا اور دوسرے لمحے کار انتہائی تیز رفتاری سے آ
کی طرف دوڑتی چلی گئی۔ کار چلانے والا شاید بے مد جلدی میں تھا۔
"اس کا مطلب ہے کہ مین آدمیوں کا صفایا ہو گیا۔ مگر یہ بم
عمران نے سوچا اُسے بم کی وجہ سے بے حد فکر ہو رہی تھی کہ کہیں جو
جوزف زخمی نہ ہو گئے ہوں۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر جیب سے وہی
نکالا اور اس کی سائیڈ پر لگا ہوا بم دبا دیا۔

"یس ٹائیگر پیگنگ" — بم دبے ہی دوسری طرف سے آ
کی آواز سناؤ دی۔ یہ آواز اصل فکسڈ انٹرکام ٹرانسمیٹر تھا جو محدود محیط
میں انٹرکام کی طرح کام کرتا تھا۔ عمران نے ٹائیگر کو اس کا دوسرا سیہ
دے دیا تھا تاکہ تیزی سے رابطہ بحال رہ سکے۔

"ٹائیگر! — تم فوراً فلیٹ پر پہنچو — مجرم نے بم مارا ہے۔ کہیں
کوئی زخمی نہ ہو گیا ہو۔ میں مجرم کی کار کی ڈکی میں موجود ہوں۔ اس
لئے تعاقب کی ضرورت نہیں ہے۔" عمران نے بڑے دھیمے
الجے میں ٹائیگر کو ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

"بہتر جناب! — ویسے میرے پاس بی۔ ٹو ٹرانسمیٹر بھی موجود ہے
آپ مجھے اس پر بھی کال کر سکتے ہیں" — ٹائیگر نے جواب دیا۔

"او۔ کے! — تم مجھے خود کال کر لینا" — عمران نے کہا اور پھر
انٹرکام فکسڈ ٹرانسمیٹر کا بمٹن آف کر کے اُسے واپس جیب میں ڈال لیا۔
کار اب بھی تیزی سے دوڑی چلی جا رہی تھی۔ عمران نے درز سے
جھانک کر ماحول کا اندازہ لگانا چاہا۔ مگر دوسرے لمحے کار کی رفتار یکدم آہستہ
ہونی شروع ہو گئی اور پھر وہ ایک وسیع احاطے میں گھستی چلی گئی۔ عمران
وہ جگہ دیکھ کر چونک پڑا۔ کیونکہ وہاں پہلے ہی بے شمار کاریں موجود تھیں
یہ دارالحکومت کا مین پارکنگ سٹیڈ تھا اور پھر کار ایک قطار
میں جا کر رُکی اور دوسرے لمحے دروازہ کھلنے کی آواز سناؤ دی۔

عمران نے کار کے رُکتے ہی پھرتی سے تسمہ کھولا اور چند لمحے وہ
آہستہ لیٹا رہا کہ اترنے والا ڈکی کی طرف متحرک نہ آئے۔ لیکن جب
قدموں کی چاپ سناؤ نہ دی تو اس نے ڈکی کو اٹھایا اور تیزی سے
اچھل کر باہر آ گیا۔ وہ تیزی سے ارد گرد کا جائزہ لے رہا تھا۔ مگر کار
خالی تھی اور ارد گرد بھی کوئی موجود نہ تھا۔ کار چلانے والا اتر کر کہیں چلا
گیا تھا۔

عمران تیزی سے آگے بڑھا اور قطار میں سے گزر کر مین گیٹ کی

طرف بڑھتا چلا گیا۔

گیٹ سے بے شمار کاریں باہر نکل رہی تھیں۔ اندر آنے اور باہر جانے کے لئے دو علیحدہ علیحدہ گیٹ تھے۔ باہر جانے والے گیٹ سے جو بھی کار نکلتی وہ ٹوکن دے کر ہی باہر جاسکتی تھی۔ پیدل لوگ بھی اس راستے سے باہر نکل رہے تھے۔ اس لئے عمران کو یقین تھا کہ وہ اس غیر ملکی کو ڈھونڈ نکالے گا جو کار چھوڑ کر بھاگ رہا ہوگا۔

جب عمران گیٹ پر پہنچا تو وہاں سارے سی مقامی لوگ باہر جا رہے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی غیر ملکی نہ تھا۔

چند لمحوں بعد عمران نے مایوس ہو کر ادھر ادھر دیکھا مگر احاطے میں بھی اتفاق سے اس وقت کوئی غیر ملکی موجود نہ تھا۔ اور عمران سمجھ گیا مجرم اسے ڈاج دے گیا ہے۔ وہ یہ کار چھوڑ کر کسی اور کار میں نکل جلد میں کامیاب ہو گیا ہے۔

عمران واپس مڑا اور پھر دونوں گیٹوں کے درمیان ایک کیبن کو طرف بڑھتا چلا گیا۔ یہ کیبن سپروائزر کا تھا۔

"ایٹلی جنس" عمران نے کیبن میں داخل ہوتے ہی وہاں موجود ایک ادھیڑ عمر آدمی سے مخاطب ہو کر انتہائی سخت لہجے میں کہا "اوہ لیس سرفرمایتے" ادھیڑ عمر نے چونکتے ہوئے جواب دیا "جو گاڑیاں یہاں ٹھہرتی ہیں۔ کیا ان کے بارے میں آپ کے پاس کوئی تفصیل ہوتی ہے؟" عمران نے پوچھا۔

"تفصیل" کس قسم کی تفصیل؟" سپروائزر نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"دیکھیے! ایک مجرم ایک کار میں اندر داخل ہوا ہے۔ وہ کار یہاں روک کر کسی اور کار میں نکل گیا ہے۔ جو کار وہ چھوڑ گیا ہے میں چاہتا ہوں اس کے متعلق معلوم کیا جائے" عمران نے کہا۔ "اوہ!۔۔۔ سوائے ٹوکن کے ہمارے پاس کچھ نہیں ہوتا جناب!

لیکن بعض کاریں مستقل طور پر یہاں روکرانہ ٹھہرتی ہیں۔ ان کے لئے ہم نے ٹوکن کی بجائے پاس رکھے ہوتے ہیں تاکہ ہر بار ٹوکن کے عذاب سے بچا جاسکے۔ آپ مجھے بتائیں کہ کونسی کار ہے۔ شاید وہ مستقل ٹائپ کی کار ہو" سپروائزر نے جواب دیا۔

"ادکے۔۔۔ میرے ساتھ آیتے" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ سپروائزر کو اپنے ساتھ لئے ہوئے کیبن سے نکل کر اس کار کی طرف بڑھتا چلا گیا جسے مجرم یہاں چھوڑ گیا تھا۔

"یہ کار ہے وہ" عمران نے ایک کار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ!۔۔۔ یہ تو مستقل کار ہے جناب!۔۔۔ دیکھیے اس کے نیچے پر ہمارا پاس چپکا ہوا ہے۔ مگر آپ تو مجرم کی بات کر رہے ہیں اور یہ کار تو لٹرٹی پلازہ کے مالک قاسم علی صاحب کی ہے" سپروائزر نے کار کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

"مگر اسے ایک غیر ملکی چھوڑ گیا ہے" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔

ہو سکتا ہے جناب کہ وہ غیر ملکی ان کا کوئی دوست ہو۔ یہ کار چاہیاں حاصل کرنے کے بعد کوئی بھی لے جاسکتا ہے" سپروائزر

نے جواب دیا۔

”کار تو بغیر عیالی کے بھی چل سکتی ہے۔ اس طرح تو یہاں۔
کار آسانی سے چوری کی جا سکتی ہے۔“ عمران نے کہا۔

جی ہاں۔ ہو تو سکتا ہے۔ لیکن آج تک ایسا ہوا نہیں۔
مستقل کاروں کو چلانے والوں کو گارڈ اچھی طرح پہچانتے ہیں۔
ہے اس غیر ملکی نے کوئی رقعہ گارڈ کو دیا ہو۔ آیتے میرے ساتھ
سپر وائزر نے کہا اور پھر وہ واپس چلتے ہوئے گیٹ پر موجود گارڈ
پاس پہنچ گئے۔ سپر وائزر نے انکو اڑی شروع کر دی۔

”وہ کار جناب قاسم علی صاحب کے ٹیلیفون پر دی گئی تھی۔
وہ ایک لمبا ترنگا سا غیر ملکی تھا جس کی مونچھیں منگولین طرز کی تھیں۔“
گارڈ نے بتایا۔

”کے ٹیلیفون ہوا تھا۔“ سپر وائزر نے انتہائی سخت لہجے
پوچھا۔

”مجھے جناب! میں نے خود اٹنڈ کیا تھا۔“ گارڈ نے گہرا
ہوئے لہجے میں کہا۔

”اس غیر ملکی کا علیہ تفصیل سے بتاؤ۔ کیا گاڑی لے جاتے وا
وہ اکیلا تھا۔“ عمران نے سخت لہجے میں پوچھا۔

”جی ہاں اکیلا تھا۔ اس نے کار کا نمبر بتایا اور ٹیلیفون کا حوالہ
تو میں نے اُسے کار کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ وہ لے گیا۔“

گارڈ نے جواب دیا اور پھر اس نے اپنی طرف سے غیر ملکی کا علیہ
لیکن اسی منگولین طرز کی مونچھوں کے علاوہ وہ کوئی اور خاص بار

نہ بتا سکا۔

”کیا ٹیلیفون پر قاسم علی صاحب خود بولے تھے۔ کیا تم اس
کی آواز پہچانتے ہو۔“ عمران نے گارڈ پر جرح کرتے ہوئے
پوچھا۔

”ان کے سیکرٹری نے کیا تھا جناب!۔ وہ خود کسی میٹنگ میں گئے
ہوتے تھے۔“ گارڈ نے گہرائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

”کیا سیکرٹری مقامی تھا۔“ عمران نے پوچھا۔
”نہیں جناب!۔ وہ غیر ملکی لہجے میں بات کر رہا تھا۔“ مگر

جناب!۔ آپ یہ سب کچھ کیوں پوچھ رہے ہیں۔“ گارڈ نے
پہلی بار جواب دینے کے ساتھ ساتھ سوال بھی کر دیا۔

”یہ انٹیلی جنس کے آدمی ہیں۔“ ٹھیک ٹھیک جواب دو۔ سپر وائزر
نے گارڈ کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”اوہ جناب!۔ میں صحیح جواب دے رہا ہوں۔“ گارڈ
انٹیلی جنس کا نام سنتے ہی بڑی طرح گھبرا گیا تھا۔

عمران سمجھ گیا تھا کہ باقاعدہ ایک پلاننگ کے تحت یہاں سکرٹروائی
کی گئی ہے۔ اور پھر واردات کر کے اُسے واپس کھڑا کر دیا گیا ہے

اُسے یقین تھا کہ قاسم علی کو اس ساری واردات کا علم ہی نہ ہوگا۔
قاسم علی کو وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ اس قسم کے آدمی نہیں تھے کہ مجرموں
کے آلہ کار بن سکتے۔

”اچھا یہ بتاؤ کہ وہ غیر ملکی کسی اور کار میں یہاں سے گیا ہے۔“
عمران نے پوچھا۔

”نہیں جناب! — وہ کسی کار میں نہیں گیا — شاید وہ پہا
چلا گیا ہو“ — گارڈ نے جواب دیا۔
”اوکے!“ — عمران نے کہا اور پھر وہ سپردانزر کا شکریہ
کر کے باہر جانے والے گیٹ کی طرف چل پڑا۔ کیونکہ بہر حال اسکی ترکیب
ناکام ہو چکی تھی اور محبُرم اُسے دلچ دے جانے میں کامیاب
تھا۔ اب اسے نئے سرے سے کام کرنا پڑے گا اور وہ اب اس
باقاعدہ پلاننگ کرنا چاہتا تھا۔

رابن ہڈ کا چہرہ بڑی طرح بگڑا ہوا تھا۔ اس کی آنکھوں سے
شعلے نکل رہے تھے اور یوں لگتا تھا جیسے وہ چند لمحوں بعد اپنے سامنے
موجود قباچا خان کو گردن دبا کر ہلاک کر دے گا۔
قباچا خان کا چہرہ لٹکا ہوا تھا اور اس پر موجود پہلے جیسی بے نیازی
اور لاپرواہی کا دور دورہ تک پتہ تھا۔ اس کے چہرے پر شکست کا لفظ
صاف پڑھا جاسکتا تھا۔

”تم کھان! — تم کہہ رہے ہو کہ تمہارے گروپ کے تین آدمی
ہلاک ہو گئے — اور تمہیں بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا — صرف ایک آدمی
کے مقابلے میں — صرف ایک حبشی کے مقابلے میں — جب کہ تم
سلح بھی تھے اور وہ نہتا تھا — اور تم علی عمران کو بھی تلاش نہیں
کر سکے“ — رابن ہڈ نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔
”میں درست کہہ رہا ہوں ماسٹر! — یہ میری زندگی کا بھی حیرت انگیز

”نہیں جناب! — وہ کسی کار میں نہیں آدمی پہلے کبھی نہیں چلا گیا ہو“ — گارڈ نے جواب دیا۔ ”ن بہترین آدمی ختم کر دیا اور“ اوکے!“ — عمران نے کہا اور پھر — ”مگر وہ جگہ بیحد تنگ اور مختصر تھی اُنے والے گیٹ کی طرف چلیا ب نہ ہو سکا اور چونکہ میرا آدمی وہاں موجود نہ تھا اس لئے میں نے وہاں بے مقصد لڑائی یہ وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھا“ — قباجا خان نے جواب دے ہوئے کہا۔

”تم رابن ہڈ کے غلام ہو — اور رابن ہڈ کا غلام کبھی فرار نہیں! مگر تم ڈر کر فرار ہو گئے — تم اس حبشی کا خاتمہ کتنے بغیر چلے آئے اب تم بتاؤ کہ تنظیم کے اصولوں کے مطابق تمہاری سزا کیا ہونی چاہیے رابن ہڈ نے مینر پر مکہ مارتے ہوئے کہا۔

”آپ کی بات درست ہے جناب! — لیکن یہ فرار ڈر کا نہ تھا — بلکہ مصلحت کے تحت تھا — اب یہی سزا کی بات آپ جو بھی چاہے سزا دیجئے — وہ مجھے قبول ہوگی“ — قباجا خان نے سر دھجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تم نے چونکہ میرے سامنے سچ بولا ہے — اور یہ فلتی تم پہلی بار سرزد ہوئی ہے اس لئے میں تمہیں معاف کرتا ہوں — لیکہ ایک بات اچھی طرح سمجھ لو کہ یہ آخری معافی ہے“ — رابن ہڈ — کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد قدرے نرم لہجے میں کہا۔

”شکریہ ماسٹر! — مجھے آپ سے یہی امید تھی — لیکن ماہ ایک بات میں کہوں گا کہ اب ہمیں پوری توجہ اس سیکرٹ سروس کی طرف

رہنی ہوگی۔ کیونکہ ان کی موجودگی میں ہم اپنے مشن میں کبھی آگے نہیں بڑھ سکتے“ — قباجا خان نے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ ”تمہاری رائے درست ہے — میرا ذہن بھی اب اسی طرف مڑ گیا ہے — اور اب مجھے خود اس سلسلے میں کارروائی کرنی پڑے گی اور میں سیکرٹ سروس کا صفایا کرنا ہوگا — بیٹھو“ — رابن ہڈ نے رلاتے ہوئے کہا اور اس نے پہلی بار سامنے کھڑے ہوئے قباجا خان کی سرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا اور قباجا خان سامنے رکھی ہوئی ایک کرسی بیٹھ گیا۔

”سنو! — میں نے دو دن کا وقت دے رکھا ہے اور اسی دو دن میں مجھے سیکرٹ سروس کا خاتمہ چاہیئے ہر قیمت پر — اس لئے ہماری کارروائی انتہائی تیز رفتار ہونی چاہیئے — لیکن اب صورت حال ہے کہ ہمیں سیکرٹ سروس کے بارے میں کچھ علم نہیں ہے — اب اس سلسلے میں لائن آف ایکشن ڈھونڈنی چاہیئے۔ ایسی لائن آف ایکشن جس سے فوری طور پر ہم سیکرٹ سروس کا خاتمہ کر سکیں“ — رابن ہڈ نے کہا۔

”جناب! — لائن آف ایکشن تو یہی ہے کہ ہم علی عمران کو پکڑیں اس سے سیکرٹ سروس کا پتہ چلائیں — اس کے علاوہ اور کوئی رستہ نہیں ہے“ — قباجا خان نے جواب دیا۔

”تمہاری بات درست ہے — لیکن تم نے ذہانت سے کام نہیں بلکہ خود ہی براہ راست اس آدمی پر چڑھ دوڑے — اب ظاہر ہے کہ تعلق سیکرٹ سروس سے ہے تو اس نے بھی اپنے بچاؤ کے لئے

کچھ نہ کچھ انتظامات کر رکھے ہوں گے۔ اور وہی ہوا۔ وہ تو البتہ تم اپنے تین آدمی صالح کر بیٹھے۔ رابن ہڈ نے بڑے ذہانز لہجے میں کہا۔ اس وقت وہ پہلے کی طرح جذباتی، وحشی اور پاگل سا نظر نہ آ رہا تھا بلکہ اس کی آنکھوں میں ذہانت کی چمک ابھر آتی تھی چہرے سے بھی وہ کوئی فلاسفر یا آدمی نظر نہ آ رہا تھا۔ اس کی یہی حقہ تھیں جس کی وجہ سے وہ دنیا میں سب سے خطرناک مجرم سمجھا جاتا کیونکہ وہ گرگٹ کی طرح رنگ بدلنے کا ماہر تھا۔ اس کی ہر خصوصیت انتہائی انتہا پر پہنچ جاتی تھی۔

جب وہ ذہانت کی پٹری پر چڑھتا تو پھر اس جیسا ذہین آدمی نہ ہوتا۔ وہ باریک ترین باتیں سوچتا اور کوئی پہلو نظر انداز نہ کرتا۔ طرح جب اس پر پاگل پن اور وحشت کا دورہ پڑتا تھا تو پھر آ جیسا بے رحم اور پاگل آدمی کوئی نہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ شدید ترین غصے باوجود وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ قباچا خان اس کا نمبر ٹو ہے اور تنظیم کو وہ کنٹرول کر رہا ہے۔ اگر اُسے مار دیا گیا تو مشن میں زبرد رکاوٹیں پڑ جائیں گی۔ اس لئے باوجود شدید غصے کے اس نے قباچا کو معاف کر دیا تھا۔

”آپ کی بات درست ہے ماسٹر!۔ واقعی مجھ سے غلطی کہ میں بغیر حالات کا جائزہ لئے اس کے فلیٹ پر چڑھ دوڑا۔“ قباچا خان نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

”اور دوسری بات یہ کہ ہو سکتا ہے انہوں نے تمہارا تعاقب کر اور اس وقت ہمارا ہیڈ کوارٹر ان کی نگاہوں میں ہو۔ تمہیں

ہے کہ تمہارے دو آدمیوں نے ایک کارولے کو زخمی کرنے کی حماقت کر ڈالی تھی۔ صرف اس بنا پر کہ وہ اس کی جیب سے چند روپے نکال لیں اور اس طرح ہمارا ہیڈ کوارٹر ٹریس ہو جانے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا لیکن دونوں کے مرجانے کی وجہ سے کسی کو کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ اور اب وہی حماقت تم نے دوہرائی ہے۔“ رابن ہڈ نے کہا۔

”ماسٹر!۔ یہ پہلو میری نظر میں تھا اس لئے میں نے حفظہ ماتقدم کے طور پر پوری پلاننگ کی تھی۔ یہاں جنرل پارکنگ میں میرے آدمیوں نے ایک کار تاڑی جو مستقل وہیں رہتی ہے۔ یہ کسی لڑٹی پلانزہ کے مالک قاسم علی تھی۔ چنانچہ میرے ایک ساتھی نے گارڈ کو قاسم علی کا سیکرٹری بن کر ٹیلیفون کیا کہ میرا دوست آرہا ہے اور اسے کار لے جانے دیں۔ ہم وہاں ٹیکسی پر گئے تھے۔ پھر میں وہ کار باہر لے آیا اور اسی کار میں ہم وہاں گئے۔ والپی پر میں نے تعاقب کا پوری طرح خیال رکھا مگر تعاقب نہ ہو رہا تھا۔ اس کے باوجود میں نے کار والپس جنرل پارکنگ میں کھڑی کی اور پیدل ہجوم میں شامل ہو کر باہر نکل آیا اور پھر خاص طور پر مختلف ٹیکسیاں بدلنے کے بعد جب مجھے مکمل یقین ہو گیا کہ میرے پیچھے کوئی نہیں ہے تو میں یہاں آیا۔“ قباچا خان نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

اور اس کی تفصیل سن کر رابن ہڈ کے چہرے پر اطمینان کے آثار ابھر آئے۔

”گڈ!۔ یہ تم نے بہت اچھا کیا۔ پہلے سے طے شدہ حفاظتی تدابیر بہت اچھی رہتی ہیں۔ بہر حال اب ہمارے سامنے مسئلہ

علی عمران کو اغوا کرنے کا ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ میں شخص کو کسی بھی صورت ہیڈ کوارٹر میں نہیں لاسکتا۔ اس لئے بات یہ کہ ایک کرائے کی کوٹھی کا بند و بست کیا جائے جسے عارضی کوارٹر کے طور پر استعمال کیا جاسکے۔ اور اس قسم کی تمام کارروائیاں ہونی چاہئیں۔ رابن ہڈ نے کہا۔

”ہم نے شہر میں ایسے تین عارضی ہیڈ کوارٹر بنا رکھے ہیں مار قباچا خان نے جواب دیا۔

”اوہ ویری گڈ! — واقعی تم میرے نمبر ٹو بننے کے اہل ہو۔“

رابن ہڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ لیکن اس کے چہرے کی ساخت تھی کہ وہ مسکراتے ہوئے بھی یوں محسوس ہوتا جیسے کوئی بھیڑیا غرارہ۔

”اب سنو! — تم کسی آدمی کو اس فلیٹ میں بھیجو کسی بھی روم میں۔ وہ وہاں جا کر ٹیلی ٹیپ فکس کر آئے۔ اس سے ہمیں وہ رہنے والوں کی تمام گفتگو کا پتہ چل جائے گا۔“ پھر جیسے ہی علی اس ٹیلی ٹیپ کے ذریعے ٹرلیں ہو۔ اُسے وہاں سے اغوا کر۔ کسی بھی عارضی ہیڈ کوارٹر میں لے جایا جائے اور وہاں اس سے پوچھا کی جاتے۔ جب سیکرٹ سروس کا پتہ لگ جاتے تو پوری تنظی قوت بیک وقت لگا کر اسے ختم کر دیا جاتے۔“ رابن ہڈ نے دیتے ہوئے کہا۔

”آپ کی تجویز بے حد اچھی ہے ماسٹر! — لیکن ہو سکتا ہے دیکھ بھی وہ علی عمران فلیٹ میں نہ آئے۔ اس طرح ہمارا وقت ضائع اس لئے کیوں نہ اس جیٹی کو اغوا کر کے لایا جائے اور اس سے اپ

ساتھیوں کا انتقام لینے کے ساتھ ساتھ علی عمران کا پتہ بھی لگایا جاتے۔“

قباچا خان نے تجویز پیش کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں! — تمہاری بات درست ہے۔ لیکن جیسے آدمی تم انہیں بنا رہے ہو۔ یہ لوگ جبراً یا آسانی سے اغوا نہیں ہو سکتے۔ ان کے لئے سائنسی حربے استعمال کرو۔ اس فلیٹ میں ریڈیو مٹری گیس کو پھیلا دو۔ اس کے بعد ان کا اغوا آسان ہو جائے گا۔“ رابن ہڈ نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے جناب! — میں انہیں اغوا کر کے عارضی ہیڈ کوارٹر لے جاؤں گا۔ اور اگر آپ بھی اس پوچھ گچھ میں شریک ہونا چاہتے ہیں تو میں آپ کو اطلاع کر دوں گا۔“ قباچا خان نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”میں اس وقت مداخلت کروں گا جب حالات تم سے باہر ہو جائیں۔“ ورنہ میرے نمبر ٹو کو اتنا کام خود کرنا چاہیے کہ دو روز کے اندر اندر وہ سیکرٹ سروس کا خاتمہ کر کے مجھے اطلاع دے۔“

رابن ہڈ نے اس بار قدرے غصیلے لہجے میں کہا۔ اس کی آنکھوں سے ذہانت کی چمک تیزی سے زائل ہوتی جا رہی تھی اور ایک بار پھر وحشت اور بربریت کی سُرخ چھان لگی تھی۔

”اوہ کے ماسٹر! — آپ کے احکام کی تعمیل ہوگی۔“ قباچا خان نے جلدی سے جواب دیا اور پھر وہ تیزی سے دروازے سے باہر چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد رابن ہڈ نے میز کی دراز سے ایک چھوٹا سا ڈبہ نکال کر باہر رکھ لیا۔ ڈبے پر دو چار عجیب ساخت کے بٹن نصب تھے

اور ہر بٹن کے اوپر ایک چھوٹا سا بلب موجود تھا۔ رابن ہڈ نے ایک دبایا تو بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگا۔ چند لمحوں بعد بلب سبز ہو گیا مسلسل جلنے لگا۔

”پنہتر فرام دس اینڈ اور“۔۔۔۔۔ بلب مسلسل جلتے ہی ایک کرخت سی آواز ڈبے سے برآمد ہوئی۔

”رابن ہڈ۔ اور“۔۔۔۔۔ رابن ہڈ نے غراتے ہوئے کہا۔
 ”لیس ماسٹر۔ اور“۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے بولنے والے کا لہجہ مودبانہ ہوگا
 ’نمبر نو قبا چاکھان کو میں نے ایک اہم مشن سونپا ہے۔ تم نے اس نگرانی کرنی ہے۔ اور اگر حالات بگڑنے لگیں تو میری طرف سے تمہارے ہر طرح کی کارروائی کرنے کا اختیار ہے۔ مگر امیر حبشی سے پہلے آئے بغیر مداخلت نہیں کرنی۔ اور“۔۔۔۔۔ رابن ہڈ نے ہدایات دیتے ہوئے
 ”ہم اپنے فرائض سمجھتے ہیں ماسٹر۔ اور“۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے جواب دیا گیا۔

”اور اینڈ آل“۔۔۔۔۔ رابن ہڈ نے کہا اور ڈبے کا بٹن آف کر کے اُسے واپس میز کی دراز میں رکھ دیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان۔ آثار نمایاں ہو گئے تھے۔ اور پھر اس نے میز کے خانے سے شراب کی بوتلیں نکال کر میز پر رکھتی شروع کر دیں۔

عمران نے جنرل پارکنگ سے باہر نکل کر ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھتا ہوا گیا۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھا کہ اُسے جیب میں ٹوں ٹوں کی آواز سنائی دی۔ وہ سمجھ گیا کہ ٹائیکر کال کر رہا ہے۔ وہ تیزی سے مرکزہ نزدیکی گلی میں ہٹا چلا گیا۔ گلی آگے جا کر بند ہو جاتی تھی اس لئے گلی میں کوئی آمد و رفت نہ تھی۔ عمران نے ایک ستون کی آڑ میں ہو کر جیب سے بی ٹوٹر انجیئر نکالا اور اس کا ٹین آن کر دیا۔

”ہیلو۔۔۔۔۔ عمران سپیکنگ۔ اور“۔۔۔۔۔ عمران نے کہا۔
 ”ٹائیکر بول رہا ہوں جناب!۔۔۔۔۔ فلیٹ درست حالت میں ہے صرف اس کا کواٹریم لگنے سے ٹوٹ چکا ہے۔“۔۔۔۔۔ جو زف اور جوانا دونوں نے لاشوں کو عقبی باغ میں پھینک دیا ہے جہاں پولیس پہنچ چکی ہے اور اب لاشوں کے بارے میں تحقیقات کر رہی ہے۔۔۔۔۔ جوانا کی ناک پر چوٹ آئی ہے اور لیس۔ اور“۔۔۔۔۔ ٹائیکر نے ریپورٹ دیتے

ہوئے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ یہ جو انا بے کار آدمی ہے۔ صرف افراد کو ختم کرتے ہوئے چوٹ کھا بیٹھا ہے۔ اور“ — عمران۔

براسا منہ بناتے ہوئے کہا۔

”جناب! — یہ چوٹ اُسے کواڑاٹنے سے لگی ہے۔ اور نے لڑائی میں کوئی چوٹ نہیں کھائی۔ اور“ — ٹائیگر نے جواب ہوئے کہا۔

”اوہ! — چلو پھر ٹھیک ہے۔ مگر تم نے یہ معلومات کیے حاصل کی ہیں — کیا تم فلیٹ پر گتے تھے۔ اور“ — عمران نے پوچھا۔

”نہیں جناب! — میں عقبی دروازے سے اوپر گیا تھا اور میرا چھپ کر جوزف اور جو انا کی باتیں سنی ہیں — تب مجھے یہ معلوما حاصل ہوئی ہیں۔ میں ان کے سامنے نہیں آیا۔ اور“ — ٹائیگر نے جواب دیا۔

”او۔ کے! — تم ایسا کرو کہ فلیٹ کی نگرانی جاری رکھو۔ مجھے یقیناً دوسرا وار کریں گے۔ وہ اس بار میرے ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ لیکن اب میں خود وہاں موجود رہوں گا۔ جلدی سے اغوا ہونے کی کوشش کروں گا۔ ورنہ تو اس آلکھچہ میں وقت ضائع ہو جائے گا۔ اور“ — عمران نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے جناب! — میں آپ کی نگرانی کروں گا۔ مگر بوقت ضرورت مجھے مداخلت کی اجازت ہے۔ اور“ — ٹائیگر نے

اشتیاق آمیز لہجے میں کہا۔

”نہیں! — تم نے صرف نگرانی کرنی ہے۔ اگر حالات مداخلت کے پیدا ہو جائیں تو ایکسٹو کو اطلاع کر دینا اور بس۔ اور“ — عمران نے جواب دیا۔

”بہتر جناب۔ اور“ — ٹائیگر نے جواب دیا اور عمران نے اور اینڈ آل کہہ کر ٹرانسمیٹر آف کر کے اُسے جیب میں رکھا اور دوبارہ سڑک پر آکر ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد ٹیکسی نے عمران کو اس کے فلیٹ پر پہنچا دیا اور وہ ٹیکسی کو فارغ کر کے سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا۔

”اوہو! — تم دونوں زندہ سلامت موجود ہو۔ مگر اس دروازے کا کباڑا کرا دیا تم نے۔ سو پر فیاض تو فوراً مجھ پر چڑھ دوڑے گا۔ عمران نے اندر داخل ہوتے ہی بگڑے ہوئے لہجے میں کہا۔

”ماسٹر! — یہ ساری کارستانی جو انا کی ہے۔ اس نے ایک آدمی کو بھاگنے کا موقع دے دیا۔ اور مجرم نے نیچے سے ہم پھینک کر دروازہ تباہ کر دیا۔ ماسٹر! میرا کوئی قصور نہیں ہے۔“ — جوزف نے فوراً ہی اپنی پوزیشن بچاتے ہوئے کہا۔

”مگر ماسٹر! — تم نے خود ہی کہا تھا کہ کم از کم ایک اپنے قدموں پر چل کر جاتے۔ اس لئے میں نے اُسے چھوڑ دیا ماسٹر۔“ — جو انا نے فوراً ہی جواب دیا۔

”تم نے اچھا کیا۔ مگر جوزف نے کیا کیا — اتنا تو کرتا کہ یہ دروازے کی جگہ خود کھڑا ہو جاتا — کم از کم دروازہ تو پرچ جاتا۔“

عمران نے برا سامنہ بنا کر صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
"مگر ماسٹر! میں تو مر جاؤں۔ جوزف نے کھیا تے

لہجے میں کہا۔
"تو کیا آفت ٹوٹ پڑتی۔ اب تم ڈنڈ بیٹھکین نکالتے ہو۔
مرو گے۔ چلو ہو جاؤ شروع۔ جب تک موت نہ آئے ڈنڈ بیٹھا
نکالتے رہو۔" عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
"مم۔ مم۔ ماسٹر! گاڈ سیک معاف کر دو۔" جوزف
چہرہ عمران کو سنجیدہ ہوتے دیکھ کر دھواں دھواں ہو گیا۔ وہ اٹھ
کھڑا ہو گیا تھا۔

"شروع ہو جاؤ۔" عمران نے پہلے سے زیادہ سخت ہر
میں کہا۔

"مم۔ مم۔ ماسٹر۔" جوزف نے رو دینے والے لہجے
کچھ کہنا چاہا۔ مگر عمران کی آنکھوں میں سختی دیکھ کر وہ فقرہ بھی منہ
نہ کر سکا اور پھر اس نے تیزی سے ڈنڈ نکالنے شروع کر دیے۔
"ہاں تو جو انا!۔ اب تم بتاؤ کہ تم نے ان تینوں کی لاشوں
تلاشی لی۔" عمران اب جو ان سے مخاطب ہوا۔

"یس ماسٹر!۔ مگر ان سے کچھ برآمد نہیں ہوا۔" جو انا
بڑی مستعدی سے جواب دیا۔ وہ جوزف کا حشر دیکھ رہا تھا۔
"ان کے بازو اور دوسرا جسم ٹولا کہ کوئی بیج موجود ہو۔" عمران
نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"نن نن۔ نہیں ماسٹر!۔ ہم نے صرف جیبوں کی ہی تلاشی

تھی۔" جو انا نے گھبرا کر جواب دیا۔

"تو تمہارا کیا خیال تھا کہ مجھ پر اپنی جیبوں میں تمہارے لئے اپنی
بوری تفصیل ڈال کر آتے۔" عمران کا لہجہ یکدم بید سخت ہو گیا۔
"مم۔ مم۔ ماسٹر!۔ میں نے تو ایسا سوچا بھی نہ تھا۔" جو انا
سیا دیو عمران کے سامنے یوں ہیکلارہا تھا جیسے کوئی چٹریا عقاب کو
دیکھ کر موت کے خوف سے کانپنا شروع ہو جاتی ہے۔
"چلو۔ تم بھی شروع ہو جاؤ۔ ایک ہزار ڈنڈ نکالو۔" عمران
لے سخت لہجے میں کہا۔

"مم۔ مم۔ ماسٹر۔" جو انا نے بوکھلا کر کہا۔ اُسے پہلی بار منراہل
ہی تھی۔

"دو ہزار ڈنڈ۔" عمران کا لہجہ اور زیادہ سخت ہو گیا اور جو انا اچھل
کھڑا ہو گیا۔ اُسے پتہ چل گیا کہ اگر اس نے حکم کی تعمیل میں ذرا بھی
رکے تو تعداد بڑھتی ہی جاتے گی۔

"بب۔ باس!۔ میں کتنے ہزار ڈنڈ نکالوں۔" جوزف نے
سلسل ڈنڈ نکال رہا تھا بانپتے ہوئے پوچھا۔

"شٹ اپ!۔ ڈنڈ نکالے جاؤ۔" عمران نے اُسے جھڑکتے
تے کہا اور پھر وہ چند لمحے ان دونوں کو ڈنڈ نکالتے دیکھتا رہا پھر اٹھ
پچھلے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ جب وہ کمرے سے باہر نکلا تو اس کے
رے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ واپس آیا تو کمرہ دونوں کے بانپنے کی
ازوں سے گونج رہا تھا۔ دونوں پسینے پسینے ہو رہے تھے لیکن مسلسل

ڈنڈ نکال رہے تھے۔

اب تو یوں لگ رہا تھا کہ جیسے دونوں ایک دوسرے کے مقابلے میں ڈنڈ نکال رہے ہوں۔

”بب۔۔۔ باس۔۔۔“ جوزف کی حالت بے حد خراب تھی۔ اس نے بڑی طرح ہانپتے ہوئے کہا۔

جب کہ جوانا بالکل خاموش تھا۔ وہ بس ڈنڈ نکالے چلا جا رہا تھا۔ لیکن حالت اس کی بھی پتلی ہو رہی تھی۔

عمران نے جوزف کو کوئی جواب نہ دیا اور خاموشی سے صوفے پر بیٹھ گیا۔

عمران کی پشت دروازے کی طرف تھی۔ جب کہ جوانا اور جوزف دونوں دروازے کی طرف منہ کئے مسلسل ڈنڈ نکال رہے تھے۔

دونوں کی آنکھیں بند تھیں اور وہ بس ڈنڈ نکالے چلے جا رہے تھے۔ کمرے میں صرف ان دونوں کے ہانپنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

انہیں معلوم تھا کہ اب ان کو باس کی طرف سے دی گئی سزا کرنی ہوگی۔ اس لئے وہ مسلسل خاموشی سے ڈنڈ نکال رہے تھے۔

عمران خاموشی سے دروازے کی طرف پشت کئے ان دونوں ڈنڈ نکالتے دیکھ رہا تھا۔ اچانک اُسے اپنی پشت پر ہلکی سی آہٹ

دی۔ وہ تیزی سے مڑا۔ مگر دوسرے لمحے ایک دھماکہ سا ہوا اور کہ

میں نیلے رنگ کا دبیز دھواں بھرتا چلا گیا اور وہ دونوں دھماکہ ہو۔ ہی پول پٹ سے گرے جیسے کٹے ہوئے درخت گرے ہیں۔

دوسرے لمحے عمران بھی لڑکھڑاتا ہوا صوفے سے نیچے جاگرا۔

ان تینوں کے نیچے گرتے ہی فلیٹ میں پانچ چھ افراد داخل ہوئے۔ ان سب نے اپنے چہرے رومالوں سے ڈھانپ رکھے تھے اندر داخل

ہوتے ہی انہوں نے انتہائی تیزی سے ان تینوں کو اٹھالیا۔ جوزف اور جوانا کو دو دو آدمیوں نے مل کر اٹھایا جب کہ عمران کو

ایک آدمی نے اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا۔ اور پھر وہ سجلی کی سی تیزی سے فلیٹ سے باہر نکل کر سیڑھیاں اترتے چلے گئے۔

سیڑھیوں کے پاس ہی ایک دیگن نما گاڑی موجود تھی جس کی سائیڈ بالکل سیڑھیوں کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ باقی افراد نے تیزی سے

س سائیڈ کا دروازہ کھولا اور عمران، جوزف اور جوانا کو انتہائی پھرتی سے دیگن میں ڈال دیا گیا۔ اور پھر باقی افراد بھی اندر داخل ہو گئے اور

دوسرے لمحے دیگن ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور مڑ کر سڑک پر دوڑتی چلی گئی۔

بعد ہی وہ سب نیچے اترتے دکھائی دیتے۔ ان کے ایک کے کا ندھے پر عمران لدا ہوا تھا جب کہ دودو آدمیوں نے جوزف اور جونا کو اٹھایا ہوا تھا۔

وہ تینوں بیہوش تھے اور ٹائیگر کے لبوں پر مسکراہٹ تیرنے لگی۔ وہ دل ہی دل میں عمران کی ذہانت پر عیش عیش کر اٹھا۔ کیونکہ عمران کا نظریہ بالکل درست ثابت ہوا تھا۔ مجرموں نے پہلی ناکامی کے بعد دوسرا وار فوراً ہی کیا تھا اور ٹائیگر جانتا تھا کہ عمران جان بوجھ کر بیہوش ہوا ہوگا۔ جیسے اس نے کہا تھا کہ اب وہ اغوا ہونے کی کوشش کرے گا۔ ورنہ وہ اتنی آسانی سے مار کھانے والوں میں سے نہ تھا۔

عمران اور اس کے ساتھیوں کو مجرموں نے تیزی سے وگن میں منتقل کیا اور دوسرے لمحے وگن سڑک پر دوڑنے لگی۔

ٹائیگر جانتا تھا کہ یہ سڑک سیدھی آگے جا کر ایک چوک پر پہنچے گی۔ اور اُسے فاصلے اور وگن کی سپیڈ کا بھی اندازہ تھا اس لئے اس نے کار آگے بڑھائی اور پھر وگن کا تعاقب کرنے کی بجائے وہ مخالف سمت میں کار دوڑاتا چلا گیا۔

ذرا سا آگے بڑھ کر ٹائیگر نے ایک سائیڈ روڈ پر اپنی کار موڑی اور دوسرے لمحے وہ اُسے انتہائی رفتار سے آگے بڑھاتا چلا گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ یہ سڑک اسی چوک پر ختم ہوگی۔ اور اس طرح وہ وگن والوں کو شہرے کا موقع دیتے بغیر ان تک پہنچ جاتے گا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ اغوا کنندگان وہاں سے چلتے ہوئے بید چوکے ہوں گے لیکن جب چوک تک انہیں تعاقب کا احساس نہ ہوگا تو پھر وہ قد سے مطمئن ہو جائیں گے۔

ٹائیگر اپنی کار لئے فلیٹ سے تھوڑی دور ایک پارکنگ کے نیچے موجود تھا۔ وہ سٹیئرنگ پر بیٹھا ہوا فلیٹ پر نظریں جماتے ہوا تھا۔ عمران اس کے سامنے ہی اتر کر اوپر چڑھا تھا۔ عمران ٹیکسی پر آٹائیگر خاموش بیٹھا رہا۔ اس کا انداز ایسا ہی تھا کہ جیسے وہ کسی انتظار کر رہا ہو۔

پھر تھوڑی دیر بعد اس نے ایک وگن کو فلیٹ کے سامنے رُک دیکھا تو وہ چونک پڑا۔ وگن رکتے ہی تیزی سے مڑی اور اس کا حصہ سڑھیوں کے ساتھ لگتا چلا گیا۔ پھر وگن کے دروازے کھلے اور میں سے چھ افراد باہر نکلے۔ باقی سب تو سڑھیوں کے پاس رُک گئے ایک دے پاؤں اوپر چڑھتا چلا گیا۔ چونکہ سڑھیوں کی سڑک والی سائیہ جالی دار تھی اس لئے ٹائیگر دور بیٹھا تمام کارروائی بخوبی دیکھ رہا تھا۔ چند لمحوں بعد باقی سب بھی اوپر چڑھتے چلے گئے اور پھر چند لمحوں

ٹائیگر کار دوڑاتا ہوا مقوڑی دیر بعد اس چوک پر پہنچ گیا اس۔
گھڑی پر دقت دیکھا اور پھر کار کو ایک طرف درخت کی آڑ میں رکا
دیا۔

اسی لمحے ٹائیگر کو وگن اسی سمت سے آتی ہوئی دکھائی دی ا۔
پھر وہ چوک پر پہنچ کر تیزی سے مضافات کی طرف جانے والی سڑک
مڑتی چلی گئی۔ چونکہ اس سڑک پر بھی اچھی خاصی ٹریفک تھی اس۔
ٹائیگر نے اطمینان سے سر ہلاتے ہوئے کار وگن کے تعاقب میں ا
دی۔ وہ خاصا فاصلہ دے کر وگن کا تعاقب کر رہا تھا۔ چونکہ اس
آگے اور وگن کے پیچھے چھ سات کاریں چل رہی تھیں اس لئے ا
اطمینان تھا کہ مجرموں کو تعاقب کا شبہ نہ ہوگا۔
مضافات کی سڑک کا اختتام نیوٹاؤن پر ہوتا تھا۔ لیکن نیوٹاؤ
کی عمارتوں کا سلسلہ شروع ہونے سے پہلے ہی وگن ایک بائی روڈ
سڑک اس کی نظروں سے غائب ہو گئی۔

ٹائیگر نے کار کی سپیڈ بڑھا دی اور پھر جب وہ اس بائی روڈ
سے پر پہنچا تو اس نے تیزی سے کار ادھر ہی موڑ دی سڑک د
دور تک صاف پڑی ہوئی تھی۔ ٹائیگر اپنی کار آگے بڑھاتا چلا گیا۔ ا
پھر اچانک اس نے پوری قوت سے بریک لگا دیتے۔ کیونکہ اسنے د
درختوں کے نیچے وگن کو کھڑے دیکھ لیا تھا۔ اس پاس کوئی عمارت
نظر نہ آرہی تھی۔ اس لئے ٹائیگر مشکوک ہو گیا۔ بہر حال اس نے کار
ایک طرف روکا اور پھر دروازہ کھول کر باہر پھلانگ لگا دی۔ دوسرے
لمحے وہ تیزی سے دوڑتا ہوا وگن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وگن کے

کھڑے ہونے کا انداز بتا رہا تھا کہ اسے خالی چھوڑ دیا گیا ہے۔ لیکن پھر
مران اور اس کے ساتھی کہاں گئے۔ اتنی جلدی تو انہیں غائب نہ
لیا جاسکتا تھا۔

ٹائیگر بھاگتا ہوا وگن کے قریب پہنچا اور پھر ٹھٹھک کر رُک گیا۔
وگن واقعی خالی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ جب کہ
وگن کا پچھلا حصہ بند تھا۔ اس لئے ٹائیگر نے تیزی سے سائیڈ کا دروازہ
بولا اور اندر جھانکا۔ لیکن پچھلا حصہ بھی خالی پڑا ہوا تھا۔

اب تو محاوراً ہی نہیں بلکہ حقیقتاً ٹائیگر کے ہاتھوں کے طوطے
گئے۔ مجرم اسے زبردست ڈارج دے گئے تھے۔ یہاں چونکہ قریب
نی عمارت نہ تھی اس لئے ظاہر ہے کہ مجرموں نے مران اور اس کے
مقیوں کو کہیں پیچھے ہی کسی اور گاڑی میں منتقل کر دیا ہوگا اور یہ
اس راستے میں ہی سرانجام دے دیا ہوگا۔ جو چوک تک پہنچتا تھا او
یگر صرف شبہ نہ ڈالنے کے چکر میں مار کھا گیا تھا۔ بہر حال وگن
آنے والا یقیناً کہیں قریب ہی ہوگا۔ اگر وہ مل جاتے تب بھی وہ
رنہ کچھ کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ بھاگتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔

سڑک آگے جا کر قدرے مڑ گئی تھی اور پھر درختوں میں غائب
ی تھی۔ مگر وہاں اس پاس کہیں بھی وہ وگن ڈرائیور نظر نہ آ رہا
۔ ٹائیگر ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا رہا۔ پھر وہ تیزی سے ایک
ست کی طرف بڑھا اور دوسرے لمحے وہ کسی بندر کی طرح انتہائی
سے درخت پر چڑھتا چلا گیا۔ اس نے سب سے بلند درخت
ب کیا تھا۔ کیونکہ اس کے خیال کے مطابق اب مجرم کو ٹریس کرنے

کا اس کے علاوہ اور کوئی راستہ باقی نہ رہ گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ درخت کی سب سے اوپر والی شاخ پہنچ گیا۔ اس نے شاخ پر پاؤں جما کر ادھر ادھر کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔

دور دور تک کھیتوں کا طویل سلسلہ چلا گیا تھا جس میں جوار اونچی فصل موجود تھی۔ ٹائیگر غور سے دیکھتا رہا جب ایک طرف اُچھڑنے دکھائی دیا تو اس نے دوسری طرف توجہ کی اور پھر ادھر دیکھا ہی وہ چونک پڑا۔ اُسے دور کھیتوں کے درمیان پگڈنڈی پر ایک تیز تیز قدم اٹھاتا چلتا نظر آیا۔ اس کا رخ سڑک کی طرف ہی تھا۔ ٹائیگر نے ماتھے پر ہاتھ رکھا اور غور سے اس جانے والے آگے کو دیکھنے لگا۔ دوسرے لمحے وہ اُسے پہچان گیا۔ جانے والا اپنے قدم و قامت اور رنگ سے کوئی غیر ملکی ہی دکھائی دے رہا تھا۔ اُسے سمجھ گیا کہ یہی اس کا مطلوبہ آدمی ہے۔ اس نے اس کا اور سڑک کے فاصلے کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔

مجرم چکر کاٹ کر کھیتوں کے درمیان سے ہو کر سڑک پر جا اس لئے ابھی سڑک اور اس کے درمیان خاصا فاصلہ موجود تھا اس لئے ٹائیگر تیزی سے نیچے اترنے لگا۔ حتی الامکان تیزی سے نیچے اترتا ہوا وہ زمین پر آیا اور پھر بھاگتا ہوا اپنی کار تک پہنچا۔ دُلمحے کار ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھی اور پھر کسی لٹو کی طرح گھومتی گئی۔ ٹائیگر نے اس کا رخ واپس سڑک کی طرف کیا اور دوسرے وہ پوری سپیڈ سے کار کو بھاگتا ہوا سڑک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

سڑک پر پہنچ کر ٹائیگر نے کار کا رخ دائیں طرف موڑ دیا جدھر اس غیر ملکی نے کھیتوں سے نکل کر سڑک پر پہنچا تھا۔ وہ خاصی رفتار سے کار دوڑاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا اور پھر اُسے دور سے ہی وہی غیر ملکی بڑے مطمئن انداز میں سڑک پر کھڑا نظر آیا۔ وہ کاروں کو لفٹ کے لئے روکنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن کاریں تیزی سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھیں۔ اس مشینی زندگی میں کون رک کر اپنا وقت ضائع کرتا۔

لیکن ٹائیگر کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ کیونکہ اسے تو بہر حال رُکنا تھا۔ اور پھر جیسے ہی ٹائیگر کی کار اس کے قریب پہنچی، غیر ملکی نے حسبِ عادت لفٹ مانگنے کے لئے ہاتھ اٹھایا اور ٹائیگر نے کار اس کے قریب جا کر روک دی۔

”تھینک یو سر! — مجھے نیوٹاؤن جانا ہے۔ اگر آپ تکلیف کریں تو“ — غیر ملکی نے بڑے نرم اور مسکراہٹ بھرے لہجے میں ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”مجھے بچہ خوشی ہو گی جناب — آئیے“ — ٹائیگر نے حقیقتاً بڑے پُر خلوص لہجے میں کہا اور سائیڈ کا دروازہ کھول دیا۔ غیر ملکی تیزی سے ساتھ والی سیٹ پر بیٹھ گیا اور ٹائیگر نے کار آگے بڑھا دی۔

”آپ یہاں کھیتوں والی جگہ پر بغیر کار کے کیسے پہنچ گئے؟“ — ٹائیگر نے پوچھا۔

”یہاں سے تھوڑی دور میری کار خراب ہو گئی — میں ایک پارٹی سے ملنے گیا تھا اس کا زرعی فارم ہے۔ وہ نہیں ملا اور کار بھی خراب ہو گئی“ — غیر ملکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”اوہ! آپ کو تو بے حد تکلیف ہوتی ہوگی“ ٹائیگر نے یوں سر ہلاتے ہوئے کہا جیسے اُسے واقعی اس غیر ملکی کی تکلیف پر لیشانی ہوتی ہو۔
جی ہاں۔ تکلیف تو ہوتی ہے۔“ غیر ملکی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اس وقت ٹائیگر کی کارنیوٹاؤن کالونی میں داخل ہو چکی تھی اور اُسے تیز رفتاری سے دوڑاتے چلا جا رہا تھا۔
”آپ نے کہاں جانا ہے“ ٹائیگر نے پوچھا۔

”مجھے آپ چوک پر اتار دیجئے۔ تاکہ میں وہاں سے کسی متری کو جاکر کار درست کرا سکوں۔“ غیر ملکی نے جواب دیا۔

اور ٹائیگر نے سر تو ہلا دیا لیکن وہ سوچ میں پڑ گیا کہ اس طرح تو معاملہ خراب ہو جائے گا۔ اس کا اندازہ تھا کہ وہ کسی کو تھپی میں جلے تو کم از کم اس کا ٹھکانہ تو سامنے آجائے گا۔ لیکن اب ٹائیگر سمجھ گیا تھا کہ وہ چوک پر اتر کر ٹیکسی پکڑ کر واپس شہر جائے گا۔

”یہاں تو متری نہیں ملے گا۔ البتہ شہر میں مل جائے گا۔“ نے صرف ایک کیفے میں پیغام دینا ہے اس کے بعد میں واپس شہر جاؤں اگر آپ شہر جانا چاہیں تو میرے ساتھ جاسکتے ہیں۔“ ٹائیگر نے بڑے بااخلاق لہجے میں کہا۔

”منہیں شکریہ! میں خود ہی بندوبست کر لوں گا۔“ آپ مجھے پہلے چوک پر اتار دیں۔“ غیر ملکی نے جواب دیتے ہوئے کہا وہ شہر ضرورت سے زیادہ محتاط تھا۔

”اچھا آپ کی مرضی۔“ ٹائیگر نے کہا اور پھر کار کو آگے بڑھانے لے گیا۔

اب ٹائیگر کو فوری فیصلہ کرنا تھا۔ پہلا چوک ابھی ایک دو فرلانگ دور تھا اس لئے دو فرلانگوں میں ہی اس نے کچھ کرنے کا فیصلہ کیا اور پھر اچانک اس کی گاڑی کو جھٹکے لگنے لگے اور گاڑی آہستہ آہستہ رکتی چلی گئی۔

”کیا ہوا۔؟ کیا پٹرول ختم ہو گیا۔؟“ غیر ملکی نے چونک کر کہا۔
”نہیں!۔۔۔ یہ اس کی پرانی بیماری ہے۔“ فیول پیپ کبھی بھی رُک جاتا ہے۔ میں ابھی ایک منٹ میں ٹھیک کر لیتا ہوں۔“ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر انجن کا ہیڈ اٹھانے کا راڈ کھینچ کر وہ دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا اور اس نے باہر آکر انجن کا ہیڈ اٹھایا اور جھک کر اس نے انجن کے نیچے لگی ہوئی ایک چھوٹی سی بوتل کے نیچے لگے ہوئے بٹن کو دو تین بار زور سے دبایا۔ یہ اس نے اپنے طور پر انتظام کیا ہوا تھا۔

اس بوتل کا تعلق ڈیش بورڈ کے نیچے حصے سے تھا۔ بوتل میں بیہوش کر دینے والی زوداڑ گیس بھری رہتی تھی۔ جیسے ہی وہ بوتل کا بٹن دباتا بوتل سے گیس کی پھوڑا نکل کر ڈیش بورڈ سے ہوتی ہوئی کار میں پھیل جاتی اگر کار کے شیشے بند ہوں تو پھر یہ گیس ایک لمحے میں ساری کار میں پھیل سکتی تھی۔ ورنہ پہلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے افراد تو اس کی زد میں آ ہی جاتے تھے۔

اور پھر وہی ہوا۔ جیسے ہی ٹائیگر نے دو تین بار بوتل کے نیچے لگے ہوئے بٹن کو دبایا، فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ہوئے غیر ملکی کی ناک سے گیس

کی پھوار اچانک ٹکرائی اور دوسرے لمحے وہ سیٹ پر ہی ڈھیر ہوتا چلا گیا۔ ٹائیگر نے تیزی سے جھانک کر دیکھا اور پھر اس نے ایک جھٹکے سے انجن کا ہیڈ بند کیا اور سٹیرنگ کی طرف لپکا۔ کار کے چاروں شیشے چونکہ کھلے ہوئے تھے اس لئے گیس کا اثر فوراً ہی زائل ہو چکا تھا لیکن پھر بھی احتیاطاً اس نے سانس روک لیا اور پھر کار کو ایک جھٹکے سے آگے بڑھایا اور دوسرے لمحے کار مرکز واپس شہر کی طرف دوڑتے چلی گئی۔

ٹائیگر اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا۔ کار کو جھٹکے بھی اس نے جان بوجھ کر دیئے تھے تاکہ غیر ملکی کو کوئی شک نہ پڑ سکے۔ اب وہ غیر ملکی ڈیش بورڈ اور سیٹ کے درمیان دوہرا ہوا پڑا تھا۔

ٹائیگر تیزی سے کار چلاتا ہوا اسی سڑک پر آیا اور پھر اس نے کار واپس اسی سڑک پر موڑ دی جدھر غیر ملکی نے اپنی وین روکی تھی۔ دیگر اب بھی اپنی جگہ پر موجود تھی۔ چونکہ یہ جگہ ہر لحاظ سے محفوظ تھی اور کسی قسم کی مداخلت کا کوئی اندیشہ نہ تھا۔ اس لئے ٹائیگر کار ادھر ہی لے آیا تھا۔ اس نے وین سے ذرا آگے کار بڑھا کر اُسے موڑا اور پھر اس کی رُخ سڑک کی طرف کر کے وہ تیزی سے نیچے اترا اور دوسری طرف سے آکر اس نے دروازہ کھول کر بیہوش پڑے ہوئے غیر ملکی کو ایک جھٹکے سے کھینچ کر باہر ڈال دیا۔

غیر ملکی ابھی تک بیہوش پڑا تھا اور ٹائیگر جانتا تھا کہ اپنے آپ دو تین گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہیں آسکتا۔ اس نے غیر ملکی کی جیبوں کی تلاشی لی۔ اور پھر اس کی جیب میں موجود ایک کارڈ اور ریوالو

نکال کر اپنی جیبوں میں منتقل کر لئے۔ اس کے بعد وہ غیر ملکی کو اٹھا کر درختوں کے جھنڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے غیر ملکی سے پوچھ گچھ کے لئے ایک عجیب طریقہ سوچ لیا تھا۔ ایک ایسا طریقہ جو سہل بھی تھا اور خوفناک بھی۔

غیر ملکی کو اس نے درختوں کے جھنڈ کے درمیان ڈالا اور پھر تیزی سے بھاگتا ہوا وہ واپس اپنی کار کی طرف آیا۔ اس نے کار کی ڈیگی کھول کر اس میں سے نائلون کی رسی کا ایک بڑا سا گچھا اٹھایا اور واپس درختوں کی طرف بھاگتا چلا گیا۔ اس کے بعد اس کے ہاتھ تیزی سے چلنے لگے۔ اس نے غیر ملکی کے دونوں پیر رسی سے باندھ کر اسے درخت کے تنے سے مضبوطی سے باندھ دیئے اور پھر اس نے اس کا ایک سرا غیر ملکی کے بازوؤں کے درمیان سے گزار کر دوسری گانٹھ اس کے سینے پر لگائی اور اس کے دونوں بازو بھی پشت پر کر کے انہیں باندھ دیا۔ اس کے بعد وہ ایک اور درخت کی طرف بڑھا اور تیزی سے اس پر چڑھتا چلا گیا۔ اس درخت کی شاخ پہلے درخت کی طرف جھکی ہوئی تھی۔ یہ بھی اچھا خاصا مضبوط تھا۔ ٹائیگر اس کے کنارے کی طرف کھسکا چلا گیا اور درخت کا یہ تنہا اس کے وزن سے نیچے ہوتا گیا۔ ٹائیگر نے رسی کا ایک سرا اس تنے کے آخری کنارے سے مضبوطی سے باندھ دیا اور پھر نیچے چھلانگ لگا دی۔

اس کے نیچے چھلانگ لگاتے ہی جھکا ہوا تنہا تیزی سے اوپر اٹھتا چلا گیا۔ ٹائیگر نے اس رسی کا سرا جسے اس نے درخت سے باندھا تھا کھینچ کر پہلے تنے کے گرد مخصوص انداز میں لپیٹا اور پھر اس

کاسرا لپٹنے کے بعد اس نے قریبی درخت کے ساتھ باندھ دیا۔ ۱۱۔
چونکہ پورا زور لگا کر رسی کو کھینچا تھا اس لئے تنا کافی نیچے جھک آ
اور اس کے بعد ٹائیگر نے بیہوش پڑے ہوئے غیر ملکی کے بازو
اور سینے پر بندھی ہوئی رسی کو اس تنے کے ساتھ بندھی ہوئی ر
ساتھ منسلک کر دیا۔

اب غیر ملکی کی ٹانگیں تو ایک درخت کے تنے سے بندھی
تھیں جب کہ اس کے بازو اور سینہ جھکے ہوئے تنے کے ساتھ من
سے بندھ گئے تھے۔ تنے کے رد عمل کی وجہ سے غیر ملکی سر کی ط
سے ذرا سا اوپر اٹھ گیا تھا۔

اور پھر ٹائیگر نے وہ رسی پکڑی جسے اس نے تنے سے باند
اور کھینچ کر درخت کے گرد لپیٹا تھا۔ اس نے رسی کو آہستہ آہستہ ڈ
کرنا شروع کر دیا۔ اور رسی ڈھیلی ہوتے ہی جھکا ہوا تنا اپنے زور
والیں اوپر کی طرف اٹھنا شروع ہو گیا اور اس کے ساتھ بندھا ہوا
بھی سر کی طرف سے اوپر کو اٹھنے لگا۔ چونکہ اس کے سر دوسرے ڈ
کے تنے سے بندھے ہوئے تھے اس لئے جھکے ہوئے تنے کے ا
اٹھتے ہی غیر ملکی کا جسم کھینچنا شروع ہو گیا۔

ٹائیگر جانتا تھا کہ اگر وہ رسی کو یکدم چھوڑ دے گا تو تنا پوری قور
سے اوپر کو اٹھے گا اور نتیجہ یہ کہ غیر ملکی کا جسم درمیان سے کھینچ کر ٹ
چلا جائے گا۔ اس کے جسم کی ایک ایک رگ ٹوٹ جائے گی اور وہ بو
درمیان سے دو حصوں میں تقسیم ہو جائے گا جیسے ربڑ کھینچ کر ٹوٹا۔
یہ خوفناک طریقہ اس نے افریقی قبائل میں دیکھا تھا۔ وہ اس طریقے

اپنے مجرموں سے پوچھ گچھ بھی کرتے تھے اور انہیں سزا بھی دیتے تھے
یہ سزا اتنی خوفناک ہوتی تھی کہ یوں لگتا تھا جیسے روح بھی ربڑ کی طرح
کھینچی چلی جا رہی ہو۔ اس طریقے سے تو مجسمے بھی بولنے پر مجبور ہو جاتے
تھے۔ ٹائیگر کو معلوم تھا کہ یہ غیر ملکی، بین الاقوامی مجرموں کی تنظیم سے
تعلق رکھتا ہے اس لئے اس پر عام تشدد کے طریقے فضول ثابت ہوں
گے اور پھر ٹائیگر کے پاس اتنا وقت بھی نہ تھا کہ وہ لمبا پوڑا تشدد کر کے
اور لڑائی لڑ کر غیر ملکی سے راز اگلائے۔ اب تو صرف اسے رسی ڈھیلی
کر فی تھی اور غیر ملکی بے بسی کے عالم میں خود ہی سب کچھ بتا دیتا۔ وہ رسی
ڈھیلی کرتا گیا اور غیر ملکی کا جسم تیزی سے تننا چلا گیا۔

غیر ملکی ابھی تک بیہوش تھا لیکن ٹائیگر جانتا تھا کہ جب اس کا جسم
کھینچنا شروع ہوگا تو تکلیف کی شدت کی بنا پر وہ خود بخود ہوش میں آجائے
گا۔ چنانچہ وہ رسی کو آہستہ آہستہ ڈھیل کرنا چلا گیا اور غیر ملکی کا جسم اب ذرا
سا کھینچنے لگا۔

اور پھر جیسے ہی ٹائیگر نے رسی کو ذرا سا اور ڈھیلایا، غیر ملکی کے
شکم میں حرکت پیدا ہوئی اور پھر اس کے منہ سے چیخ سی نکلی گئی اور اس
نے تڑپ کر آنکھیں کھول دیں۔ چونکہ ٹائیگر درخت کے تنے کے قریب
ٹھکا تھا اس لئے غیر ملکی کا چہرہ اسے صاف نظر آ رہا تھا۔ غیر ملکی کی نظر
بھی آنکھیں کھلتے ہی ٹائیگر پر پڑی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے۔۔۔ آہ۔۔۔“ غیر ملکی نے خوفزدہ لہجے
پس کہا۔ اس کے چہرے پر شدید حیرت کے آثار ابھر آئے تھے۔ کیونکہ
وہ کار کی سیٹ پر بیہوش ہوا تھا اور اب رسیوں سے بندھا فضا میں

اب تو غیر ملکی میں تکلیف کی شدت سے پھیننے کی بھی ہمت نہ رہی وہ
طرح پھڑکنے لگا۔

”قباچا خان کو پتہ ہوگا۔۔۔ مجھے نہیں پتہ۔۔۔ مجھے نہیں پتہ
 سچ کہہ رہا ہوں۔“ غیر ملکی نے چنچتے ہوئے کہا۔
 ”قباچا خان کون ہے۔۔۔ جلدی بناؤ۔“ ۶ ٹائیگر نے رسی کو
 اچھڑا دیا کیا تو غیر ملکی اور زیادہ تڑپنے لگا۔
 ”راہن ہٹ چیف باس کا نمبر تو۔“ غیر ملکی نے پھر کہتے ہوئے
 راستے ہوتے جواب دیا۔

”مجھے نہیں معلوم — مجھے نہیں معلوم — میں سچ کہہ رہا ہوں۔“

بلی نے کہا اور ٹائیگر نے غصے میں رسی کو ذرا سا اور ڈھیلا کر دیا۔

اب تو غیر ملکی کی چیخیں آسمان پہاڑ نے لگیں۔ اس کی آنکھیں ابل

تھیں اور ٹائیگر کو محسوس ہوا کہ اگر وہ تھوڑا سا وقت بھی اور اسی حالت

رہا تو مر جائے گا۔ اس لئے اس نے رسی کو واپس کھینچا اور غیر ملکی

پھر کاؤ میں کمی آگئی۔ لیکن اب بھی وہ بہت بُری حالت میں تھا۔

جلدی تباؤ — ہیڈ کوادر کہاں ہے — جلدی — ورنہ اس بار

تت۔ تت۔ تم کون ہو۔ کیا چاہتے ہو۔
 نے بڑی طرح رٹ پٹے اور چخیں مارتے ہوئے کہا۔
 ”ابھی نہیں!۔ ابھی ذرا لطف اٹھاؤ۔“ ٹائیگر نے
 دیر سی اور جھوڑ دی۔

”روکو۔ رکو!۔ خدا کے لئے اس تکلیف کو روکو۔“
جان نکل رہی ہے۔“ غیر ملکی نے پانی سے باہر نکلی ہوئی
طرح فضا میں تڑپتے ہوئے کہا۔

اوہ — اوہ — میں مر جاؤں گا — اوہ — مجھے نہیں
 مجھے نہیں معلوم — غیر ملکی نے بُری طرح پیچھے ہوتے کہا
 "نہ تاؤ — مر جاؤ —" ٹائیگر نے سرد ہلچے میں کہا اور
 نے رسی کو اور ڈھیلہ کر دیا۔

جو تمہارا حشر ہوگا۔۔۔ وہ تمہارے تصور سے کہیں زیادہ بُرا ہوگا۔
نے کمرخت ہلچے میں کہا۔

"انتقام۔۔۔ رابن ہڈ میرا انتقام لے گا۔۔۔ میں اس کا غلا
وہ میرا انتقام لے گا"۔۔۔ اچانک غیر ملکی نے سر ہاتے ہوتے
اس کے جبرے تیزی سے چل رہے تھے۔ دوسرے لمحے اس کا سر
ڈھلکتا چلا گیا۔

ٹائیگر نے تیزی سے رسی کو ڈھیلا کیا مگر غیر ملکی کا جسم بے
ہو چکا تھا۔ اس کے منہ سے نیلے رنگ کے بلبے نکلتے دیکھ کر ٹائیگر
ایک طویل سانس لی۔

غیر ملکی ختم ہو چکا تھا۔ اس کے منہ سے نیلے بلبے نکلتے دیکھ کر
سمجھ گیا تھا کہ غیر ملکی نے نہ ہر کھالیا ہے، اس کے دانت میں یقیناً ز
کیسول موجود تھا۔

ٹائیگر کا مشن فیل ہو گیا تھا۔ وہ کچھ بھی حاصل نہ کر سکا تھا اسے
یہ خیال ہی نہ تھا کہ غیر ملکی اس طرح خودکشی کرے گا۔ بہر حال اس
تیزی سے رسی کھینچی اور پھر اسے تنے سے باندھ دیا۔ اب لاش
تکلیف دینا اس کے خیال میں زیادتی تھی اور پھر اس نے بازوؤں
رسی کھول دی اور غیر ملکی کی لاش زمین پر گر گئی۔

ٹائیگر نے بڑی پھرتی سے رسیاں کھولنی شروع کر دیں۔ جب
اس نے جھکے ہوئے تنے سے رسی کھولی، تنہا ایک جھکے سے
اٹھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ رسیاں سمیٹے غیر ملکی کی لاش کو وہیں
کر تیزی سے واپس اپنی کار کی طرف آیا۔ اسے معلوم تھا کہ اب

اس کا بُرا حشر کرنا ہے کیونکہ اس سے صحیح طور پر نگرانی نہ ہو سکی
۔ لیکن ظاہر ہے کہ وہ اب کیا کر سکتا تھا۔ غلطی تو ہو ہی چکی تھی۔ اس نے
اس کا گچھا واپس ڈگی میں ڈالا اور پھر ڈگی بند کر کے وہ سٹیئرنگ والا
رازہ کھولنے ہی لگا تھا کہ اچانک اسے خیال آیا۔ وہ دروازہ بند کر کے
اس سے دیگن کی طرف بڑھا اور پھر اس نے دیگن کا سٹیئرنگ والا
رازہ کھولا اور اندر بیٹھ کر اس نے بڑی باریک بینی سے اس کی
ٹی لیننی شروع کر دی۔ مگر دیگن بالکل خالی تھی وہاں کوئی چیز بھی نہ
۔ ٹائیگر مایوس ہو کر واپس اتر آیا اور پھر وہ دروازہ بند کرنے ہی لگا تھا
چانک ٹھٹھک کر رک گیا۔ ڈرائیور سیٹ کے نیچے ایک کاغذ کا پُرزہ
سا ہوا تھا۔

ٹائیگر نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر وہ پُرزہ سیٹ سے کھینچا اور پھر
اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ کاغذ پر فون نمبر لکھا ہوا تھا۔ اس نے تو یہی
زہ لگایا کہ یہ پُرزہ اسی غیر ملکی کی جیب سے نکل کر گرا ہوگا۔ اس نے
جیب میں ڈالا اور پھر واپس اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دوسرے
اس کی کار تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی سڑک کی طرف بڑھی چلی
ہی تھی۔

سڑک پر پہنچتے ہی اس نے کار کا رخ شہر کی طرف کیا اور پھر کار کو
بی رفتار سے بھگانا شروع کر دیا۔ اس چوک پر پہنچتے ہی اس نے
ایک طرف بنے ہوئے کیفے کے قریب جا کر روکا اور پھر وہ نیچے اتر
بھاگتا ہوا کیفے کے باہر موجود پبلک فون بوتھ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔
اس نے فون بوتھ میں داخل ہو کر جیب سے سکتے نکالے اور انہیں

خانے میں ڈال کر اس نے رسیور اٹھایا اور پھر انکوائری کے نمبر کرنے لگا۔ کاغذ کا وہی پرزہ اس نے جیب سے نکال کر باہر پکڑ لیا تھا اور اس کی نظریں اس پر لکھے ہوئے نمبروں پر جمی ہوئی تھیں۔ "لیس انکوائری" چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سناٹی دی۔

"چیف آف انٹیلی جنس سپیکنگ" ٹائیگر نے لہجے کو بناتے ہوئے کہا۔

"اوہ!۔۔۔ لیس فرامیٹ سر" دوسری طرف سے آپریشنر بول کھلاتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"میں ایک نمبر بتاتا ہوں۔۔۔ تم نے مجھے اس ٹیلیفون نمبر بتانا ہے۔۔۔ مگر دیکھو ہر بات خفیہ رہے۔۔۔ رٹ انڈیا ٹاپ" ٹائیگر نے کمرخت لہجے میں کہا۔

"میں سمجھتا ہوں سر۔۔۔ فرامیٹ نمبر بتائیے" آپریشنر زیادہ بول کھلاتے ہوئے کہا۔

ٹائیگر نے کاغذ پر لکھا ہوا نمبر آہستہ آہستہ دہرا دیا۔

"ابھی بتاتا ہوں سر" آپریشنر نے جواب دیا۔

"تم نمبر دہراؤ۔۔۔ کہیں تم کوئی غلط نمبر نہ سمجھ رہے ہو۔۔۔" نے احتیاط بھرے انداز میں کہا اور پھر آپریشنر نے نمبر دہرا دیا۔ وہ سمجھا تھا۔

"اوہ کے!۔۔۔ اب پورا پتہ بتاؤ۔۔۔ مگر احتیاط سے غلطی نہیں ہونی چاہیے" ٹائیگر نے کہا۔

"بہتر جناب!۔۔۔ ایک لمحہ توقف کیجئے" دوسری طرف سے کہا گیا اور پھر چند لمحوں کی خاموشی کے بعد آپریشنر کی آواز سنائی دی۔

"نوٹ فرامیٹے جناب" آپریشنر کا لہجہ بے حد مودبانہ تھا۔

"ہلو" ٹائیگر نے کہا۔

یہ نمبر ہوٹل ایف کی ایکس چینج کلب ہے جناب۔۔۔ آپریشنر نے جواب دیا۔

ہوٹل ایف کی ایکس چینج کلب۔۔۔ کیا تم صبح بتا رہے ہو؟

ٹائیگر نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ اس کا تو خیال تھا کہ یہ کسی پرائیویٹ کوٹنگ کمانڈر ہوگا۔

"میں درست بتا رہا ہوں جناب!۔۔۔ آپ بے شک چیک کر کے دیکھ لیں" آپریشنر نے جواب دیا۔

"اوہ کے۔۔۔ ٹھیک ہے۔۔۔ کسی کو بتانا نہیں۔۔۔ رٹ انڈیا سیکرٹ" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"میں سمجھتا ہوں جناب!۔۔۔ آپ بے فکر رہیں" دوسری طرف سے آپریشنر نے جواب دیتے ہوئے کہا اور ٹائیگر نے ہاتھ بڑھا کر کرڈل دیا اور پھر وہی نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ چونکہ انکوائری کے لئے علیحدہ سکے نہ ڈالنے پڑتے تھے اس لئے دوبارہ سکے نہ ڈالنے پڑے اور اس نے نمبر ڈائل کر دیئے۔

"ہیلو ایف ہوٹل" چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے ایک آواز گونجی۔

"سوری!۔۔۔ رائگ نمبر" ٹائیگر نے تیز لہجے میں کہا اور رسیور

کر پٹل پر رکھ دیا۔

آپریٹر کے بتائے ہوئے پتے کی تصدیق تو ہو گئی تھی۔ اب مسئلہ تھا کہ ایف ہوٹل سے مجرموں کا کیا تعلق ہے۔ یا تو یہ غیر ملکی واپس رہائش پذیر ہے یا پھر وہاں ان کا کوئی اور آدمی ٹھہرا ہوا ہے۔

دوسرے لمحے اچانک ٹائیگر کو غیر ملکی کی جیب سے نکلے ہوئے کارڈ کا خیال آ گیا جو اس نے تلاشی لیتے وقت نکالا تھا۔ اس نے تباہ سے جیب سے وہ کارڈ نکالا۔ کارڈ اسی۔ ڈی۔ فلیپر کا تھا اور اس پر ایف ہوٹل کا ہی دیا ہوا تھا۔ کمرہ نمبر تین سو چوتھی منزل۔ اور پھر ٹائیگر نے کارڈ واپس جیب میں ڈال لیا۔ کارڈ پر فون نمبر نہ لکھا ہوا تھا۔ اس لئے اب دو ہی صورتیں تھیں۔ یا تو اس غیر ملکی کا اپنا نام اسی۔ ڈی۔ فلیپر تھا۔ یا پھر اس نے اسی۔ ڈی۔ فلیپر سے ملنا تھا۔

ٹائیگر کا اندازہ تھا کہ اسی۔ ڈی۔ فلیپر کوئی اور آدمی ہی ہو گا کیونکہ کوئی شخص اپنا نام لکھ کر کارڈ جیب میں نہیں ڈالتا اور پھر اگر یہ کارڈ مرنے والا غیر ملکی کا ہوتا تو یقیناً وہ فون نمبر بھی اسی کارڈ پر ہی لکھتا۔ علیحدہ فون نمبر کاغذ پر درج نہ کرتا۔

ٹائیگر نے تیزی سے کارڈ جیب میں ڈالا اور پھر جیب سے سکے نکال کر اس نے دوبارہ فون میں بنے ہوئے نمبر میں ڈالے اور ایف ہوٹل کا نمبر گھمانے لگا۔

”ایس۔ ایف ہوٹل“ دوسری طرف سے وہی آواز سنائی دی جو پہلے اس نے سنی تھی۔

کمرہ نمبر تین سو چوتھی منزل میں اسی۔ ڈی۔ فلیپر سے بات کر او۔

ٹائیگر نے لہجہ بدل کر کہا۔

”آپ کا نام جناب“ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”جیکسن“ ٹائیگر نے جواب دیا۔

”بہتر جناب! ایک منٹ ہولڈ آن کیجئے“ آپریٹر نے کہا۔ ٹائیگر خاموش کھڑا رہا۔

”ہیلو۔ کون صاحب بول رہے ہیں۔ میں کسی جیکسن کو نہیں

ماتا۔“ دوسری طرف سے ایک بگڑی ہوئی آواز سنائی دی۔

”راہن ہڈا میر جیسی“ ٹائیگر نے سرگوشیانہ لہجے میں کہا وہ غیر ملکیوں کے لہجے میں بول رہا تھا۔

اوہ! کیا بات ہے۔“ دوسری طرف سے بولنے والا بریج چونک پڑا۔

میں آ رہا ہوں۔ انتظار کرو۔“ ٹائیگر نے کہا اور پھر تیزی سے پورے رکھ کر وہ سر ہلاتا ہوا فون بوتھ سے باہر نکل آیا۔ اس کے خیال تصدیق ہو گئی تھی۔ فلیپر دوسرا آدمی تھا اور اس کا تعلق بھی راہن ہڈا سے تھا۔ کیونکہ نہ صرف وہ راہن ہڈا کا نام سن کر چونکا تھا بلکہ اس نے دید بھی نہ کی تھی۔

فون بوتھ سے باہر نکل کر وہ کار میں بیٹھا اور اس نے کار ایف ہوٹل

طرف دوڑانی شروع کر دی۔ اس کی آنکھیں مسرت سے چمک رہی

تھیں۔ کیونکہ اس نے بہر حال ایک اہم کلیو تلاش کر لیا تھا۔ ایک ایسا

جو جس کی مدد سے وہ بہت آگے بڑھ سکتا تھا اور اسے یقین

تھا کہ جب عمران صاحب کو اس کلیو کا پتہ چلے گا تو وہ اس کی تعاقب

والی غلطی معاف کر دیں گے۔

عمران کے متعلق مائیگر کو قطعاً کوئی فکر نہ تھی کیونکہ وہ جانتا تھا
عمران اپنا تحفظ خود آسانی سے کر سکتا ہے اور ویسے بھی عمران
اُسے صرف نگرانی کا ہی کام سونپا تھا۔ اُسے مداخلت کرنے کی اہ
نہ تھی اس لئے اُسے زیادہ فکر بھی نہ تھی۔ البتہ اُسے اس نئے کیلو
چلا کر واقعی خوشی محسوس ہو رہی تھی اور اس بار اس نے فیصلہ
کہ اس فیلپر کو فوری طور پر بیہوش کر کے وہ سب سے پہلے اس
دانت سے کیپول باہر نکالے گا کہ وہ خودکشی نہ کر سکے۔

ویگن فلیٹ کے آگے سے چل کر تیزی سے دوڑتی ہوئی آگے
بڑھتی چلی گئی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر موجود غیر ملکی کی نظریں سائیڈ مرر پر
ی ہوئی تھیں۔

”کوئی تعاقب کا اندازہ ہوا“ — ساتھ بیٹھ ہوئے قوی ہیکل
برٹلی نے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔ اس کی مونچھیں منگولین طرز
تھیں۔

”تعاقب نہیں ہو رہا باس! — میں نے اچھی طرح چیک کیا ہے۔“
ڈرائیور نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”اوسکے! — پھر دوسرا مرحلہ شروع کیا جائے“ — منگولین طرز
مونچھوں والے غیر ملکی نے کہا اور ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے ذرا
گے جا کر ویگن کو ایک کچے سے احاطے کے اندر موڑ لیا یہ پُرانا زرد
م تھا جواب دیران اور خالی پڑا ہوا تھا۔ اس کے اندر ایک بڑی سی

کار موجود تھی۔

ڈرائیور نے ویگن اندر کھڑی کار کے قریب روک دی اور باس ہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ ویگن رکتے ہی پچھلے حصے کا دروازہ کھلا اور باقی باہر آ گئے اور پھر جوزف، جوانا اور عمران تینوں کو بڑی پھرتی سے سے کار میں منتقل کر دیا گیا۔

”کار! — اس ویگن کو شہر سے باہر کسی جگہ چھوڑ دینا — اور ایلر سے ایف ہوٹل میں مل لینا — وہ تمہیں باقی ہدایات دے دیگا“ باس نے جب سے ایک کار ڈنکال کر ڈرائیور کے حوالے کرتے ہوئے خستگانہ لہجے میں کہا۔

”کیا میں سیدھا اس کے پاس چلا جاؤں — یا پہلے اسے فو کروں؟ — ڈرائیور نے مودبانہ لہجے میں پوچھا۔

”اجمق آدمی! — پہلے فون کر لینا اور قبا پا خان کا کوڈ دھرانا۔ تب ہی وہ تمہیں پہچانے گا“ — باس نے غصے سے دھاڑ ہوئے کہا۔

”مگر جناب! — اس کار ڈرائیور فون نمبر درج نہیں ہے — اس پوچھ رہا ہوں جناب“ — ڈرائیور نے سہمے ہوئے لہجے میں کہا۔

”اوہ! — اس اجمق آدمی نے فون نمبر درج نہیں کیا“ — باس نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر اس نے جیب سے ایک ڈائری سی نکالی کے ساتھ چھوٹی سی پنسل بندھی ہوئی تھی۔ اس نے ڈائری کھول کر نمبر حاک کیا اور پھر اسی صفحے کا ایک کونہ بھاڑ کر اس نے تیزی سے نمبر لکھ کر وہ پُر غیر ملکی کے ہاتھ میں پکڑا دیا اور پھر تیزی سے مڑ گیا۔ غیر ملکی ڈرائیور نے

تھ بڑھا کر دروازہ بند کیا اور پھر ریزے کو جیب میں ڈالنے لگا مگر چھوٹا ہائڈرو اس کے ہاتھ سے کھسک کر سیٹ کے نیچے پھنس گیا مگر غیر ملکی کو اس کا احساس تک نہ ہوا۔ وہ ویگن موڑ کر واپس سڑک پر آ گیا اور پھر آگے جتا چلا گیا۔

باس کار کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا اور جب ویگن آگے بڑھ گئی تو اس نے ڈرائیور کو کار چلانے کا اشارہ کیا اور کار تیزی سے اعلیٰ سے ہر نکلی اور پھر سڑک پر آ کر واپس عمران کے فلیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ جوانا اور جوزف کو پچھلی سیٹوں کے درمیان فرش پر ڈال دیا گیا تھا۔ اب کہ عمران کو اگلی سیٹ کے ایک حصے میں سکیڑ کر ڈالا گیا تھا اور باس ان کے جسم پر پیر رکھے بیٹھا تھا۔

کار عمران کے فلیٹ سے آگے بڑھتی ہوئی چوک پر پہنچی اور پھر وہاں سے دائیں طرف مڑ کر ایک رہائشی کالونی کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

تھوڑی دیر بعد کار کالونی میں موجود ایک چھوٹی سی کوٹھی کے گیٹ پہنچ گئی۔ گیٹ کے باہر ایک غیر ملکی یوں کھڑا ہوا تھا جیسے سر کرنے کے لئے باہر نکل آیا ہو۔ اس نے کار کو دیکھتے ہی تیزی سے دھکیل کر کوٹھی اچانک کھول دیا۔ اور ڈرائیور کار کو اندر لیتا چلا گیا۔ پورچ میں پہنچ کر اس نے کار روک دی۔ برآمدے میں پانچ مسلح غیر ملکی موجود تھے۔

”انہیں نیچے تہہ خانے میں لے چلو — اور اچھی طرح رسیوں سے بندھ دو“ — باس نے سخت لہجے میں کہا اور خود بڑے بڑے قدم ٹٹا کر ایک راہداری میں گھسنا چلا گیا۔

راہداری سے گزر کر وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں پہنچا اور اس

نے وہاں پہنچتے ہی الماری کھولی اور اس میں سے چمڑے کا ایک ہنٹر نکال لیا۔ اس ہنٹر میں چمڑے کے ساتھ خاردار تار بھی گنڈھی تھی۔ اس طرح یہ ہنٹر انتہائی جان لیوا ہتھیار بن گیا تھا۔ اور اس نے کے لئے خاص طور پر یہ ہنٹر تیار تھا۔ باس نے جو قباچا خان تھا کو مسکراتے ہوئے باہر نکال لیا۔ اس طرح اس کی سنگدلانہ جبلت پوری پوری تسکین ملتی تھی۔ کیونکہ ہنٹر جہاں پڑتا تھا وہاں زخموں کی آ قطار ڈال دیتا تھا۔ خاردار تار کے کانٹے جسم میں گھس کر جب کھینچتے تو شکار کی روح تک کو ساتھ کھینچ لاتے تھے۔

ہنٹر کو بازو پر لپیٹا ہوا وہ کمرے سے نکلا اور پھر راہداری کمرے کے وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آیا۔ اس نے سوچ بوری ڈیر لگا ہوا دبا یا۔ دوسرے کمرے کے فرش کا ایک حصہ تیزی سے کھسکا ہوا اور نیچے جانے والی سیڑھیاں صاف نظر آنے لگیں۔ وہ تیزی سے راتا چلا گیا۔

سیڑھیوں کے اختتام پر ایک اور راہداری تھی جس کے آخر میں ایک دروازہ نظر آرہا تھا۔ قباچا خان راہداری کمرے میں آتا ہوا اس دروازے پہنچا اور پھر اندر داخل ہو گیا۔

یہ ایک خاصا بڑا کمرہ تھا جس میں چار ستون تھے۔ عمران، جوزا اور جانا تینوں کوریسیوں کی مدد سے ان ستونوں سے باندھ دیا گیا تھا۔ کے سر ڈھلکے ہوئے تھے اور وہ بیہوش تھے۔ کمرے میں اس وقت چھڑا موجود تھے۔

”یہ دونوں حبشی تو پہلے بھی فلیٹ میں موجود تھے۔ البتہ یہ

تھامی آدمی پہلی بار نظر آیا تھا۔ اور پھر منظر بھی حیرت انگیز تھا۔ دونوں حبشی ڈنڈ نکال رہے تھے جب کہ یہ نوجوان صوفے پر بیٹھا تھا۔ چمڑے کیال میں یہی وہ علی عمران ہو گا جس کی ہمیں تلاش ہے۔“ قباچا خان نے غور سے عمران کی شکل دیکھتے ہوئے کہا۔

”ایسا ہی معلوم ہوتا ہے باس۔“ ایک غیبی ملکی نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

مگر میں پہلے اس حبشی کی کھال اُدھیڑوں لگا۔ جس نے میرے نین آدمی ضائع کر دیتے۔ اور مجھے چیف باس کے سامنے زندگی میں پہلی بار شرمندہ ہونا پڑا۔“ قباچا خان نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ خاموش کھڑے تھے۔

”ٹھیک ہے۔“ ان تینوں کو ہوش میں لے آؤ تاکہ وہ ایک دوسرے کا تماشہ تو دیکھ سکیں۔“ قباچا خان نے ہنٹر کو جھٹکتے ہوئے کہا۔ اور غیر ملکی نے تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک بوتل نکالی اور پھر اس کا ڈھکن کھول کر اس نے بوتل باری باری تینوں کی ناک سے لگا کر ڈھکن بند کر دیا۔ اور پھر اسے جیب میں ڈال کر وہ ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ چند لمحوں بعد ہی ان تینوں کے جسموں میں حرکت پیدا ہوئی اور

پھر تینوں نے بیک وقت ہی آنکھیں کھول دیں۔

عمران نے آنکھیں کھولتے ہی تیزی سے نظریں گھاتے ہوئے ماحول کا جائزہ لیا اور پھر قباچا خان کے ہاتھ میں پکڑا ہوا خاردار ہنٹر دیکھ کر اس نے ایک طویل سانس لیا۔ اس نے یہ بھی چیک کر لیا تھا کہ کمرے میں اس ہنٹر والے کے علاوہ چھ مسلح افراد بھی موجود ہیں جنہوں نے

ہاتھوں میں مٹین گینس سنبھالی ہوئی تھیں۔ اور وہ ایک قطار کی صف میں ایک طرف کھڑے ہوئے تھے۔ یہ عمران کے نقطہ نظر سے اچھی تھی کیونکہ اگر وہ بکھر کر کھڑے ہوتے تو پھر مسند مشکل ہو جاتا۔ اس ساتھ ساتھ اس کی پشت پر کوئی آدمی موجود نہیں تھا۔ اس لئے ہوا آتے ہی اس نے ستون کے پیچھے بندھے ہوئے اپنے دونوں کو مخصوص انداز میں حرکت دینا شروع کر دی۔ اور اس کے ناخنوں لگے ہوئے تیز بلیڈوں نے اپنے کام کا آغاز کر دیا تھا۔

”تم جیسی! — اب میں تم سے اپنے تینوں آدمیوں کا انتقام لوں گا۔ — ایسا انتقام کہ تمہاری نسلیں بھی اس انتقام کا تصور کر لے سکیں گی۔ — قباچا خان نے ان تینوں کو ہوش میں آتے کر جانا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں ضرور لو انتقام — میں تمہیں منع نہیں کرتا۔ لیکن میں نے دو ہزار ڈنڈ نکالنے کی سزا دی تھی۔ اور ابھی شاید ڈنڈ بھی نہیں ہوئے تھے کہ تم آگئے۔ اسے پہلے دو ہزار ڈنڈ دو۔ اور پھر جس طرح چاہو انتقام لے لینا۔ — عمران نے ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

”ماسٹر! — تین سو ڈنڈ نکال لئے تھے۔ آپ دو سو ڈنڈا کر رہے ہیں۔ — جو امانے فوراً ہی جواب دیا۔

”اسے ڈنڈی مارنا کہتے ہیں مسٹر جونا — تم نے ڈنڈ نکالے ہیں نے ڈنڈی مار دی — مگر خیر، تمہاری بات میں تسلیم کر لیں۔ لیکن باقی ڈنڈ کب نکالو گے۔ — بلدی کرو۔ اور جوڑو

تم بھی — تم کیوں خاموش کھڑے ہو۔ — چلو شروع ہو جاؤ۔ — عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ وہ آپس میں ایسے باتیں کر رہے تھے جیسے وہ اکیلے وہاں موجود ہوں۔ وہ قباچا خان یا اس کے ساتھیوں کو ذرا برابر بھی لفٹ نہ کر رہے تھے۔

”اوہ! — تم ان کے ماسٹر ہو۔ — کیا نام ہے تمہارا۔ — قباچا خان نے حیرت بھرے لہجے میں عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔ اسے عمران کے مطمئن چہرے اور بات چیت پر حیرت ہو رہی تھی۔

”یار! — خدو خال کے لحاظ سے تو تم کسی مہذب قوم کے فرد لگتے ہو لیکن مونچھیں تم نے منگولین طرز کی رکھی ہوئی ہیں۔ — مہذب قوم کے افراد تو پہلے اپنا تعارف کراتے ہیں اور پھر موسم کے حال پر بات شروع کرتے ہیں۔ مگر تم اپنا تعارف کرتے بغیر مجھ سے میرا تعارف طلب کر رہے ہو۔ یہ اخلاقیات کے خلاف ہے۔ — چلو ایسا کرو کہ اپنا تعارف کر دو۔ مونچھوں کی کمی کر دو۔ — یعنی موسم کا حال نہ بتانا۔ — عمران نے یوں جواب دیا جیسے وہ کسی بچے کو اخلاقیات کا سبق دے رہا ہو۔

”اوہ! — تم قباچا خان کے سامنے اس انداز میں بات کرنے کی برأت کر رہے ہو۔ — تمہیں نہیں معلوم کہ قباچا خان کے سامنے اٹھنے والی آنکھیں نکال لی جاتی ہیں۔ — قباچا خان نے غصے سے دانت بٹیتے ہوئے کہا اور پھر وہ ہنر کو خوفناک انداز میں جھٹکتا ہوا تیزی سے عمران کی طرف بڑھتا چلا آیا۔

”یار غصے کیوں ہوتے ہو۔ — نہ کمی کر دو مونچھوں کی۔ — میں یہی سمجھوں گا کہ مونچھیں نقلی ہیں۔ — چلو موسم کے حال سے بات شروع کر دیتے ہیں۔

عمران نے فوراً ہی اپنی بات میں ترمیم کرتے ہوئے کہا۔ البتہ لہجہ اس اسی طرح مطمئن تھا۔

”ہوں! — تم ضرورت سے زیادہ چالاک بننے کی کوشش کر رہو — چلو پہلے تمہاری ہی کھال اُدھیر دوں — تمہیں بھی پتہ چاہیے کہ قباچا خان کون ہے“ — قباچا خان نے غصے سے منہ چھپکتے کہا۔ اس کی آنکھوں میں غصے اور وحشت کی چمک ابھر آئی تھی۔

”یار! — کیوں نقلی نام رکھ کر مجھے رعب دے رہے ہو۔“ نے تو صرف چنگیزی خاندان کا نام چرایا ہے — میری رگوں میں چنگیزی خون گردش کر رہا ہے — یقین نہ آتے تو میرا شناختی دیکھ لو — میری ولدیت وہاں درج ہے“ — عمران نے ای جواب دیا۔ وہ جان بوجھ کر قباچا خان کو غصہ دلایا تھا۔

”اوہ! — شٹ اپ“ — قباچا خان عمران کی توقع کے عین برعکس طرح غصہ کھا گیا اور دوسرے لمحے اس نے ایک قدم آگے بڑھ پوری قوت سے بازو کو حرکت دی اور خاردار ہنٹر شراب کی آواز فضا میں تیزی سے گھوما۔

مگر اس سے پہلے کہ ہنٹر عمران کے جسم پر پڑتا، عمران انتہائی سے گھوم گیا اور ہنٹر پوری قوت سے خالی ستون سے ٹکرایا اور پھر اس سے پہلے کہ قباچا خان سنبھلتا یا دوسری بار ہنٹر گھماتا، اچانک عمران نے کی سی تیزی سے قباچا خان پر چھلانگ لگائی اور دوسرے لمحے قباچا جیسا قوی ہیکل اور دیونا آدمی اڑتا ہوا ان چھ مسلح افراد پر جا پڑا جو اس سے آنکھیں پھاڑے یہ عجیب و غریب تماشا دیکھ رہے تھے اور قبا

کے اچانک ٹکرنے سے وہ سب لڑکھڑاکر پھلی دیوار سے جا ٹکراتے۔ قباچا خان سمیت سب افراد نے تیزی سے اچھل کر اٹھنا چاہا، مگر عمران اس دوران اس خاردار ہنٹر پر قبضہ کر چکا تھا اور دوسرے لمحے شراب کی تیز آواز کمرے میں گونجی اور پھر کمرہ دناک چخیوں سے گونج اٹھا۔ ہنٹر کی ضرب نے قباچا خان سمیت چار افراد کو دوبارہ ڈھیر کر دیا تھا اور پھر عمران نو بجلی بن گیا۔ باقی دو انسانوں نے مٹین گینس سیدھی کی ہتھیں کہ شراب کی دوسری بار آواز گونجی اور ان دونوں کے حلقوں سے بھی دردناک چخیں گونج اٹھیں۔

قباچا خان نے اچھل کر عمران پر چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن پھر چنچا ہوا دوبارہ اپنے ساتھیوں پر جا گرا۔ عمران کے چلائے ہوئے ہنٹر نے اس کے جسم سے خون کی دھاریں نکال دی تھیں اور عمران تو جیسے مٹین بن گیا۔ اس کا ہنٹر تیزی سے حرکت میں تھا اور قباچا خان سمیت چھ کے پھر افراد چخیں مارتے ہوئے بڑی طرح اچھل رہے تھے۔ ان میں سے کسی کو بھی موقع نہ مل رہا تھا کہ وہ فرش پر گری ہوئی مٹین گینس ہی اٹھا سکتے نہہ خانہ خوفناک چخیوں سے مسلسل گونج رہا تھا۔

”جو زف اور جوانا — باقی ڈنڈ معاف“ — اچانک عمران نے ہنٹر چلائے ہوئے چنچ کر کہا۔ کیونکہ دو آدمی اب اچھل کر ایک طرف کو نکل گئے تھے اور عمران ایک ہنٹر سے انہیں کو روک نہ کر سکتا تھا۔

”مارٹر“ — اچانک جو زف اور جوانا نے خوشی سے چختے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے ان کی رسیاں تڑتڑاہٹ کی آواز سے ٹوٹتی چلی گئیں ڈنڈ معاف ہو جانے کی خوشی نے ان کے جسموں میں بجلی کی رو دوڑادی

تھی۔

رسیاں ٹوٹتے ہی وہ دونوں ان دونوں آدمیوں پر بھوسے کے عقابو کی طرح ٹوٹ پڑے اور جو انانے تو ایک آدمی کو اٹھا کر پوری قوت سے دیوار سے دے مارا۔ اور اس غریب کے حلق سے تو پیچ تک نہ نکل سکی۔ اس کا سر پوری قوت سے دیوار سے ٹکرایا تھا اور اس کھوپڑی پڑے پڑے ہو کر بکھر گئی تھی۔ اس کا دماغ کسی چھپچھپ کی طرح دیوار سے چمٹا لڑتا رہ گیا۔

اور جوزف نے دوسرے آدمی کو اٹھایا اور اسے پوری قوت سے فرش پر دے مارا۔ دوسرے آدمی کا بھی سختے فرش نے وہی حشر کیا جو پہلے آدمی کا دیوار نے کیا تھا۔ اور یہ آدمی بھی کوئی آواز نکالے بغیر ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

اسی لمحے عمران پیچھے ہٹا چلا گیا۔

قباجا خان سمیت چار آدمی اب شدید زخمی ہو کر فرش پر پڑے تڑپ رہے تھے۔ خلد دار ہنٹرنے ان کے جسموں کو واقعی ادھیڑ کر دیا تھا۔

”جوزف اور جو انانہ! — اس نقلی چنگیزی نسل کو چھوڑ کر باقی چاروا تمہارا شکار ہیں۔“ عمران نے پیچھے ہٹتے ہوئے جوزف اور جو انانہ مخاطب ہو کر کہا۔

اور جوزف اور جو انانہ اچھل کر باقی چاروں پر بھوسے کے چپٹیوں کی طرح ٹوٹ پڑے۔

یہ چاروں بھی خاصے طاقتور اور قوی ہو چکے تھے۔ شدید زخمی حالہ

میں ہونے کے باوجود انہوں نے جوزف اور جو انانہ سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن جوزف اور جو انانہ کے درمیان تو طاقت اور درندگی کا باقاعدہ مقابلہ شروع ہو گیا۔

ان دونوں نے باقاعدہ دو دو آدمیوں کو بانٹ لیا اور پھر ان کی ہڈیاں ٹوٹنے کی آوازوں سے تہہ خانہ گونج اٹھا۔ ساتھ ہی ان کے حلقوں سے نکلنے والی دردناک چیخیں مٹیں۔

جوزف اور جو انانہ بادی بادی بھی ان کی ٹانگوں کو توڑتے۔ کبھی بازو اور پھر چپ ہی لمبوں میں ان چاروں کے جسم توڑ چھوڑ کا شکار ہو گئے اور سولے موت کے انہیں اور کوئی پناہ گاہ نہ مل سکی۔ نتیجہ یہ کہ چپ ہی لمبوں میں فیصلہ ہو گیا اور وہ چاروں گردیں تڑوا کر جوزف اور جو انانہ کی جیانہ درندگی سے نجات پا گئے۔

قباجا خان پشت کے بل فرش پر پڑا ہوا تھا۔ اسی کے ہنٹرنے اس کے جسم پر زخموں کے پھول سجائے تھے۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ شائد بے پناہ تکلیف کی وجہ سے بیہوش ہو چکا تھا۔

”مارٹا! — یہ تو سب مر گئے۔“ جو انانہ نے دانت پیستے دے کہا۔

”اسے اٹھا کر ستون سے باندھ دو۔“ میں ذرا اس سے تعارف، رسم پوری کر لوں۔“ اور سنو! — تم مشین گنیں اٹھا کر باہر جاؤ اور اب آدمی بھی اس عمارت میں زندہ نہیں رہنا چاہیے۔ ورنہ ڈنڈا بارہ نکالنے پڑیں گے۔“ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ اور ڈنڈوں کا سنتے ہی جوزف اور جو انانہ دونوں کے جسموں میں ایک

بار پھر بجلی کی لہر دوڑ گئی۔

ان دونوں نے جھپٹ کر فرش پر پڑے ہوئے قباچا خان کو ا اور اسے ستون سے باندھ دیا۔

”شاباش! — اب جاؤ — مگر خیال رکھنا — کہیں پھر ڈنڈ نکالتے پڑیں“ — عمران نے انہیں پچکارتے ہوئے کہا اور دونوں مشین گنیں سنبھالے تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتے چلے جب وہ دونوں دروازے سے باہر نکل گئے تو عمران سے بندھے ہوئے قباچا خان کی طرف متوجہ ہوا۔

اسی لمحے عمران کو باہر بے تحاشا گولیاں چلنے کی آوازیں سنائی اور عمران کے لبوں پر مسکراہٹ تیر گئی۔ اس کا خیال درست تھا کہ باہر قباچا خان کے ساتھی یقیناً موجود ہوں گے۔ وہ کچھ سوچ خاموش ہو گیا۔ اسے خیال آگیا تھا کہ کہیں یہ عمارت گھنی آبادی میں نہ ہو۔ ایسی صورت میں تو پھر پولیس کا پہنچ جانا یقینی ہو سکتا۔ اماں! عمران کو ٹائیگر کا خیال آیا۔ اس نے جیب سے بی ٹوڑ نکالا اور اس کا بٹن آن کر دیا۔ مگر کافی دیر تک دوسری طرف رابطہ قائم نہ ہو سکا تو اس نے سر ہلاتے ہوئے بٹن آف کر کے ٹائب واپس بیب میں ڈال لیا۔ صاف ظاہر تھا کہ ٹائیگر قریب موجود نہیں۔ بی ٹوڑ انہیں مخصوص حدود تک ہی کام کرتا تھا۔ اور اس سے صاف تھا کہ ٹائیگر تعاقب نہیں کر سکا — یا پھر اسے بھی پکڑ لیا گیا۔ اور اب اس کا ارادہ بدل گیا۔

اس نے تیزی سے آگے بڑھ کر پھرتی سے قباچا خان کی رسیا

لھولیں اور اسے کاٹنے پر اٹھا کر دروازے کی طرف بڑھا۔

دروازے سے نکل کر وہ ایک راہداری میں آیا اور پھر سڑکیاں چڑھتا ہوا اوپر کمرے میں پہنچ گیا۔

اسی لمحے جوزف اور جوانا بھاگتے ہوئے کمرے کی طرف آتے۔ عمران ان کے بھاری قدموں کی آوازیں سن کر ہی سمجھ گیا تھا کہ آنے والے جوزف اور جوانا ہیں۔ لیکن پھر بھی اطمیناناً وہ قباچا خان کو اپنے کاٹنے پر اٹھاتے دروازے کی اوٹ میں ہو گیا۔

دوسرے لمحے جوزف اور جوانا بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے اور تیزی سے پڑھیلوں کی طرف بڑھے۔

”ارے ارے — کہاں جا رہے ہو“ — عمران نے کہا اور وہ دونوں تیزی سے چلے۔

اوه — آپ یہاں — باس! پانچ انڈر وٹھے پانچوں قتم ہو گئے“ — جوزف نے فطرتاً ہی کہا۔

اور کے! — آؤ اب نکل چلیں — ورنہ پولیس نے آوارہ گردی میں چالان کر دیا تو ضمانت دینے والا بھی کوئی نہ ملے گا“ — عمران نے کہا اور پھر قباچا خان کو اٹھاتے تیزی سے دروازے سے باہر نکل گیا۔

”مارٹا! — اسے مجھے دے دو — خون سے آپ کے کپڑے خراب ہو رہے ہیں“ — جوانا نے اس کے پیچھے لپکتے ہوئے کہا۔

اور عمران نے اس قوی ہیکل اور بھاری بھر کم قباچا خان کو

یوں جو ان کی طرف اچھال دیا جیسے گیند اچھالی جاتی ہے اور جو ان بھی اسے اسی انداز میں کیچ کیا۔

راہداری کا اختتام برآمدے میں ہوتا تھا جہاں ایک بڑی کار موجود تھی۔

اسی لمحے عمران کو دور سے پولیس گاڑیوں کے سائرنز کی تیز آوازیں سنائی دینے لگیں۔

"چلو عجبی کرو۔۔۔ اسے ڈالو اندر"۔۔۔ عمران نے چیخا ہوتے کہا اور پھر وہ سب بجلی کی سی تیزی سے کار میں سوار ہو گئے۔ چابیاں کار میں ہی موجود تھیں اس لئے عمران کو وقت ضائع نہ کرنا پڑا اور کار تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی چھانک کی طرف بڑھ چلی گئی۔

عمران نے چھانک کے قریب جا کر کار روکی۔ اور کار روکتے ہی جوزف اچھل کر نیچے اتر ا اور اس نے بجلی کی سی تیزی سے چھانک کھول دیا اور عمران نے ایک جھٹکے سے کار آگے بڑھا دی۔ جوزف چلتی کار میں ہی سوار ہو گیا۔

سائرنز کی آوازیں اب نزدیک آتی جا رہی تھیں۔ عمران کار باہر نکالی اور اسے سائرنز کی آوازوں سے مخالف سمت میں موڑ دیا۔

رک کے باہر لوگ اکٹھے ہوئے تھے لیکن وہ ٹویاں دند دور دور کھڑے تھے۔

عمران نے کار ذرا ہی آگے بڑھائی اور پھر تیزی سے ایک

بائی روڈ پر گھما دی۔ اسی طرح وہ کار مختلف گلیوں سے گھماتا ہوا تھوڑی دیر بعد ایک اور بڑی سڑک پر پہنچ گیا۔ اور اب اس نے اطمینان سے کار کا رخ شہر کی طرف موڑ دیا۔ کوٹھی سے باہر نکلنے ہی وہ چونکہ علاقہ پہچان گیا تھا اس لئے اسے نکلنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔

تھوڑی دیر بعد کار عمران کے فلیٹ کے سامنے پہنچ گئی۔

"تم دونوں نیچے اترو۔۔۔ اور فلیٹ میں جا کر کپڑے وغیرہ بدل کر اپنے اپنے ٹھکانوں پر چلے جاؤ"۔۔۔ عمران نے کار روکتے ہوئے کہا اور جوزف اور جو انما سر ہلاتے ہوئے نیچے اتر گئے۔ قبا چا خان ابھی تک کچھلی سیٹوں کے درمیان خون میں لت پت بیہوش پڑا ہوا تھا۔ اور پھر عمران نے مڑ کر اس کی کلائی پکڑی اور اس کی بیہوشی کا اندازہ لگانا شروع کیا۔ نبض خفیف کرتے ہی اسے اطمینان ہو گیا کہ قبا چا خان ابھی ایک گھنٹے سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتا۔ اس لئے وہ اطمینان سے کار چلاتا ہوا دانش منزل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

منتظر تھے۔ ٹائیگر بھی ان کے ساتھ جا کر کھڑا ہو گیا۔

چند لمحوں بعد لفٹ آگئی اور جب اس میں سوار افراد باہر نکل گئے تو ٹائیگر دس افراد کے ساتھ لفٹ میں داخل ہو گیا۔ لفٹ نے اوپر طرف سفر شروع کر دیا۔ نہر منزل پر لفٹ رکتی اور کچھ لوگ باہر چلے آتے اور اوپر جانے والے سوار ہو جاتے۔ جب لفٹ چوتھی منزل پر لی تو ٹائیگر باہر آ گیا۔ اس کے ساتھ چار افراد بھی باہر آتے تھے۔ اور سب سے تیزی سے مختلف کمروں کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ٹائیگر ۱۰ نمبر تین سو کی طرف بڑھا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ ٹائیگر نے دروازہ دستک دی۔

”کون ہے“ — اندر سے آواز سنائی دی۔ بولنے والا وہی پیر تھا جس کی آواز ٹائیگر فون پر پہلے سُن چکا تھا۔
”جلیسن“ — ٹائیگر نے ہلچے کو غیر ملکی بناتے ہوئے کہا۔
”آجاؤ — دروازہ کھلا ہے“ — اندر سے آواز سنائی دی اور ٹائیگر نے دھکا دے کر دروازہ کھولا اور تیزی سے اندر داخل ہوا۔ کمرے میں اندھیرا تھا۔

ٹائیگر نے جیسے ہی قدم آگے بڑھائے اس کے پیر کو جھٹکا لگا اور ٹائیگر سنہلنے کی کوشش کے باوجود منہ کے بل آگے فرش پر جا گرا۔ دبیز لین کی وجہ سے وہ زخمی ہونے سے توجیح گیا لیکن نیچے گرے ہی اُس پر جیسے کوئی پہاڑ آگرا ہو۔

ٹائیگر نے تیزی سے پلٹ کر اپنے آپ کو بچانا چاہا، مگر اس نے والا اس سے زیادہ پھرتیلا اور تیز ثابت ہوا اور دوسرے لمحے

ٹائیگر نے ہوٹل ایف کے پارکنگ شید میں کار روکی اور پیچھے سے سیٹ اٹھا کر اس کے نیچے بنے ہوئے صندوق میں سے ایک سی ڈی بیہ نکال کر جیب میں ڈال لی۔ یہ اس کا اپنا تیار کردہ مخصوص تھا۔ یہ سوتیاں پھینکنے والی مشین تھی اور اس نے سوتیوں کی نوک پر زھر لگایا ہوا تھا جو جسم میں داخل ہوتے ہی اعصاب کو فوری طور پر کر دیتا تھا۔

سیٹ بند کر کے وہ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا ہوٹل کے مین گز کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ ہوٹل کا وسیع و عریض ہال لوگوں کے ہجوم سے تھا۔ عورتوں کے مترنم قہقہوں اور مردوں کی اونچی اونچی آوازوں میں والی باتوں سے ہال گونج رہا تھا۔

ٹائیگر ہال میں داخل ہوتے ہی تیزی سے لفٹ کی طرف بڑھ چلا گیا۔ لفٹ اوپر گئی ہوئی تھی۔ وہاں چند لوگ پہلے ہی لفٹ

ٹائیگر کے دونوں بازو کسی کی گرفت میں آکر تیزی سے سمٹے اور لمحے کلک کی آواز سنائی دی اور ٹائیگر کی دونوں کلائیوں میں ہتھ پڑ گئی اور پھر اس پر سے بوجھ ہٹتا چلا گیا۔

ٹائیگر تیزی سے پلٹا اور اسی لمحے چٹ کی آواز سے کمرہ روڑا اور ٹائیگر نے ایک لمبے ترنگے قوی ہیکل غیر ملکی کو دروازے کے ق کھڑا دیکھا۔ وہ غور سے فرش پر پڑے ہوئے ٹائیگر کو دیکھ رہا تھا۔ ٹائیگر کے پیروں میں ابھی تک ناکون کی رسی لپیٹی ہوئی تھی اسی رسی کی وجہ سے ہی وہ قابو آگیا تھا اور پوری طرح پلٹ نہ سکا۔ وجہ سے غیر ملکی اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑی ڈالنے میں کامیاب تھا۔ غیر ملکی نے دروازہ بند کر کے جھک کر رسی کا سر اکھولنا شروع دیا۔ اس نے رسی کی مدد سے باقاعدہ پھندہ بنایا ہوا تھا۔ ایسا پھ جیسے افریقی قبائل درندوں کو پکڑنے کے لئے زمین سے ذرا اوپر تیار کرتے تھے۔ اور اسی پھندے نے ٹائیگر کو بھی بے بس کر دیا۔ رسی کھول کر اس نے ایک طرف پھینکی تو ٹائیگر بھی سمٹ کھڑا ہوا۔ مگر دوسرے لمحے غیر ملکی نے اُسے زور سے دھکا دیا اور صوفے کی کرسی پر ڈھیر ہوتا چلا گیا۔

”یہیں بیٹھے رہو۔۔۔ ورنہ گولی مار کر ڈھیر کر دوں گا۔“

نے جیب سے ریوالور نکالتے ہوئے ٹائیگر سے مخاطب ہو کر کہہ ٹائیگر دانت بھینچے خاموش بیٹھا رہا۔

غیر ملکی مڑ کر صوفے کے پیچھے آیا اور پھر اس نے پیچھے کھڑے تیزی سے ٹائیگر کی جیبوں کی تلاشی لینی شروع کر دی۔

ٹائیگر بڑی طرح بے بس تھا اس لئے خاموش بیٹھا رہا اور غیر ملکی نے اس کی جیبوں سے ہر چیز نکال لی۔ جس میں ریوالور کے ساتھ ساتھ وہ سوئیاں پھینکنے والی مشین اور وہ کارڈ بھی شامل تھا جو ٹائیگر نے وینگن زراپور کی جیب سے نکالا تھا۔ ساتھ ہی کاغذ کا وہ پُرزہ بھی اس کے ہتھ لگ گیا جس پر فون نمبر درج تھا۔

”ہو نہہ!۔۔۔ تو تم اس کارڈ اور فون نمبر کی وجہ سے یہاں پہنچے ہو۔۔۔ وہ کارڈ کہاں ہے جس کی جیب سے تم نے یہ کارڈ اور فون نمبر نکالا ہے۔“ غیر ملکی نے سامنے آکر بستر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ بے حد سخت تھا۔

”اچھا اس کا نام کارڈ تھا۔۔۔ خوب نام ہے۔۔۔ بہر حال اس کا کارڈ میری جیب سے نکلنے کے بعد تم خود ہی اندازہ لگا سکتے ہو کہ وہ کہاں ہوگا۔“ ٹائیگر نے بڑے مطمئن لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”یوشٹ آپ۔۔۔ غیر ملکی شاید ٹائیگر کے جواب سے جھٹک اٹھا تھا اس نے ریوالور کو اچھال کر مال سے پکڑا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ پوری قوت سے گھوما۔ مگر اسی لمحے ٹائیگر کا جسم تیزی سے کھسکا اور اس کا اوپر والا جسم یکدم نیچے ہو جانے سے نہ صرف ریوالور کا وار خالی گیا بلکہ ٹائیگر کی دونوں ٹانگیں پوری قوت سے غیر ملکی کے پیٹ سے ذرا نیچے پڑیں اور غیر ملکی چیختا ہوا بستر پر جا گرا۔

ٹائیگر نے تیزی سے اپنے جسم کو سمیٹا اور دوسرے لمحے وہ منہ کے بل بستر پر پڑے ہوئے غیر ملکی کے اوپر جا گرا۔ مگر غیر ملکی تیزی سے کروٹ بدل گیا اور ٹائیگر منہ کے بل بستر پر دھنسا چلا گیا۔ غیر ملکی نے

کروٹ بدلتے ہی دوبارہ کروٹ بدلی اور اس کا جسم تیزی سے ٹاپا
پشت پر آگیا۔ مگر ٹائیگر نے اسی طرح لٹے لیٹے ہوئے دونوں پر
کو پیچھے کی طرف کیا اور غیر ملکی قلابازی کھا کر بیڈ سے سامنے وا
دیوار سے جا ٹکرایا۔ اور پھر سر کے بل نیچے کھسکا چلا گیا۔

مگر ٹائیگر اسے پیروں کی مدد سے اچھلتے ہی تیزی سے
ہوا اور اس نے دونوں ٹانگوں کی مدد سے بیڈ کو پوری قوت سے
دیوار سے ٹکرا دیا اور غیر ملکی کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ اس کی عجیب
پوزیشن بن گئی تھی۔ اس کا سرفرش پر ٹکا ہوا تھا جبکہ ٹانگیں وا
سے لگی ہوئی تھیں اور بیڈ نے اسے پیٹ کی جگہ سے دیوار سے
برمی طرح بھینچ دیا گیا تھا۔

ٹائیگر نے پوری قوت سے بیڈ کو دیوار کے ساتھ لگائے رکھا
غیر ملکی مچھلی کی طرح ترپنے لگا۔ اس نے ادھر ادھر نکلنے کی بھید کوٹ
کی لیکن ٹائیگر نے اپنے جسم کی پوری قوت لگا رکھی تھی۔ اُسے علم
کہ اب اگر یہ غیر ملکی نکل گیا تو پھر وہ اُسے گولی مارنے سے بھی دریغ
کرے گا۔ اس نے ٹانگوں کی مدد سے بیڈ کو جھٹکے دینے شروع
کر دیئے۔ اور پھر غیر ملکی کی جدوجہد آہستہ آہستہ سست پڑتی چلی گئی
پھیپھڑوں کا سچلا حصہ بیڈ اور دیوار کے درمیان پھنس جانے کی
سے وہ پوری طرح سانس نہ لے سکتا تھا اس لئے وہ بیہوش ہوتا چلا
جب اس کی ٹانگیں بے جان سی ہو کر نیچے لٹکنے لگیں تو ٹائیگر نے
تیزی سے پیچھے ہٹ کر ایک پیر کی مدد سے بیڈ کے پائے کو باہر کا
طرف کھسکایا اور اس کے ساتھ ہی غیر ملکی کا الٹا کھڑا ہوا جسم دھڑا

سے درمیانی خلا میں گرتا چلا گیا۔

ٹائیگر نے بیڈ کو اور زیادہ کھسکایا اور پھر جب خلا خاصا بڑا ہو گیا
تو وہ اس غیر ملکی کی طرف بڑھا۔ وہ اس جگہ پشت کر کے بیٹھا چلا گیا
یہاں غیر ملکی کا سائلنسر لگا ہوا ریوالور پڑا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے الٹا بیڈ کو
ہاتھوں کی مدد سے ٹول کر ریوالور اٹھالیا اور پھر اس کے ہاتھ تیزی
سے حرکت میں آ گئے۔ اس نے ریوالور کو مخصوص انداز میں پکڑا اور پھر اس
کی نال کو کلائیوں کے درمیان موجود ہتھکڑی کے اوپر رکھ کر اس نے
دوسرے ہاتھ کی انگلی کو پھینچ کر ٹریگر تک بڑھایا چونکہ یہ سب کچھ اس
لی پشت پر ہو رہا تھا اس لئے بس احساس ہی ہو رہا تھا۔ ویسے جو کام
وہ کرنے چلا تھا وہ تھا اتہا قی خطرناک — اگر ریوالور کی نال ذرا سا
بھی غلط ہو جائے تو گولی ٹائیگر کی پشت کی گھٹس سکتی تھی۔ لیکن
ٹائیگر نے اپنی کوششیں جاری رکھیں اور پھر جب اس کے انداز سے
مطابق ریوالور کی نال کلائیوں کے گرد پڑی ہوتی ہتھکڑی کے درمیانی
بصے پر ٹک گئی تو اس نے سانس روک کر ٹریگر دبا دیا۔ ہلکا سا دھماکا ہوا اور
اس کے ساتھ ہی ریوالور اس کے ہاتھوں سے گرتا چلا گیا۔ مگر دھماکے
کے ساتھ ہی اس کے دونوں ہاتھ علیحدہ ہو گئے۔ گولی نے ہتھکڑی کے
درمیانی حصے کو توڑ دیا تھا۔

دونوں ہاتھ آزاد ہوتے ہی ٹائیگر تیزی سے مڑا اور اس نے جھک
کر وہی ریوالور دوبارہ اٹھالیا۔ اس کے بعد وہ قالین پر بیہوش پڑے
وئے غیر ملکی کی طرف بڑھا اور اس نے اُسے اٹھا کر اسی صوفے پر
چٹیک دیا جہاں چند لمحے قبل غیر ملکی نے اُسے دھکیلا تھا اور اس کے

ساتھ ہی بستر پر پڑی ہوئی سوئیاں پھینکنے والی مشین ٹائیگر نے اٹھا کر پھر اس نے پھرتی سے اس کا ڈھکن کھولا اور اس کا رُخ غیر ملکی کی طرف کرتے ہوئے ڈبی کے نچلے حصے کو مخصوص انداز میں دبا دیا۔ کی ملکی سی آواز پیدا ہوئی اور سوئی غیر ملکی کی ران میں گھستی چلی گئی۔ ٹائیگر نے مطمئن ہو کر مشین کو جیب میں ڈال لیا۔ اب اُسے اطمینان غیر ملکی ہوش میں آنے کے باوجود حرکت نہ کر سکے گا۔ اس لئے اس نے غیر ملکی کی تلاشی یعنی شروع کر دی۔ اور پھر اس کی جیب سے اُس وہ چابی مل گئی جس کی مدد سے ہتھکڑی کھولی جاسکتی تھی۔ چابی کے بعد اس نے چند ہی لمحوں میں دونوں کلائیوں کے گرد موجود آہل حلقوں سے بھی پیچھا چھڑا لیا۔ اس کے بعد اس نے غیر ملکی کی مزید لی لیکن اس کی جیبوں میں کچھ بھی نہ تھا۔

ٹائیگر نے اب کمرے کی تلاشی یعنی شروع کر دی لیکن کمرے بھی اُسے اپنے مطلب کی کوئی چیز نہ مل سکی۔ جب وہ تلاشی لیکر اس صوفے کی طرف آیا جہاں غیر ملکی موجود تھا تو اس نے غیر ملکی کو اس میں دیکھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ مگر اس کا جسم اسی بے حس و حرکت تھا۔ غیر ملکی کی آنکھوں میں حیرت کی پرچھائیاں نما طور پر موجود تھیں۔

تمہارا جسم ضرور مفلوج ہے۔ مگر تم بول سکتے ہو سمجھے۔ لئے میں جو کچھ پوچھوں۔ ٹھیک ٹھیک جواب دینا۔ ورنہ میں تمہاری بوئی بوئی علیحدہ کر دوں گا۔ ٹائیگر نے جھک کر تیل کا پائچہ اونچا کیا اور پنڈلی سے بندھا ہوا ایک پتلا سا مگر تیز دھار

سکاتے ہوئے غیر ملکی سے مخاطب ہو کر کہا۔ پھر اس نے اطمینان سے منہ پر ایک طرف رکھا اور جیب سے ریو الوز نکال لیا۔

تت۔ تت۔ تت۔ تم انسان نہیں ہو۔ تم نے ہتھکڑی کیسے کھولی۔ غیر ملکی نے پہلی بار زبان کھولی۔ مگر حیرت کی شدت سے اس کی زبان لڑکھڑاہی رہی تھی۔

کھولی تو بعد میں ہے۔ پہلے تو توڑی ہے تمہارے ہی ریو الوز کی مدد سے۔ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اوہ! ناممکن۔ ناممکن۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ تمہارے ہاتھ تو پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ تم کیسے ریو الوز سے ہتھکڑی توڑ سکتے ہو۔ غیر ملکی نے یقین نہ آنے والے لہجے میں کہا۔

میرا استاد بڑا ماہر آدمی ہے مٹر فلیپر۔ یہ اس کے لئے ایک معمولی کھیل ہے۔ ٹائیگر نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

مگر میرا جسم۔ میرا جسم حرکت کیوں نہیں کر رہا۔ غیر ملکی کو شاید اب خیال آیا تھا۔

یہ بھی میرے استاد کا چمکا ہے۔ گھبراؤ نہیں جب چاہوں گا۔ تمہیں چٹکی بجاتے ہی ٹھیک کر دوں گا۔ ٹائیگر نے جواب دیا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر دونوں ہاتھوں سے غیر ملکی کا چہرہ پکڑا۔

غیر ملکی کی آنکھیں خوف سے چوڑی ہوتی چلی گئیں۔ ٹائیگر نے فلیپر کے منہ میں ریو الوز کی نال ڈال کر ایک زوردار جھٹکا دیا اور فلیپر کا منہ ریو الوز کی سائنس لگی نال کی وجہ سے پوری طرح کھلتا چلا گیا۔ فلیپر چونکہ مفلوج

ہوا بیٹھا تھا اس لئے وہ ٹائیگر کی اس حرکت کے خلاف کوئی مداخلت

نہ کر سکا۔ البتہ اس کی آنکھوں میں شدت حیرت اور خوف کے آثار نما ہو گئے۔ وہ شاید ٹائیگر کی اس حرکت کا اصل مقصد ہی نہ سمجھ سکا۔ اس کے ذہن میں شاید یہ خیال آیا ہو گا کہ ٹائیگر اس کے حلق کے ا فائر کرنا چاہتا ہے۔

مگر ٹائیگر نے اس کا حلق کھولتے ہی اپنا ایک ہاتھ اس منہ کے اندر ڈالا اور پھر اس کی انگلیوں نے تیزی سے اس کے دانتوں کو ٹٹولنا شروع کر دیا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ دانت کے ایک خلاء سے نا کیپسول برآمد کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ کیپسول باہر نکالتے ہی اس ریوالور کی نال اس کے منہ سے کھینچ لی۔

”تمہارے ساتھی کا پر نے کچھ بتانے سے پہلے اسی طرح کا کیپسول چبا کر خود کشی کر لی تھی۔ اس لئے میں نے یہ کیپسول نکالا ہے۔“ تم بڑی شرافت سے میرے سوالوں کے جواب دو۔ ورنہ یاد رکھ میں بے رحمانہ تشدد کرنے میں پورے پاکیشیا میں مشہور ہوں۔“ ٹائیگر نے ریوالور جیب میں رکھتے ہوئے اور بستر پر رکھا ہوا تیز دھارہ خنجر اٹھاتے ہوئے کہا۔

”اس بھرے پرے ہوٹل میں تم مجھ پر تشدد نہیں کر سکتے۔ اگر نے مجھے کچھ کہا تو میں چیخ چیخ کر پورا ہوٹل سر پر اٹھاؤنگا۔“ فلیپر نے جواب میں دھمکی دیتے ہوئے کہا۔

”سٹوفلیپر! تم یا تو مجھے جاہل سمجھتے ہو۔ یا پھر خود احمق تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آج کل فائبرسٹار ہوٹلوں کے کمرے باقاع ساؤنڈ پروف بنائے جاتے ہیں تاکہ تمہارے شور و غل یا باتیں کرنے

سے ساتھ والے کمروں کے لوگ بالکل ڈسٹرب نہ ہوں۔ کیا تم اس کمرے کی ساخت نہیں دیکھ رہے۔ یہ مکمل طور پر ساؤنڈ پروف ہے اور دروازہ تم نے خود بند کر دیا تھا۔ اگر یہ ساؤنڈ پروف نہ ہوتا تو جس وقت تم بیڈ اور دیوار کے درمیان بھینچے ہوئے چیخ رہے تھے۔ اس وقت پورا ہوٹل یہاں اکٹھا ہو چکا ہوتا۔ اس لئے اس قسم کی گیدڑ بھبھکیاں مجھے دینے کی ضرورت نہیں ہے۔“ ٹائیگر نے پوری وضاحت سے بات کرتے ہوئے کہا۔

”تم ضرورت سے زیادہ ہوشیار ہو۔ بہر حال پہلے تم یہ بتاؤ کہ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟“ فلیپر نے ڈھیلے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”پہلی بات تو یہ بتاؤ کہ رابن ہڈ تنظیم میں تمہارا کیا کردار ہے۔“ ٹائیگر نے سوال کیا۔

”رابن ہڈ! وہ کیا ہوتی ہے؟“ فلیپر نے بڑے معصومانہ انداز میں پوچھا۔

”ہوں! تو تم آسانی سے جواب دینے کے موڈ میں نہیں ہو۔ تمہاری مرضی“ ٹائیگر نے جواب دیا اور پھر وہ چند لمحے کھڑا سیہ چار ہا۔ کیونکہ اسے معلوم تھا کہ ایسی حالت میں جب کہ فلیپر کا جسم مفلوج ہے اس پر جسمانی تشدد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کے اجسامات تو ختم ہو چکے تھے۔ اور اگر اس کا جسمانی مفلوج پن اگر ختم کر دیا جائے تو پھر صورت حال بدل بھی سکتی تھی۔ اس لئے وہ کوئی ایسا طریقہ سوچ رہا تھا کہ جس سے سوالوں کے جواب بھی مل جائیں۔ مگر صورت حال بھی

یہی رہے۔ وہ کچھ دیر تک کھڑا سوچتا رہا اور چند لمحوں بعد اس کے ذہن

ایک مادر ترکیب آگئی۔ "ویری گڈ!۔۔۔ یہ ٹھیک رہے گا۔۔۔ میں دیکھتا ہوں کہ اب فائلیپر کے منہ سے ٹیپ ہٹا کر رومال باہر نکال لیا اور فلیپر نے پہلے تو زور زور سے سانس لیتے اور پھر اس کی آواز علق سے برآمد ہوتی۔ تم مجھے مار تو سکتے ہو لیکن میری مرضی کے بغیر مجھ سے کچھ نہیں پوچھ سکتے۔۔۔ ہم نے عہد کیا ہوا ہے کہ دشمن کو کچھ بتانے سے پہلے ہی خودکشی کر لیں گے۔ اسی لئے ہم سب نے اپنے دانتوں میں زہریلے کیسپول رکھے ہوئے ہیں۔ اب تم نے وہ کیسپول نکال لیا ہے تو کیا ہوا۔۔۔ تم زیادہ سے زیادہ مجھے مار ہی سکتے ہو اور موت کو ہم نے بہت پہلے قبول کر لیا ہوا ہے۔" فلیپر کے لہجے میں بے پناہ اعتماد تھا۔

فلیپر کا ناک چٹکی سے پکڑ لیا۔ ناک بند ہوتے ہی فلیپر کا سینہ کسی دھونکنی کی طرح چلنے لگا۔ اس کی آنکھیں خوف سے مچھلتی چلی گئیں۔ اس کا سانس بند ہو گیا تھا۔ ایک منہ جیت کی وجہ سے وہ پھر تک بھی نہ سکتا تھا اس لئے اس کی بے کا تمام تر زور اس کی آنکھوں سے نمایاں ہو رہا تھا۔

جب ٹائیگر نے دیکھا کہ اب اس کا سانس بالکل رکنے والا ہے اس نے ناک چھوڑ دی اور فلیپر ناک کے ذریعے زور زور سے سانس لگا۔ اور اس کی آنکھیں سانس لیتے ہوئے معمول پر آتی چلی گئیں۔ دیکھو فلیپر!۔۔۔ میں اسی طرح تمہیں انتہائی بے بسی کی موت سکتا ہوں۔ اس لئے میں اب تمہیں آخری چانس دے رہا ہوں کہ میرے سوالوں کے جواب دے دو۔۔۔ ورنہ اس بار میں تمہاری ناک پر بھی ٹیپ لگا دوں گا اور اس کے بعد باہر چلا جاؤں گا۔ نتیجہ تم جا

ہو کیا ہو گا۔۔۔ ٹائیگر نے انتہائی کمرخت لہجے میں کہا اور پھر اس نے فلیپر کے منہ سے ٹیپ ہٹا کر رومال باہر نکال لیا اور فلیپر نے پہلے تو زور زور سے سانس لیتے اور پھر اس کی آواز علق سے برآمد ہوتی۔ تم مجھے مار تو سکتے ہو لیکن میری مرضی کے بغیر مجھ سے کچھ نہیں پوچھ سکتے۔۔۔ ہم نے عہد کیا ہوا ہے کہ دشمن کو کچھ بتانے سے پہلے ہی خودکشی کر لیں گے۔ اسی لئے ہم سب نے اپنے دانتوں میں زہریلے کیسپول رکھے ہوئے ہیں۔ اب تم نے وہ کیسپول نکال لیا ہے تو کیا ہوا۔۔۔ تم زیادہ سے زیادہ مجھے مار ہی سکتے ہو اور موت کو ہم نے بہت پہلے قبول کر لیا ہوا ہے۔" فلیپر کے لہجے میں بے پناہ اعتماد تھا۔

"تو تمہاری تنظیم نے تم سے عہد لیا ہوا ہے۔" ٹائیگر نے ہونٹ بھینچتے ہوئے کہا۔

"ہاں!۔۔۔ تنظیم میں شمولیت سے پہلے ہم میں سے ہر شخص کو یہ عہد کرنا پڑتا ہے۔" فلیپر نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔ "لیکن اگر تم یہ عہد توڑ دو تو تنظیم کو کیا پتہ لگ سکتا ہے۔" ٹائیگر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

تم رابن ہڈ ہمارے چیف کو نہیں جانتے۔ وہ ہزار آنکھیں رکھتا ہے۔ اور پھر عہد کا جہاں تک تعلق ہے تو جیسے ہی ہم نے عہد توڑا۔ ہمارے جسم کی تمام رگیں فوراً ہی ٹوٹ جاتی ہیں اور ہم سکتے کی موت مرتے ہیں۔ ایسی موت جو انتہائی لرزہ خیز ہوتی ہے۔ عہد توڑنے والے کی حالت ایسی ہوتی ہے کہ موت کو بھی اس پر رحم

دارک گلاب

مانا ہوا شکاری اور پیشہ ور قاتل تھا۔ ایسا قاتل جو سینکڑوں افراد کو بھی بوقت قتل کرنے سے بھی نہ چمکاتا تھا۔

راہنہ کو اس کی یہی سفاکی پسند تھی۔ کیونکہ اس کی اپنی طبیعت میں عین مطابق تھی۔ یہی وجہ تھی کہ راہنہ نے اسے پنچترنگ کا انچارج دیا تھا اور نارمن بھی بن ہڈے عموماً تھا اور صرف اسی کا رعب مانتا تھا ورنہ وہ کسی گھاس تک نہ کار وادار نہ تھا۔

اس وقت نارمن کا اسل فرنٹ سیٹ پر بیٹھا تھا۔ ایک طاقتور دور بین لگی ہوئی تھی۔ اس دور بین میں اس کو مٹھی کا ایک صاف طور پر نظر آ رہا تھا۔ وہ مسلسل قبا چا خان کے تعاقب میں تھا اور اس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو فلیٹ سے اغوا تے اور پھر دیگن سے کار میں ان کا تبادلہ بھی اس کی نظروں کے منہ ہوا تھا۔ چونکہ وہ صرف نگرانی پر ہی مامور تھا اس لئے اس نے کسی قسم کی کوئی مداخلت نہ کی تھی اور فی الحال مداخلت کا کوئی جواز بھی نہ تھا۔ کیونکہ کام ابھی تک راہنہ کی مرضی کے عین مطابق ہو رہا تھا۔ لیکن پھر دور سے ہونے والی بے تحاشا فائرنگ کی آوازیں سننے لگیں۔ وہ چونک پڑا۔

”اوہ! — میرا خیال ہے کہ کو مٹھی میں فائرنگ ہو رہی ہے۔“
 بن نے چونکتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے کہا۔
 ”لیس بکس! — محسوس تو ایسا ہی ہو رہا ہے کہ کو مٹھی میں فائرنگ ہو رہی ہے۔“
 پیچھے بیٹھے ہوئے ایک آدمی نے جواب دیا۔
 ”مگر کو مٹھی میں اس بے تحاشا فائرنگ کا کیا مقصد ہوا؟ — نارمن

سیاہ رنگ کی لیوین کار کو مٹھی سے تقریباً دو فرلانگ کے فاصلے پر ایک درخت کی آڑ میں کھڑی ہوئی تھی۔ کار میں چار افراد سوار تھے جنہوں نے سرنج رنگ کے سوٹ پہنے ہوئے تھے اور اس پر سیاہ رنگ کی دھبے بھی نمایاں طور پر نظر آ رہے تھے۔ یہ چاروں شکل و صورت سے ہی اس سفاک اور بڑا کے نظر آتے تھے۔ ان کے چہروں پر موجود سختی اور بے حس اور بے رحم ہونے کا اعلان پکار پکار کر کر رہی تھی۔ یہ پنچترنگ روپ تھا۔ راہنہ کا خاص گروپ۔ جو تنظیم سے علیحدہ رہتا تھا۔ اور جس کا کام صرف سزا دینا تھا۔ یہ صرف راہنہ کا جواب دہ تھا۔ قبا چا خان کو اس کا صحیح طور پر علم بھی نہ تھا۔ راہنہ ہڈے پوری دنیا سے اپنے مطلب کے خاص لوگوں کو چن کر یہ گروپ تشکیل دیا ہوا تھا۔ اس گروپ کا لیڈر نارمن تھا وہ اس حد تک سخت اور تھا کہ پورے گروپ اس سے لڑتا تھا۔ یہ پنچترنگ میں آنے سے پہلے

نے دانتوں سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ الجھا ہوا تھا۔
 اُسے سمجھ نہ آرہی ہو کہ آخر اس فائرنگ کا کیا تک ہے۔
 کچھ دیر بعد فائرنگ ختم ہو گئی اور ہر طرف سکون سا طاری ہو
 نارمن بے چینی سی محسوس کرنے لگا لیکن وہ مداخلت نہ کر سکتا تھا۔
 تک کہ صورت حال واضح نہ ہو جاتی اس لئے وہ خاموش بیٹھا رہا۔
 مگر تھوڑی دیر بعد وہ بڑی رنج و ملال سے اُسے دُور
 پولیس گاڑیوں کی آواز سنائی دینے لگی۔ یہ سارن تیزی سے تہ
 آتے جا رہے تھے۔

”اوہ! پولیس آرہی ہے۔ شاید کسی نے فائرنگ کی آواز
 سن کر پولیس کو فون کر دیا ہے۔“ نارمن نے بے چینی سے پہلو
 ہوتے کہا۔

”لوگ بھی اکٹھے ہو رہے ہیں باس۔“ ڈرائیور نے پہلی بار
 کھولتے ہوئے کہا۔ اس نے بھی دُور بین آنکھوں سے لگائی ہوئی تھی
 ابھی نارمن سوچ ہی رہا تھا کہ اس کا رد عمل کیا ہونا چاہیے کہ
 اس نے مچانگ کو کھینچتے اور پھر قبا چا خان کی کار کو باہر نکلتے دیکھا تو
 چونک پڑا۔ کار کو بھٹی سے نکل کر مخالف سمت میں دوڑتی چلی گئی۔

”اوہ! قبا چا خان نکل کر جا رہا ہے۔ یہ اچھا ہوا۔“
 فائرنگ۔۔۔ نارمن کا فقرہ درمیان میں ہی رہ گیا۔ کیونکہ قبا
 کی کار فوری طور پر درمیانی سڑک پر گھوم کر اس کی نظروں سے غا
 ہو گئی تھی۔

”چلو۔۔۔ میرے خیال میں یہ عقبی سڑک پر نکلیں گے۔“ پولیس

بچنے کے لئے اچھا داؤ ہے۔“ نارمن نے دُور بین آنکھوں سے
 ہٹاتے ہوئے پاس بیٹھے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔
 ڈرائیور پہلے ہی دُور بین ہٹا کر گاڑی کو سٹارٹ کرنے میں مصروف تھا
 چنانچہ دوسرے لمحے گاڑی کو جھٹکا لگا اور ڈرائیور نے بڑی مشاقی سے کار
 کو موڑا اور دوسرے لمحے وہ سڑک پر اس کر کے دائیں طرف جانی والی
 سڑک پر کار کو دوڑانا چلا گیا۔ کافی تیز رفتاری سے چلنے کے بعد اگلے چوک
 سے اس نے جیسے ہی کار کو بائیں طرف موڑا، انہیں دُور سے قبا چا خان
 کی کار شہر کی طرف خاصی تیز رفتاری سے جاتی دکھائی دی۔ اور ڈرائیور
 نے ایک خاص فاصلہ رکھ کر کار پیچھے لگا دی۔

”یہ اب کہاں جا رہے ہیں؟“ نارمن نے کہا۔
 ”معلوم نہیں باس۔ جس سڑک پر یہ جا رہے ہیں یہ تو وہی سڑک
 ہے جہاں سے انہوں نے آدمی اغوا کئے تھے۔“ ڈرائیور نے
 جواب دیا اور نارمن نے سر ہلا دیا۔

اب نارمن کو بھی خیال آگیا تھا کہ واقعی یہ وہی سڑک ہے اور پھر تھوڑی
 دیر بعد اس کے خیال کی تصدیق ہو گئی جب اس نے کار کو اسی فلیٹ
 کے سامنے رکتے دیکھا۔ ڈرائیور نے کار ایک طرف کر کے روک دی تھی
 اور دوسرے لمحے نارمن سمیت سب افراد بڑی طرح چونک پڑے جب
 انہوں نے کار میں سے انہی دو جیشیوں کو نکلتے دیکھا جنہیں اغوا کر کے
 قبا چا خان لے گیا تھا۔

جیشیوں کے باہر نکلتے ہی کار آگے بڑھ گئی اور ڈرائیور نے بھی
 لاشعوری طور پر کار آگے بڑھا دی۔

”یہ تو میرے خیال میں حالات اُلٹے ہیں۔ جنہیں اغوا کیا گیا ہے۔ ان لوگوں نے قباچا خان کو زیر کر لیا ہے جانسن“۔ نارمن نے بڑبڑاتے ہوئے ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

”لیں باس“۔ ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

”کار کو اس کار سے آگے لے چلو۔ میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس میں کون موجود ہے“۔ نارمن نے کہا اور ڈرائیور نے سر ہلا کر ہوتے کار کی رفتار یکدم بڑھادی اور پھر آدمی اور طوفان کی طرح دوڑا ہوتی آگے بڑھتی چلی گئی۔

دونوں کاروں کا درمیانی فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم سے کم تر ہوتا چلا گیا۔ آگے جانے والی کار اسی رفتار سے آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ چند ہی لمحوں بعد دونوں کاریں برابر دوڑنے لگی تھیں۔ اس کار کو ایک نوجوان چلا رہا تھا جس کے چہرے پر حماقتوں کا آئینہ تھا۔ اس نوجوان نے بڑے معصوم نظروں سے نارمن اور اس کے ساتھیوں کو دیکھا۔ اسی لمحے نارمن کی کار تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

”یہ بھی وہی آدمی ہے جسے ان جیشیوں کے ساتھ اغوا کیا گیا تھا۔ اور پھر یا تو قباچا خان بیہوشی کے عالم میں اس کار میں موجود ہے۔ پھر اسے مار دیا گیا ہے“۔ نارمن نے کہا۔

”پھر باس انجیشن شروع کیا جاتے“۔ پیچھے بیٹھے ہوئے دونوں افراد نے کہا۔

”ہاں ب۔ لیکن ہمیں اس نوجوان کو زندہ پکڑنا ہے تاکہ اس کے حالات معلوم ہو سکیں۔ مگر انجیشن کسی سنان سٹک پر ہونا چاہیے“۔

نارمن نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کی نظریں بیک مرر پر جمی ہوئی تھیں۔

”ارے یہ تو مڑ گیا“۔ اچانک نارمن نے منہ جھٹکے ہوئے کہا اور پھر ڈرائیور نے انتہائی مشاقی سے اتنی تیز رفتار کار کو یکدم موڑ دیا اور کار الٹے الٹے پرخ گئی۔ واقعی ڈرائیور اپنے کام میں بے پناہ مہارت رکھتا تھا ورنہ اس انداز میں کار موڑنا اور پھر اسے سنبھال لینا بظاہر ناممکن ہی نظر آتا تھا۔

کار کو تیزی سے موڑتے ہی ڈرائیور نے اسے واپس دوڑایا اور پھر اسی جگہ پر آ کر اس نے کار کو اسی سٹک پر ڈال دیا جہاں پہلے والی کار گئی تھی۔

یہ سٹک چھوٹی تھی اور اس کے دونوں طرف گھنے درخت تھے۔ ابھی نارمن کی کار ذرا سی آگے بڑھی تھی کہ اچانک انہیں دُور سے پہلے والی کار ایک سائیڈ پر کھڑی نظر آئی۔ اور ڈرائیور نے اس کار کو دیکھتے ہی کار کی رفتار یکدم آہستہ کر دی اور پھر پہلی کار سے کافی فاصلے پر اس نے اپنی کار روک دی۔

کار رکتے ہی وہ چاروں دروازے کھول کر اچھل کر باہر نکلے اور پھر دو اطراف میں پھیل کر وہ پہلے والی کار کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ ان کے اعصاب تنہ ہوئے تھے۔ اور ہاتھوں میں پکڑی ہوئی مشین گنیں تیزی سے اپنا رخ بدل رہی تھیں۔ اور پھر عجب ہی وہ چاروں پہلی والی کار تک پہنچ گئے۔

”اوہ!۔ اس میں تو قباچا خان موجود ہے۔ جلدی کرو۔ وہ نوجوان زندہ ہی ہوگا۔ اسے پکڑو“۔ نارمن نے کار کا دروازہ

کھول کر قباچا خان کو باہر گھسیٹتے ہوئے کہا۔
 قباچا خان کا جسم زخموں سے چور تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اس کا
 جسم کی کھال کو ضربیں لگا لگا کر ادھیڑ دیا گیا ہو۔
 ”اوہ! بے پناہ تشدد ہوا ہے اس پر“ — نارمن نے دا
 پیٹتے ہوئے کہا۔

نارمن کے تینوں ساتھی درختوں میں گھس گئے تھے اور اب نا
 اکیلا ہی کار کے پاس کھڑا تھا۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا اور پھر اچھا
 فائرنگ کی آوازیں سنائی دیں اور نارمن بڑی طرح اچھل پڑا۔ فائر
 کسی درخت سے کی گئی تھی۔ اس نے تیزی سے کندھے سے لٹکی
 مشین گن ہاتھ میں پکڑی اور پھر اس کا رخ اس درخت کی طرف کا
 بدھ رہے اس کے خیال کے مطابق فائرنگ ہوئی تھی مگر دوسرے
 لمحے ایک دھماکہ ہوا اور مشین گن اس کے ہاتھوں سے نکل کر دور
 ریوالور نکال لیا۔

مگر ایک بار پھر دھماکہ ہوا اور ریوالور بھی اس کے ہاتھ سے نکل کر
 جاگرا۔ فائر کرنے والے کا نشانہ بے حد سچا تھا۔

ریوالور ہاتھ سے نکلنے ہی نارمن نے تیزی سے چھلانگ لگائی ا
 ایک بڑی سی جھاڑی کی آڑ میں ہو گیا۔ اب وہ فائرنگ سے بچ گیا
 جھاڑی کی آڑ میں ہوتے ہی اس نے تیزی سے جیب سے
 اور ریوالور نکالا اور جھاڑی کے پیچھے لیٹ کر غور سے اس درخت کی طرف
 دیکھنے لگا بدھ رہے اس پر فائر ہوا تھا۔ اس کے ساتھیوں میں سے

نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ اس سے ایک ہی بات ظاہر ہوتی تھی کہ اس
 بے ساتھیوں کو پہلی فائرنگ میں ہی ہلاک کر دیا گیا ہے۔ لیکن اس پر
 فائرنگ اس انداز میں ہوئی تھی کہ صرف مشین گن اور ریوالور کو اس کے
 ہاتھ سے نکالا گیا تھا۔ ورنہ مارنے والا جس طرح نشانے کا سچا تھا۔ اس
 باط سے تو گولی اس کے سینے میں بھی گھس سکتی تھی۔ بہر حال وہ جھاڑی
 کے پیچھے چھپا ہوا بے حس و حرکت پڑا ہوا تھا۔ اس کی نظریں اس گھنے
 درخت پر جمی ہوئی تھیں۔ جہاں سے اس پر فائرنگ کی گئی تھی۔ اس کی
 آنکھوں میں زخمی درندے جیسی چمک تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اس پر فائر کرنے
 والا وہی احمق سانو جوان ہو سکتا ہے جو کار چلا رہا تھا۔ کیونکہ کار میں
 اس کوئی اور ساتھی نہ تھا۔ اس لئے یہ ساری کارروائی لازماً اسی کی ہوگی۔
 اسی لمحے اُسے درخت کی شاخیں ہلتی ہوئی محسوس ہوئیں جیسے
 دی نیچے اتر رہا ہو اور اس نے ہونٹ بھینچتے ہوئے ٹریگر دبا دیا۔ اور فائر
 کے دھماکے کے ساتھ ہی ایک انسانی ہچک سناٹی دی اور پھر ایک انسانی
 جسم لاش کی صورت میں نیچے گرتا دکھائی دیا اور نارمن خوشی سے نعرہ مارتا
 ہوا اٹھ کر اس طرف بھاگا بدھ رہا وہ نو جوان گرا تھا۔
 نو جوان جو یقیناً عمران تھا۔

کی تھی کہ حفظِ مآلِ قدم کے طور پر بجائے دو روز کی میعاد مقرر کرنے کے
م سے کم وقت کے الفاظ کہہ دیتے تھے۔ آخر وہ سیاست دان تھے
انہیں معلوم تھا کہ اگر دو روز کا وقت دے دیا گیا اور دو روز میں کسی
بھی وجہ سے مجرم گرفتار نہ ہو سکے تو عوام بپھر جایتیں گے۔ اس لئے انہوں
نے جان بوجھ کر یہ الفاظ کہے تھے۔

صدر ہسپتال میں تھا۔ لیکن باقی ٹیم کاریں لئے شہر میں گھوم رہی تھی
ایکٹو نے انہیں شہر میں گھومنے اور مشکوک افراد پر خاص طور پر غیر ملکیوں پر
نظر رکھنے کی ہدایت کی تھی۔

کیپٹن شکیل اور جولیا ایک ہی کار میں سوار شہر میں پھر رہے تھے ان
کی تیز نظریں غیر ملکیوں پر جمی ہوئی تھیں۔ لیکن ابھی تک انہیں کوئی مشکوک
آدمی نظر نہ آیا تھا جس کا وہ تعاقب یا مگرانی کرتے۔ سیکرٹ سروس میں
کافی عرصے سے کام کرنے کی وجہ سے انہیں مجرموں کے چہروں کی پہچان
ہو گئی تھی اور وہ ایک نظر ڈالتے ہی پہچان جاتے کہ کون شریف ہے اور
کون مشکوک۔

”جولیا! — میرا خیال ہے کہ ہمیں یوں شہر میں آوارہ گردی کرنے کی
بجائے مخصوص اڈوں کو نگاہ میں رکھنا چاہیے“ — کیپٹن شکیل نے
جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

جولیا کا رچلا رہی تھی جب کہ کیپٹن شکیل اس کے ساتھ والی سیٹ
پر بیٹھا ہوا تھا۔

”مخصوص اڈے! — کیا مطلب — میں سمجھی نہیں“ — جولیا
نے الجھے ہوتے لہجے میں پوچھا۔

پوری سیکرٹ سروس گردان پھر رہی تھی۔ شہر کے حالات ناگفتہ بہ
ہر شخص سہما ہوا تھا اور موت کے خوف سے لرز رہا تھا۔ شہر کا نظام نہ
کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ باہر جانے سے لوگوں کو روک دیا گیا تھا تاکہ نہ
افرا تفری نہ پھیلے۔

صدر مملکت نے خصوصی تقریر میں بڑے اعتماد سے یہ اعلان
کہ مجرموں کو جلد از جلد گرفتار کر لیا جائے گا۔ سیکرٹ سروس ان کی را
چل پڑی ہے۔ اس لئے لوگ مطمئن رہیں حکومت انتہائی تیز رفتاری
سے کام کر رہی ہے اور اسے اپنے شہریوں کی جان و مال کے تحفظ
پورا پورا خیال ہے۔

صدر مملکت نے بڑے جذباتی انداز میں تقریر کی تھی اور ان
جذباتی انداز لوگوں کو خاصا متاثر کر گیا تھا اور ان کے چہروں پر قد
اطمینان کے آثار نظر آنے لگ گئے تھے۔ صدر مملکت نے عقل

”میری نگاہ میں چند ایسے کلب ہیں جہاں پیشہ ور قسم کے مجرم آتے جاتے رہتے ہیں۔ وہاں غیر ملکی مجرم بھی آتے رہتے ہیں کیونکہ ان اڈوں پر انہیں اپنے مطلب کی ہر چیز مل جاتی ہے۔“ کیپٹن نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ! — مثلاً کون کون سے؟“ جولیا نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
”مثال کے طور پر سب سے بڑا اڈہ جو فی کلب ہے۔ جہاں ترغیر ملکی مجرم جاتے ہیں اور مقامی بھی وہ لوگ جاتے ہیں جو اونچے مارنے کے عادی ہوتے ہیں۔“ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔
”جو فی کلب! — یہ کہاں ہے میں تو یہ نام ہی پہلی بار سُن رہی ہوں۔“ جولیا نے تعجب بھرے لہجے میں کہا۔

”مس جولیا! — یہ کوئی باقاعدہ کلب نہیں ہے۔ دراصل ایک جو آخانہ ہے۔ حکومت سے باقاعدہ لائسنس یافتہ جو آخانہ لیکن اس جو آخانے کے نیچے خفیہ تہہ خانے میں یہ کلب قائم ہے جہا دنیا کی ہر شراب ملتی ہے۔ اور وہاں ایسے کمرے بھی کرایہ پر مہیا جاتے ہیں جہاں دنیا کا ہر حُسن موجود رہتا ہے اس لئے غیر ملکی مجرم وہاں آتے جاتے رہتے ہیں۔“ کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”مگر تمہیں کیسے پتہ چلا؟ کیا تم بھی ان کمروں میں جاتے ہو؟“
”میں نے قدرے فحش لہجے میں کہا۔“

”مس جولیا! — آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔ آپ مجھے اچھی طرح جانتی ہیں کہ میں ان لغویات سے ہمیشہ دور رہتا ہوں۔ میں دراصل

بھی فارغ ہوتا ہوں شغل کے طور پر ان اڈوں پر جاتا رہتا ہوں وہاں بہت مفید طلب باتیں مل جاتی ہیں جو ہمارے کام میں مفید رہتی ہیں۔“ کیپٹن شکیل نے اس کی بات اُچکتے ہوئے انتہائی سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ سو ری کیپٹن! — میں نے خواہ مخواہ غلط فہمی میں دلی طور معذرت خواہ ہوں۔ واقعی آپ کی طبیعت ایسی ہی ہے کہ آپ کے خلق ایسی بات سوچنی بھی غلطی ہے۔“ جولیا نے ندامت بھرے لہجے میں جواب دیا۔

”اوہ! — کوئی بات نہیں۔ جو کچھ آپ نے سوچا یہ فطری بات تھی۔ بہر حال اگر اس پروگرام پر عمل کیا جائے تو کیسا رہے گا؟“ کیپٹن شکیل نے بات کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔
”بالکل ٹھیک ہے۔ ہمیں ضرور ان اڈوں پر جانا چاہیے۔“

جولیا نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔
”مگر مس جولیا! — ایک بات کہہ دوں۔ آپ ناراض نہ ہوں گی کیونکہ یہ بتانا میرا فرض ہے۔“ کیپٹن شکیل نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں کہا۔

”وہ کیا؟“ جولیا نے چونکتے ہوئے پوچھا۔
”ان اڈوں پر ہر قسم کے ادبائش سے ہتھ چھٹ اور لڑائی بھڑائی کے ماہر لوگ ہوتے ہیں۔ یہ صرف طاقت کی زبان سمجھتے ہیں اس لئے وہاں جانے کے بعد آپ کو ہر لحاظ سے چوکنا رہنا پڑے گا۔“ کیپٹن شکیل نے کہا۔

اوہ کیپٹن! — تم بے فکر رہو۔ میں ایسے ماحول کو کنٹرول کرنے کی طرح جانتی ہوں۔ جو لیا نے مسکراتے ہوئے بڑے با اعتمادی میں کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ ایسے روڈ پر کار لے چلیں۔“ کیپٹن نے مطمئن لہجے میں کہا اور جو لیا نے سر ہلاتے ہوئے کار کی رفتار بڑھادی اور پھر مختلف چوکوں اور سڑکوں سے گزر کر حقوڑی دیر بعد ان کی کار روڈ پر پہنچ گئی۔

”سامنے والی سڑک رنگ کی عمارت کے سامنے کار روک دیجی یہیں جو فی کلب ہے۔“ کیپٹن شکیل نے انگلی سے دُور ایک منزلہ عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور جو لیا کار اس کی طرف بڑھاتی لے گئی۔

چند لمحوں بعد اس نے کار اس عمارت کے سامنے روک دی۔ وہ پہلے بھی دس بارہ کاریں موجود تھیں۔

کار رکتے ہی وہ دونوں نیچے اترے اور پھر عمارت کے مین گیج کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ عمارت پر کسی قسم کا کوئی بورڈ موجود نہیں البتہ دروازے پر دو غنڈے قسم کے افراد سائیڈ ہولسٹروں میں لٹکے ریوالوروں پر ہاتھ رکھے بڑے چوکنے انداز میں کھڑے تھے۔

کیپٹن شکیل جو لیا سمیت بڑے با اعتماد انداز میں آگے بڑھا۔ کیپٹن شکیل کو دیکھ کر دونوں غنڈوں نے شناسائی کے انداز میں سر اُٹھایا اور کیپٹن شکیل نے بھی سر ہلاتے ہوئے جو لیا کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھا اور اُسے لئے دروازہ کھول کر اندر داخل ہوتا چلا گیا۔

ہال میں جوئے کی میزیں لگی ہوئی تھیں جن کے گرد کئی مرد اور عورتیں بیٹھی جوئے میں مصروف تھیں۔ کیپٹن شکیل جو لیا کو لے کر ہوتے کی طرف بنی ہوئی راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ راہداری کے سامنے دو قوی ہیکل افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے چہروں پر موجود تدریس سے ہی صاف نظر آ رہی تھی۔

کیپٹن شکیل اور جو لیا جیسے ہی ان دونوں کے قریب پہنچے دونوں نے آگے بڑھ کر ان کا راستہ روک لیا۔

”ادھر کوئی راستہ نہیں ہے۔“ ہال میں جایتے۔“ ان میں ایک نے کرنخت لہجے میں کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔ ”راستہ بن بھی سکتا ہے۔“ اور بنایا بھی جاسکتا ہے۔“ کیپٹن نے سنجیدہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ! آپ جاسکتے ہیں۔“ مگر یہ محترمہ کو اندر جانے کی اجازت ہے۔“ بولنے والے نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔ کیونکہ شکیل نے اندر جانے کا مخصوص کوڈ دہرایا تھا۔

”کیوں۔“ یہ میری فریڈم ہے۔“ اسے کون روک سکتا ہے۔“ شکیل نے کرنخت لہجے میں کہا۔

”اندر آپ کو ہر قسم کی فریڈم مل سکتی ہیں۔“ انہیں لے جانے کی ضرورت نہیں ہے۔“ اسی نے انتہائی خشک لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

جلانے دونوں! — لڑائی خول صورت ہے۔ ہو سکتا ہے اسے کوئی کمرہ مستقل ہی الاٹ کر دے اور ہمارا سکوپ بھی بن

جائے۔۔۔ دوسرے نے بڑے خباثت بھرے لہجے میں مکہ ہوئے اپنے ساتھی سے کہا۔
 "یوٹھٹ آپ"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے بھڑک کر مشورہ دینے والے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"ایسی زوردار لونڈیا رکھ کر تم اب ہمیں تو گالیاں دو گے ہی۔" مشورہ دینے والے نے کینے پن سے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ مگر دلے اس کی ہنسی ہونٹوں میں ہی دب گئی اور ہل پٹانے کی زوردار سے گوبخ اٹھا۔ جو لیا کا بھرپور تھپڑ اس کے چہرے پر پڑا تھا۔ اور لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے جا لگا تھا۔

دوسرے نے پھرتی سے ریوالور ہوسٹر سے نکالنے کی کوشش مگر کیپٹن شکیل کا ہاتھ گھوما اور وہ چیختا ہوا فرش پر جا گرا۔ کیپٹن شکیل ریوالور نکال لیا تھا۔

ادھر جو لیا کا تھپڑ کھاتے ہی مشورہ دینے والا دیوار سے ٹکرا پھرا چھل کر اس نے جو لیا پر حملہ کرنے کی کوشش کی۔ مگر جو لیا تیزی سے ایک طرف ہٹی اور اس کے ساتھ ہی اس کی لات نیم میں گھومی اور اس پر حملہ کرنے والا پہلو پر زوردار ضرب کھا کر بڑی چیخا اور پھر منہ کے بل فرش پر گرتا چلا گیا۔

اسی لمحے ہال میں سے چار افراد دوڑتے ہوئے وہاں پہنچے۔
 "کیا ہوا۔ کیا ہوا"۔۔۔ ان چاروں نے بیک آواز پوچھا۔
 "انہوں نے میری ساتھی سے گستاخی کی ہے۔۔۔ اور اب جھگڑ رہے ہیں"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے بڑے مطمئن لہجے میں

"نادر اور مارٹن!۔۔۔ اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ"۔۔۔ آنے والوں میں سے ایک نے جس کے چہرے پر بڑی بڑی مونچھیں تھیں انتہائی سخت لہجے میں فرش پر پڑے ہوئے دونوں افراد سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ دونوں تیزی سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ ان کی آنکھوں میں وحشت تھی بلکہ چہرے ٹٹکے ہوئے تھے۔

"کیا باس نے تمہیں یہاں اس لئے کھڑا کیا ہے کہ تم نمبروں پر یوں آوازے کسو۔۔۔ یا انہیں اندر جانے دو۔ یا پھر معذرت کر لو۔ یہ کیا حرکت ہے"۔۔۔ مونچھوں والے نے ان دونوں کو بڑی طرح پھٹکار تے ہوئے کہا۔

"ہم نے تو کچھ نہیں کہا۔۔۔ صرف انہیں اندر جانے سے روکا تھا۔" نادر نے سر جھکاتے ہوئے جواب دیا۔

"کیوں جناب!۔۔۔ جب آپ کو بتا دیا گیا کہ ادھر کوئی راستہ نہیں ہے نوپھر"۔۔۔ مونچھوں والے نے انتہائی سخت لہجے میں کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"میں نے پہلے بھی انہیں بتایا ہے کہ راستہ بن بھی سکتا ہے۔ اور بنایا بھی جاسکتا ہے"۔۔۔ کیپٹن شکیل نے دوبارہ کوڑو دہراتے ہوئے جواب دیا۔

"اوہ!۔۔۔ جب تمہیں کوڑو بتا دیا گیا تو پھر تم نے کیوں روکا۔۔۔؟" معافی مانگو ان سے۔۔۔ اور آئندہ تم نے اگر ایسی حرکت کی تو باس کے سامنے پیش کر دوں گا"۔۔۔ مونچھوں والا اب دوبارہ ان دونوں پر چڑھ دوڑا۔

”ہم معافی چاہتے ہیں“ — ان دونوں نے ٹکے ہوئے چہروں سے کیپٹن شکیل اور جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”آؤ ہنی! — بس کافی ہو گئی ہے ان کے ساتھ“ — کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے جولیا کا ہاتھ پکڑا اور آگے بڑھنے لگا۔ جو بھی مسکرا دی۔ اور وہ دونوں تیزی سے آگے بڑھتے چلے گئے کیپٹن شکیل نے آگے جلتے ہوئے جولیا کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

”سوری میں! — اس ماحول میں ایسا کرنا ضروری تھا“ — کیپٹن شکیل نے معذرت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں سمجھتی ہوں کیپٹن“ — جولیا نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔ کیپٹن شکیل بھی مسکرا دیا۔

راہداری آگے جا کر دائیں طرف مڑ گئی۔ وہاں ایک بڑا سا دروازہ جو بند تھا۔

کیپٹن شکیل نے دروازے پر دستک دی تو دروازے میں ایک چھوٹی سی کھڑکی کھلی اور ایک آنکھ نے باہر کی طرف جھانکا۔

”کیا بات ہے“ — اندر سے کرخ آواز میں پوچھا گیا۔

”ہم جنت میں جانا چاہتے ہیں“ — کیپٹن شکیل نے فوراً جواب دیتے ہوئے کہا۔

”سوری! — یہ جہنم کا دروازہ ہے“ — اندر سے کرخ لہجے میں جواب دیا گیا اور اس کے ساتھ ہی کھڑکی بند کر دی گئی۔

”بڑے عجیب سے کوڑ بنائے گئے ہیں“ — جولیا نے بغیہ لہجے میں کہا۔

”ہاں! — غیر متعلقہ لوگوں کے لئے یہ انتظام کیا گیا ہے۔ میں ہنکے ایک دوبارہ یہاں آیا ہوں اس لئے مجھے علم ہے“ — کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

”ابھی وہ دونوں باتیں کر ہی رہے تھے کہ دروازہ خود بخود کھلتا گیا۔

”آیتے“ — دروازے کے اندر کھڑے ہوئے ایک نوجوان نے دونوں سے مخاطب ہو کر کہا اور وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ اندر سے اور شیٹے کا دروازہ موجود تھا۔ جو کھلا ہوا تھا۔

دروازہ کھول کر وہ جیسے ہی اندر داخل ہوئے وہ ایک بڑے سے میں پہنچ گئے۔ جہاں میزیں لگی ہوئی تھیں۔ اور ان میزوں کے گرد وہ ترنگڑے ہوئے چہروں کے لوگ براجمان تھے جن میں اکثریت ملکیتوں کی تھی۔ اور غیر ملکی شرابوں کی بوتل سے پورا مال گونج رہا تھا۔ ہر قسم کی عورتیں بھی موجود تھیں جو لوگوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی شراب رہی تھیں۔ اور کھلے عام وہاں فحش حرکات کی جا رہی تھیں۔ یوں لگتا جیسے اس جگہ پر نہ ہی کوئی قانون لاگو ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی ابطہ اخلاق۔ دیواروں کے ساتھ غنڈے سٹین گین کدھوں سے ٹائے کھڑے تھے۔ جب کوئی نشے میں آڈٹ ہو جاتا تو وہ اسے اٹھا کر طرف کمرے میں لے جا کر پھینک دیتے۔

کیپٹن شکیل دروازے پر کھڑا چند لمحے ماحول کا جائزہ لیتا رہا اور اس کی نظریں ایک قوی ہیکل غیر ملکی پر جم گئیں جو اکیلا ہی ایک میز بیٹھا شراب پینے میں مصروف تھا۔ اس کی میز پر پانچ چھ بوتلیں موجود

تھیں جن میں سے آدھی سے زیادہ خالی تھیں۔
 "آؤ جویا" — کیپٹن شکیل نے کہا اور پھر قدم بڑھاتا ہوا وہ اس کی طرف بڑھتا چلا گیا جہاں وہ لمبا تڑنگا غیر ملکی اکیلا بیٹھا ہوا تھا۔
 "کیا ہم یہاں بیٹھ سکتے ہیں" — کیپٹن شکیل نے قریب جا کر سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

غیر ملکی نے چونک کر سر اٹھایا ایک لمحے کے لئے اس کے چہرے کے آثار نمایاں ہوئے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ نہیں کہنے والا ہو۔ مگر دو لمحے اس کی نظریں جویا پر پڑیں اور اس کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔
 "اوہ! — بیٹھو بیٹھو" — غیر ملکی نے مسکرا کر سر ہلاتے ہوئے کہا۔
 "میرا نام شکیل ہے۔ اور یہ میری فرنیچر جویا ہے" — کیپٹن نے تعارف کراتے ہوئے اصل نام بتا دیتے۔

"رابرٹ میکنا رے" — غیر ملکی نے اپنا نام بتایا اور پھر وہ وہاں بیٹھ گئے۔

"آپ کیا پیتے گئے" — غیر ملکی نے اخلاقاً پوچھا۔ جویا نے اس کے دانت بکے جا رہے تھے۔
 "جو آپ منگوالیں" — کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "آپ کہیں گونگی تو نہیں ہیں" — غیر ملکی نے جویا کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"ارے نہیں! — ایسی کوئی بات نہیں — البتہ آپ کی وجہ دیکھ کر بو لئے کی ہی ہمت نہ ہو رہی تھی" — جویا نے مسکرا ہوئے جواب دیا۔

"اوہ شکریہ! — تعریف کا شکریہ! — ویسے آپ جیسی خوبصورت لڑکی بہت کم میری نظروں سے گزری ہے" — غیر ملکی نے ریشہ خطمی ہوتے ہوئے جواب دیا۔

"تھینک یو" — جویا نے بھی ہنستے ہوئے جواب دیا اور غیر ملکی نے سی لمحے زور سے میز پر مکہ مارا تو ایک ویٹر تیزی سے اس کے قریب آیا۔
 "سب سے قیمتی و مسکی کی دو بوتلیں لاؤ" — رابرٹ کے مہمان عام شراب نہیں پی سکتے" — غیر ملکی نے ویٹر سے مخاطب ہو کر کہا۔ اور ویٹر سر لاتے ہوئے واپس چلا گیا۔

جویا اور کیپٹن شکیل نے معنی خیز نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ وہ شاید شراب پینے کی وجہ سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ لیونکہ وہ شراب نہ پیتے تھے لیکن اس ماحول میں انکار بھی نہ کیا جاسکتا تھا۔ ورنہ آنے کا جواز ہی ختم ہو جاتا اور وہ مشکوک گردانے جاتے۔
 "مسٹر شکیل! — آپ کا شغل کیا ہے" — رابرٹ نے کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہا۔

"شغل کیا ہونا ہے مسٹر رابرٹ! — بس آوارہ گردی کرتا ہوں۔" — بھی کبھار اونچا ہاتھ مار لیتا ہوں — زندگی آرام سے گزر رہی ہے۔" — کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔

"اوہ! — تو یہ بات ہے" — مگر میں جویا! — آپ تو شاید سیاحت کے لئے یہاں آتی ہوں گی" — رابرٹ نے چونک کر کہا۔
 "ارے نہیں — میں تو یہیں رہتی ہوں — میرا بھی دھندہ یہی ہے۔ بس اسی دھندے کی وجہ سے گزشتہ روز شکیل صاحب

سے ملاقات ہو گئی تو دوستی ہو گئی۔ جولیانا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”آپ لوگ کس لائن پر کام کرتے ہیں؟“ — رابرٹ نے کچھ سوچنے کے بعد سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

”چھٹیں سٹر رابرٹ! — ہم یہاں صرف تفریح کے لئے آتے ہیں یہ دھند سے تو ہوتے ہی رہتے ہیں۔“ جولیانا نے فوراً ہی جواب دے دیا۔

اسی لمحے ویٹر نے میز پر دو تولییں اور دو گلاس لاکر رکھ دیے پھر واپس مڑ گیا۔

”ویٹر کی موجودگی میں بات کرنا میں نے مناسب نہیں سمجھا۔ ہم ایسے کاموں میں ہاتھ ڈالتے ہیں جو بین الاقوامی نوعیت کے ہوں کھیل۔“ جولیانا نے سرگوشیاں لہجے میں کہا۔

”اوہ! — تمہارا یہ محتاط پن مجھے پسند آیا ہے۔ خوب۔ تو ہم سب ایک ہی کشتی کے سوار ہوئے۔“ رابرٹ نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

”اچھا آپ بھی۔“ جولیانا نے آنکھیں چاڑھتے ہوئے کہا۔ کیپٹن شکیل خاموش تھا کیونکہ اس نے محسوس کر لیا تھا کہ رابرٹ میں دلچسپی لے رہا ہے۔ اور یہ اس کے نقطہ نظر سے اچھی بات تھی۔

”ہاں! — میرا تعلق ایک ایسی تنظیم سے ہے جو بین الاقوامی کا ہے۔“ رابرٹ نے جواب دیا۔

”ویری گڈ! — آپ تو اس کے مستقل ممبر ہوں گے۔ ہم تو

تجربہ کار کرتے ہیں۔“ جولیانا نے بڑا سامنے بتاتے ہوئے کہا۔

”اگر آپ چاہیں تو میں اپنے پاس سے بات کر سکتا ہوں۔ مگر بیل صاحب کے لئے مجبوری ہے۔“ رابرٹ نے کہا۔

”اوہ! — میری فکر نہ کریں۔ میں تولیں ایسے ہی خوش ہوں۔“ جولیانا! — اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنے ایک دوست سے مل سکتی ہوں۔ کیپٹن شکیل نے کہا۔

”ہاں ہاں۔ کیوں نہیں۔ ضرور مل لو۔“ مس جولیانا کو ہبلا کیا۔

”تراض ہو سکتا ہے۔ کیوں میں جولیانا۔“ جولیانا کی بجائے رابرٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”بالکل بالکل۔“ جولیانا نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور کیپٹن شکیل نے ایک اور میز کی طرف بڑھ گیا جہاں دو مقامی غنڈے موجود تھے۔

کیپٹن شکیل کا وہاں کھلے دل سے استقبال کیا گیا۔ وہ شاید پہلے سے ہی واقف تھے۔

”مس جولیانا! — یہ آپ نے اپنے ساتھ کیا پرچ لگا رکھی ہے۔“

”وہ مقامی آدمی۔“ انہیں منہ نہ لگایا کریں۔“ کیپٹن شکیل کے ہنستے ہوئے رابرٹ نے بڑا سامنے بتاتے ہوئے کہا۔

”ارے سٹر رابرٹ! — یہ تولیں یوں ہی ہے۔“ پیچھے لگ لیا تھا۔

”بہر حال اس سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ میں یہاں آئی تو آپ ایسی شخصیت سے ملاقات ہو گئی۔“ جولیانا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”کیا واقعی آپ سنجیدگی سے کام کرنا چاہتی ہیں؟“ — رابرٹ نے

آگے کی طرف جھک کر کہا۔

"ہاں! — کرنا تو چاہتی ہوں مگر کوئی ادنیٰ کام — تھوڑا کلاس کی تنظیم کے لئے نہیں — بلکہ ایسی تنظیم کہ جس کا نام لیتے ہی لوگ کے دہشت سے رونگٹے کھڑے ہو جائیں" — جولیا نے سنجیدہ میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

اوپر دیر ہی گڈ! — دیر ہی گڈ! — ایسی ہی تنظیم آپ کو ملے گی۔ لیکن اس کے لئے آپ کو اپنی اہلیت ثابت کرنی ہوگی رابرٹ نے کہا۔

"میں تیار ہوں" — جولیا نے فوراً ہی با اعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "آج کل آپ نے دیکھا ہے کہ شہر میں کس طرح دہشت کا راج ہے؟ تنظیم کیسی رہے گی۔ یقین کریں میں جولیا! — آپ ساری عمر کریں گی" — رابرٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوپر رہیں ہڈ! — دیر ہی گڈ! — دیر ہی گڈ! — مسٹر رابرٹ میں تمام عمر آپ کی ممنون رہوں گی" — جولیا نے خوشی سے ہاتھ پھیلاتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر میز پر رکھا۔ رابرٹ کا ہاتھ دبا دیا اور رابرٹ خوشی سے کھل اٹھا۔

"اور مو — نام نہ لیجئے — نام لینا جرم ہے — آپ چونکہ ہمارے ملک کی رہنے والی ہیں اس لئے میں نے بات بھی کر دی ہے۔ و تو ہمارے لئے اشارہ کرنا بھی جرم ہے" — رابرٹ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے — ٹھیک ہے — پس سمجھتی ہوں" —

نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"میں نے ابھی ایک آدمی سے ملنے جانا ہے۔ چونکہ اس کے ساتھ وقت مقرر ہے اس لئے وقت گزارنے کے لئے یہاں بیٹھ گیا ہوں۔ وہ آدمی میری بات مانتا ہے — میں کوشش کروں گا کہ آپ کی سفارش وہ پاس سے کر دے۔ لیکن اس کے لئے ایک شرط دینی" — رابرٹ نے کہا۔

"شرط کیا" — جولیا نے چونکتے ہوئے کہا۔

"آپ کو میری عورت بن کر رہنا ہوگا" — رابرٹ نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"یہ تو میرے لئے قابل فخر بات ہوگی — لیکن اس وقت جب میں باقاعدہ ممبر بن جاؤں گی" — جولیا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا اور رابرٹ کا سینہ خوشی سے مزید پھول گیا۔

"ہاں ہاں — بالکل — مجھے یقین ہے کہ وہ ضرور سفارش کرے گا اور اس کی سفارش کبھی بے کار نہیں جاتی — وہ ایسا ہی آدمی ہے" — رابرٹ نے کہا اور پھر اس نے چونک کر گھڑی دیکھی اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اوپر وقت ہو گیا ہے — آؤ چلیں — مگر آپ کا ساتھی" — رابرٹ نے چونک کر کہا۔

"اس کو چھوڑو — مجھے اس کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے" — جولیا نے بھی اٹھتے ہوئے کہا۔

"ارے آپ نے تو کچھ پایا ہی نہیں — تو مل تو ویسے ہی پڑی

ہے۔ رابرٹ کی نظر اسی وقت بوتل پر پڑی تھی۔

”چھوڑیں۔ بستر میں ہی بیٹیں گے۔“ جولیا نے مسکرا کر ہوتے کہا اور رابرٹ یوں اچھلا جیسے اسے برقی کرنٹ لگ گیا ہو۔
اوہ۔ اوہ میں جولیاء! آپ واقعی اچھی دوست ثابت گی۔ ٹھیک ہے آئیے۔“ رابرٹ نے کہا اور پھر اس نے میں سے غیر ملکی کرنسی کے دو بڑے نوٹ نکال کر میز پر پھینکے اور کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جولیا مجبوری کے تحت سب کچھ برداشت کر رہی تھی ورنہ ا کا جی چاہ رہا تھا کہ رابرٹ کی بیٹی نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھ دے اسے خوشی وراصل اس بات پر سو رہی تھی کہ یہاں آنے سے اس مقصد حل ہو گیا تھا اور نہ صرف مشکوک آدمی ملا بلکہ اصل آدمی ہی گیا تھا۔ اور یہ اس کی نظروں میں بہت بڑی کامیابی تھی۔ اور پھر وہ اپنے کسی اہم ترین آدمی سے ملانے لے جا رہا تھا۔

کلب سے باہر آکر وہ دونوں پارکنگ شیڈ میں کھڑی ہوئی ایک بڑی سی کار کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ یہ کار رابرٹ کی تھی۔ جولیا نے اپنی کار کا ذکر تک نہیں کیا تھا۔ کیونکہ اس کے خیا کے مطابق اس کی کیپٹن شکیل کو ضرورت ہوگی۔ کیونکہ بہر حال کیپٹن شکیل نے تعاقب تو کرنا تھا۔

رابرٹ نے جولیا کو فرنٹ سیٹ پر بٹھایا اور دوسرے لمحے وہ چلتا ہوا سڑک پر آیا اور پھر اس کا رخ شہر کی طرف موڑ لیا۔
”میں جولیاء!۔ جس آدمی سے ہم ملنے جا رہے ہیں وہ اہم تر

ہی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ آپ کا امتحان لے۔ آپ گھبراہٹیں نہیں۔“ رابرٹ نے کار چلاتے ہوئے کہا۔

”تم بے فکر رہو رابرٹ!۔ وہ جس طرح مرضی آئے امتحان لے لے۔ وہ مجھے منتخب کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔ ابھی تم نے میری صلاحیتیں نہیں دیکھیں۔“ جولیا نے جواب دیا۔ اس نے بے تکلف چھوڑ دیا تھا۔

”گڈ شو!۔ اب مجھے یقین ہے کہ تم میری اچھی ساتھی بنو گی۔“ رابرٹ نے بھی بے تکلفی سے جواب دیا۔

کار مختلف سڑکوں سے گزرتی ہوئی آخر کار ایک ہوٹل کے کیاؤنڈ میں ٹرگتی۔ یہ ہوٹل ایف تھا۔ ایک نیا فورسٹار ہوٹل۔ رابرٹ نے کار پارکنگ شیڈ میں روکی اور پھر وہ دونوں نیچے اتر آئے۔

”آؤ میرے ساتھ۔“ رابرٹ نے کہا اور جولیا سر ہلاتی ہوئی اس کے پیچھے چل دی۔ جب وہ مین گیٹ میں گھسنے لگے تو جولیا نے مڑ کر پیچھے کی طرف دیکھا تو اسی لمحے اس نے اپنی کار کو کیاؤنڈ گیٹ میں دھتے ہوئے دیکھا اور وہ مسکراتی ہوئی ہال میں داخل ہوتی چلی گئی۔

رابرٹ سیدھا لفٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا اور پھر لفٹ پر سوار ہو کر وہ دونوں چوتھی منزل پر اتر گئے۔ رابرٹ کمر نمبر تین سو کے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے دستک دینے کے لئے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ اچانک اس کی اس کے اعصاب تن گئے۔ اور اس نے جھک کر کی ہول کا ڈھکن لٹا کر اندر آنکھ لگا دی۔ ساؤنڈ پروف کمرہ ہونے کی وجہ سے کی ہول بہت قلعہ ڈھکن لگا ہوا تھا۔ اور دوسرے لمحے وہ سیدھا ہو گیا۔ اس نے

پھرتی سے حیب میں ہاتھ ڈالا۔

”کیا ہوا؟“ — جولیا نے حیران ہو کر پوچھا۔ مگر رابرٹ نے ہنسنے پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کے لئے کہا۔ رابرٹ کی آنکھوں میں اس وقت جیتے کی آنکھوں جیسی چمک ابھرائی تھی۔

اُسی لمحے اندر سے چٹخنی کھلنے کی آواز سنائی دی اور رابرٹ نے اسے ریو الوز نکال لیا۔ جولیا رابرٹ کے پیچھے کھڑی تھی۔

اسی لمحے دروازے کے پٹ کھلے اور اس کے ساتھ ہی رابرٹ کے ہاتھ نے بجلی کی سی تیزی سے حرکت کی اور دروازہ کھولنے والا آ کر پیچھے جاگرا۔ رابرٹ نے اندر چھلانگ لگائی اور پھر جب جولیا اندر آئی تو فرش پر ایک آدمی بیہوش پڑا ہوا تھا۔ رابرٹ نے بڑی پھرتی اس کی کپٹی پر ٹوٹ کی ٹو ماری تھی۔

جولیا رابرٹ کی چستی اور پھرتی پر حیران رہ گئی لیکن دوسرے۔ جب اس نے غور سے فرش پر بیہوش پڑے ہوئے آدمی کو دیکھا تو وہ چونک پڑی۔ وہ عمران کا ساتھی ٹائیگر تھا۔ ایک کیس میں اس۔ ملاقات ہوئی تھی۔

رابرٹ تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے صوفے پر بیٹھ ہوئے آدمی کو کندھے سے پکڑ کر ہلانے کی کوشش کی۔ مگر وہ آدمی صوفے پر ہی ڈھیر ہو گیا۔ البتہ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔

”دروازہ بند کر دو جولیا۔“ — یہاں تو خاصا لمبا چکر چلا ہوا نظر آ رہا تھا۔ ہم وقت پر پہنچے ہیں۔“ — رابرٹ نے تیز لہجے میں سے کہا اور جولیا نے سر ہلاتے ہوئے دروازہ بند کر دیا۔ وہ صوفے پر

رہے آدمی کی پوزیشن دیکھ کر سمجھ گئی تھی کہ اُسے مفلوج کر دیا گیا ہے۔ ”فلپس کو کیا ہوا؟“ — اس کی آنکھیں تو کھلی ہوئی ہیں مگر۔“ — رابرٹ نے صوفے پر پڑے ہوئے غیر ملکی کو دونوں ہاتھوں سے جھنجھوٹے دئے کہا۔ اُسے شاید سمجھ نہ آ رہی تھی کہ جب وہ بیہوش بھی نہیں ہے۔ پھر حرکت کیوں نہیں کر رہا۔

”ٹھہرو رابرٹ! میں اسے ٹھیک کر دیتی ہوں۔“ — اسے مفلوج کر دیا گیا ہے۔“ — جولیا نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔“ — مفلوج کر دیا گیا ہے۔“ — رابرٹ چونک کر سیدھا ہو گیا۔ لیا تیزی سے آگے بڑھی اور پھر اس نے غور سے صوفے پر پڑے دئے غیر ملکی کے جسم کو دیکھنا شروع کر دیا اور دوسرے لمحے اس نے اس کے گال پر چٹکی بھری اور اس کے ہاتھ میں ایک باریک سی سوئی لئی۔ اس نے سوئی باہر نکال لی۔

”اوہ!۔“ — میرا خیال درست نکلا۔“ — اسے زہریلی سوئی مار کر مفلوج کیا گیا ہے۔“ — جولیا نے سوئی رابرٹ کی طرف بڑھاتے دئے کہا اور پھر اس نے حیب میں ہاتھ ڈالا اور اندرونی حیب سے اس نے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور اس کا ڈھکن کھول کر اس نے بیشی صوفے پر پڑے ہوئے غیر ملکی کی ناک سے لگا دی۔ چند لمحوں بعد اس نے شیشی ہٹائی۔ اس کا ڈھکن لگا کر اُسے واپس اپنی حیب میں ال لیا۔

”اوہ!۔“ — آپ یہ سب چیزیں پاس رکھتی ہیں؟“ — رابرٹ نے بران ہوتے ہوئے پوچھا۔

”ہاں! — ایمر جنسی کے لئے میں نے یہ اصول بنایا ہوا ہے۔“
دیکھو یہ وقت پر کام آہی گئی نا۔ جولیانا نے مسکراتے ہوئے کہا۔
چند لمحوں بعد صوفے پر ڈھیر پڑے ہوئے غیر ملکی کے جسم میں ہلکی سا
حرکت ہونی شروع ہوئی اور مقوڑی دیر بعد وہ اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو گیا۔
”رابرٹ! — یہ کون ہیں؟“ اس نے کھڑے ہوتے ہی سستے
پہلے جولیانا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”اس کے متعلق بعد میں بتاؤں۔“ پہلے آپ بتائیے کہ یہ سہ
چکر کیا ہے؟ — رابرٹ نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔
”بس بے خیالی میں مار کھا گیا۔“ فلیپر نے بڑا سامنے بنا تے
ہوئے کہا۔

”اب اس کا کیا کرنا ہے۔“ گولی مار دوں۔“ رابرٹ نے ہاتھ
میں پکڑے ہوئے ریوالور کا رخ فرش پر بیہوش پڑے ہوئے ٹائیپ
کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

”تم ایسا کرو کہ اسے ہیڈ کوارٹر پہنچا دو۔“ شاید باس اس
کچھ معلومات حاصل کر سکے۔ مگر تم تو میں۔“ فلیپر اچانک
بات کرتے کرتے رک گیا۔ وہ شاید بے خیالی میں ہیڈ کوارٹر کا لفظ کہہ
تھا۔

”یہ میں جولیانا ہیں۔“ بے پناہ صلاحیتوں کی مالک۔ میں انہیں
یہاں اس لئے لایا ہوں کہ آپ باس سے سفارش کر کے انہیں اپنے
سیکشن میں ممبر بنادیں۔“ رابرٹ نے بات کھولتے ہوئے کہا
”اوہ! — مگر تم جانتے ہو کہ۔“ فلیپر نے بڑا سامنے بنا۔

ہوتے کہا۔

”میں سب سمجھتا ہوں فلیپر! — مجھے تنظیم کے اصولوں کا بھی علم ہے
لیکن تم بے فکر رہو۔“ رابرٹ نے کچی گولیاں نہیں کھیلیں۔ مس جولیانا
بے روپ میں ہمیں ایک بہترین کارکن مل جائے گا۔“ رابرٹ نے
مرلور سفارش کرتے ہوئے کہا۔

”ان کی صلاحیتوں کا تو انکار نہیں کیا جاسکتا۔“ انہوں نے جس
رح مجھے ٹھیک کیا ہے۔“ ان کا یہی کام میری سفارش کے لئے
مافی ہے۔“ بہر حال ٹھیک ہے میں کوشش کروں گا۔“ اچھا اب
ایسا کرو کہ اسے اٹھا کر ایمر جنسی فائر سٹر جیوں سے اتر کر نیچے لے جاؤ
در ہیڈ کوارٹر پہنچا دو۔“ اس کے بعد واپس آؤ پھر تم سے کام کی باتیں
دن کی۔“ مس جولیانا کو میرے پاس چھوڑ جاؤ تاکہ میں ان کا مکمل انٹرویو
کروں۔“ فلیپر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”خیال رکھنا۔“ ایسا نہ ہو کہ جب میں واپس آؤں تو میں جولیانا مجھے
بچانے سے ہی انکار کر دیں۔“ رابرٹ نے ہنستے ہوئے کہا۔
”ارے ایسی کوئی بات نہیں۔“ تم فکر مت کرو۔“ فلیپر نے
ہی مسکراتے ہوئے کہا۔ اور رابرٹ مسکراتا ہوا جھکا اور اس نے فرش پر
بیہوش پڑے ہوئے ٹائیپ کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر دروازہ کھول
کر باہر نکل گیا۔

”مس جولیانا! — دروازہ بند کر دیجئے اور کپڑے اتار دیجئے۔“ فلیپر
بے رابرٹ کے باہر نکلتے ہی بڑے بخیدہ لہجے میں کہا۔
”کپڑے اتار دوں۔“ جولیانا نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں مس جولیا! — میں عورتوں کا انٹرویو لیڈ بستر میں کرتا ہوں ان کی صلاحیتوں کا صحیح علم ہوتا ہے" — فلیپر نے بڑی ڈھٹائی مسکراتے ہوئے کہا۔

"اوہ ویری گڈ! — بڑا اچھا طریقہ ہے انٹرویو کرنے کا — آپ کو مایوس نہیں کروں گی" — جولیا نے دانتوں سے ہونٹ کا ہوئے کہا۔ فلیپر کی بات نے اس کے دل میں غصے کی آگ بھڑکا دی تھی۔ اس نے بلاؤز پر ہاتھ ڈالا اور پھر ایک قدم آگے بڑھی۔ دوسرے لمحے اس کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور فلیپر جو بڑے اشتیاق آمیز انداز میں اسے دیکھ رہا تھا چیخا ہوا بستر پر جا گرا۔ پھر تو خود بجلی کے روپ میں ڈھل گئی۔ جیسے ہی فلیپر بستر پر گرا۔ چو نے اچھل کر دونوں پسیر جوڑ کر پوری قوت سے فلیپر کی ٹانگوں — درمیان مارے اور قدامازی کھا کر سیدھی ہو گئی۔ جولیا کی یہ ضرب خطرناک تھی کہ فلیپر بڑی طرح تڑپنے لگا اور جولیا نے اسے گریبان پکڑ کر اٹھایا اور دوسرے لمحے پوری قوت سے اس کی ناک پر ٹکرو۔ مازی اور فلیپر کا جسم ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ بیک وقت اوپر نیچے کی ضرب کھا کر وہ بیہوش ہو چکا تھا۔

اسی لمحے دروازے پر دستک ہوئی اور جولیا اچھل کر زخمی شیر کی دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

عمران نے جوزف اور جونا کو اتارنے کے بعد جیسے ہی کار آگے بڑھائی۔ اس کی نظریں اپنے پیچھے آنے والی کار پر جم گئیں اور عمران اس کار کو دیکھتے ہی چونک پڑا۔ کیونکہ پیچھے آنے والی کار بالکل اسی ماڈل، ساخت اور رنگ کی تھی جس میں عمران اس وقت سوار تھا۔ اور جو دراصل اس قباچا خان کی کار تھی جو پچھلی نشستوں کے درمیان بیہوش پڑا ہوا تھا۔

عمران کو یقین ہو گیا کہ کار اس گروپ کی ہے اور یقیناً اسی کا تعاقب کر رہی ہوگی اور پھر اس وقت تو اس کا خیال واقعی یقین میں بدل گیا جب اس نے کار کی رفتار کو یکدم تیز ہوتے دیکھا۔ وہ چونکا ہو کر بیٹھ گیا لیکن چونکہ ٹرک پر غاصارش تھا۔ اس لئے اس کا خیال تھا کہ مجرم یہیں اس پر ہاتھ نہ ڈالیں گے اور وہی ہوا۔ کار چند لمحے اس کے ساتھ ساتھ دوڑتی رہی اور عمران نے ان عجیب و غریب لباسوں میں ملبوس غیر ملکیوں

کو اپنی طرف گھورتے دیکھا اور پھر مجرموں کی کار تیزی سے آگے بڑھ چلی گئی۔

اسی لمحے عمران نے اپنے ذہن میں ایک پلاننگ بنالی اور پھر سا آگے بڑھتے ہی اس نے کار کو دائیں طرف جانے والی سڑک کی موڑ دیا۔ اس طرف سڑک کے دونوں اطراف میں دور تک گھنے درخت پھیلے ہوئے تھے اور چونکہ یہ سڑک شہر سے دور واقع ایک پرانے قصبے میں جا کر ختم ہوتی تھی اس لئے یہاں کوئی ٹریفک بھی موجود نہ تھی۔ عمران کار دوڑاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اور پھر اس نے ایک مخصوص پہنچ کر کار روکی اور پھر کار سے اتر کر وہ تیزی سے ایک گھنے درخت چڑھتا چلا گیا۔ درخت ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے اس لئے عمرا اوپر سے بھی آسانی سے ایک سے دوسرے درخت پر پہنچ سکتا تھا۔ وہ ایسی جگہ چھپ کر بیٹھ گیا جہاں وہ اپنی کار کے علاوہ تینوں اطراف میں سے دیکھ سکتا تھا اور پھر مقبوضی دیر بعد اس نے تعاقب کرنے والوں کو آتے دیکھا تو وہ چوکنہ ہو کر بیٹھ گیا۔ اس نے جیب سے لمبی نال کا نکالا اور اسے ہاتھ میں پکڑ لیا۔

تعاقب میں آنے والی کار عمران کی کار سے کافی فاصلے پر پہنچ کر کار روکتے ہی اس میں سے چار افراد باہر نکلے۔ ان چاروں کے ہاتھوں مشین گنیں موجود تھیں اور پھر وہ دو اطراف میں پھیل کر عمران کی کار کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ عمران خاموش بیٹھا ان چاروں کی حرکتیں رہا تھا۔

وہ چاروں جلد ہی عمران والی کار کے قریب پہنچ گئے اور پھر ا

اس سے ایک نے کار کا پچھلا دروازہ کھول کر اس میں پڑے ہوئے زخمی نیا چا خان کو گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھیوں سے بلند آواز میں کہا۔

”اوہ! — اس میں تو قبا چا خان موجود ہے — جلدی کرو۔ وہ جوان نزدیک ہی ہوگا اُسے پکڑو“ — بولنے والے کا لہجہ بنا ہوا تھا کہ وہ اس ٹیم کا انچارج ہے اور اس کے تین ساتھی اس کا حکم سنتے ہی تیزی سے درختوں میں گھستے چلے گئے۔ جب کہ انچارج اب کار کے پاس اکیلا ہی کھڑا کچھ بڑبڑاتا تھا۔

عمران نے اس انچارج کو نظروں میں رکھ لیا۔ قبا چا خان کے زخموں کی حالت اور اس کی نبض بتا رہی تھی کہ وہ اس قدر زخمی ہے کہ اگر وہ کچھ بھی کیا کچھ بتانے کے قابل ہونے تک اسے دو چار روز کا وقفہ چاہیے۔ اس لئے اس نے قبا چا خان کی بجائے اس انچارج سے پوچھ گچھ کرنے کا جصلہ کر لیا۔ اس نے ادھر نظر ڈالی جدھر وہ تینوں غیر ملکی اب درختوں سے ال کر کھیتوں میں دوڑ رہے تھے۔ وہ شاید ان کھیتوں میں عمران کو تلاش کر رہے تھے۔ عمران نے ریوالور سیدھا کیا اور پھر اس نے بجلی کی سی تیزی سے یکے بعد دیگرے ٹریگر دبانا شروع کر دیا۔ تین زوردار دھماکے ہوئے۔ یہ خالی کھیتوں میں موجود تینوں غیر ملکی منہ کے بل زمین پر گر گئے چلے گئے۔

ان نے ان پر فائر کرتے ہی تیزی سے اپنے جسم کو موڑا اور پھر اس سے پھرتی سے چوتھا فائر کر دیا اور اس بار اس نے کار کے قریب کھڑے رہنے غیر ملکی کے اس ہاتھ پر فائر کیا تھا جس میں اس نے مشین گن سنبھال لی تھی۔ اور گولی مشین گن کے دستے پر پڑی اور مشین گن اچھل کر دور جا گری۔ عمران کو ایک لمحے کی دیر ہو جاتی تو وہ یقیناً اس مشین گن کی فائرنگ کا

در پھر جھاڑیوں میں گر کر اس نے ہاتھ پیر سیدھے کر دیئے۔ اُسے توقع تھی کہ غیر ملکی اس واؤ میں پھنس جاتے گا اور اس کی توقع ثابت ہوتی۔ اس کے نیچے گرتے ہی غیر ملکی تیزی سے جھاڑی کی بے نکلا اور نعرے مارتا ہوا عمران کی طرف جھانکنا چلا آیا۔ اس کے ہاں ریو الوور موجود تھا لیکن اس کا انداز ایسا تھا کہ اب اس کے خیال مطابق ریو الوور کے استعمال کی ضرورت باقی نہ رہی تھی۔

اور پھر جیسے ہی غیر ملکی جھاڑی کے قریب پہنچا جس پر عمران گرا ہوا عمران بجلی کی سی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس کی دونوں ٹانگیں کی گردن کے گرد پلاس کی طرح جمتی چلی گئیں اور اس کے ساتھ ان تیزی سے کروٹ بدل گیا اور غیر ملکی بھی اس کے ساتھ ہی ہوا زمین پر ٹھکنا چلا گیا۔ ریو الوور اس کے ہاتھ سے نکل گیا تھا۔ عمران چاہتا تھا۔ چنانچہ دوسرے لمحے وہ تیزی سے اٹھا اور اس ٹھننے کی کوشش کرتے ہوئے غیر ملکی پر چھلانگ لگا دی۔ مگر اب سنبھل گیا تھا۔ اس نے تیزی سے کروٹ بدل لی اور عمران کو اپنا رخ ہی ہونے سے بچانے کے لئے دونوں ہاتھ آگے کر کے پڑے۔ اس سے پہلے کہ عمران سنبھلتا، غیر ملکی نے پوری قوت سے اس پہلو میں ضرب لگائی اور عمران لڑھکتا چلا گیا۔

غیر ملکی نے اُسے ضرب لگا کر تیزی سے اس جگہ پر چھلانگ لگائی، اس کا ریو الوور پڑا ہوا تھا۔ اور پھر جس وقت عمران زمین سے غیر ملکی ریو الوور سنبھال چکا تھا اور ریو الوور پکڑتے ہی اس نے انتہائی سے عمران پر فائر کھول دیا۔ اور عمران فائر ہوتے ہی بجلی کی سی

شکار ہو چکا تھا۔ کیونکہ جس وقت عمران نے فائر کیا تھا اس وقت وہ غیر مشین گن کا رنج عمران کی طرف کر چکا تھا۔

فائر ہوتے ہی غیر ملکی دو قدم پیچھے ہٹا اور پھر اس نے حیرت انگیز سے جیب سے ریو الوور نکال لیا۔ مگر عمران پہلے ہی اس سچوٹیشن کے تیار بیٹھا تھا۔ اس نے اس سے بھی زیادہ پھرتی سے دوسرا فائر کیا اور بار بھی گولی ٹھیک نشانے پر لگی اور اس غیر ملکی کے ہاتھ سے ریو الوور چلا گیا۔ مگر غیر ملکی نے تیزی سے چھلانگ لگائی اور ایک بڑی جھاڑی کی آڑ میں ہو گیا۔

عمران نے ذرا سا اپنا پہلو بدلا اور پھر اُسے جھاڑی کے آڑ میں ریو الوور کی ایک جھلک دکھائی دی۔ وہ اگر چاہتا تو اس غیر ملکی کو جھاڑی کی آڑ سے ہونے کے باوجود بھی ڈھیر کر سکتا تھا مگر اس کا منصوبہ اُسے زندہ پکڑنے کا تھا تاکہ اس سے پوچھ گچھ کر سکے اس لئے وہ اُسے گولی نہ مار رہا تھا لیکن جس پوزیشن میں وہ موجود تھا اس پوزیشن میں اُسے نہتا بھی نہ جاسکتا تھا۔ اس لئے عمران نے فوراً ہی ایک اور واؤ کھیلنے کا فیصلہ کیا اور اس نے ریو الوور کو جیب میں ڈالا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس بازو کے فاصلے سے ایک شاخ کو پکڑ کر زور سے ہلایا اور پھر تیزی سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ اس کی توقع کے عین مطابق جھاڑی کی آڑ سے فائر ہوا اور عمران نے فائر ہوتے ہی زوردار بیخ ماری اور ساتھ ہی نیچے چھلانگ لگا دی۔

درخت کے نیچے چونکہ اونچی اونچی جھاڑیاں تھیں اس لئے عمران کو ذرا سا بھی خدشہ نہ تھا اور وہ اس انداز میں نیچے گرا جیسے لاش گر

تیزی سے ایک طرف ہٹا اور نشانہ خطا ہو گیا۔ پھر تو غیر ملکی پر جیسے د
گیا ہو۔ وہ مسلسل عمران پر فائرنگ کرتا چلا گیا۔ مگر اس کھلی جگہ پر
کے لئے سنگ آرٹ کا مظاہرہ کرنا کونسا مشکل تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک
گولی اُسے نہ چھو سکی اور جب ریوا اور سے رچ کی آواز نکلی تو غیر ملکی
بوکھلا کر ریوا اور پھینک دیا۔

”بس — یا اور بھی کوئی ریوا اور سے“ — عمران نے
جگہ زکتے ہوئے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔
غیر ملکی نے انتہائی پھرتی سے جیب سے خنجر نکالا اور اس
آنکھوں میں وحشت سی چھا گئی۔ اس کے خنجر پکڑنے کا انداز دیکھ
عمران سمجھ گیا کہ وہ خنجر زنی میں بے پناہ مہارت رکھتا ہے۔ لیکن وہ
طرح اطمینان سے کھڑا تھا۔

غیر ملکی خنجر پکڑتے ہی چنچا ہوا آندھی اور طوفان کی طرح
کی طرف بڑھا۔ اس کا انداز ایسا تھا کہ جیسے وہ عمران کے سینے
مار کر ہی دم لے گا۔ لیکن عمران ایسے داد سے اچھی طرح واقف
لئے جیسے ہی غیر ملکی نزدیک آیا، عمران تیزی سے دائیں طرف
اس کی توقع کے عین مطابق غیر ملکی کا جسم بھی اس کے ساتھ ہی
طرف جھکتا چلا گیا۔ مگر عمران تیزی سے بائیں طرف ہوا اور اس
ساتھ ہی وہ کسی لٹو کی طرح اپنی ایڑیوں پر گھومتا چلا گیا۔ غیر ملکی
بائیں طرف جھکتے ہی خنجر کا وار کر چکا تھا۔ مگر عمران سے اچانک
جانے کی وجہ سے خنجر عمران کے بالکل قریب سے گزرا۔ اور عمرا
لٹو کی طرح گھومتے ہی غیر ملکی کے تیزی سے سمٹتے ہوئے بازو

ور پھر غیر ملکی کی چیخ سے ماحول گونج اٹھا۔ غیر ملکی عمران کے سر
سے ہوتا ہوا اس کی پشت پر جا گرا تھا۔ عمران نے بازو پکڑ کر اُسے
میں انداز میں مروڑ دیا تھا۔ اور اس مروڑنے کے دو نتیجے نکلے
تو غیر ملکی اسی بازو کے زور سے اٹھا ہوا عمران کے سر کے اوپر
گزرتا چلا گیا۔ دوسرا اس کا بازو کندھے کے جوڑے سے اکھڑ گیا۔ اور
جیسے ہی غیر ملکی نیچے گرا، عمران نے اس پر چھلانگ لگائی اور اس
دونوں پر پوری قوت سے غیر ملکی کے سینے پر پڑے۔ غیر ملکی نے
پ کر ایک طرف ہٹنا چاہا۔ مگر اب عمران کھیل ختم کرنا چاہتا تھا۔ اس
عمران فضا میں ہی مڑ گیا۔ اور اس کی زوردار ضرب سے غیر ملکی
نے کے باوجود نہ بچ سکا اور اس کے حلق سے ایک زوردار چیخ نکل
ی۔ عمران — ضرب لگاتے ہی تیزی سے واپس مڑا اور پھر اس نے
ی قوت سے غیر ملکی کے پہلو میں ضرب لگا دی اور غیر ملکی ٹھیلی کی
رح تڑپنے لگا۔ اس کا ہاتھ تیزی سے جیب کی طرف بڑھا وہ ہاتھ
درست تھا اور عمران نے اس کے ہاتھ کو حرکت میں آتے دیکھ
بھیٹ کر اس کا وہ ہاتھ پکڑا اور ہاتھ پکڑے ہوئے وہ اس کے سر
اور سے چھلانگ لگا گیا۔ اور ہاتھ کا جوڑے کا کندھے سے اکھڑ گیا۔ اور
ب غیر ملکی بڑی طرح پھڑکنے لگا۔ اس کے دونوں ہاتھ بیکار ہو چکے تھے
وہ بیہوش ہو چکا تھا۔

عمران نے ایک طویل سانس لیا اور پھر جھک کر غیر ملکی کو اٹھا کر اس
نے کندھے پر ڈالا اور تیزی سے کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے اس
یر ملکی کو کار کے اندر پھینکا اور پھر وہ باہر پڑے ہوئے قبایع کی طرف

مڑا۔ وہ اسے بھی اٹھا کر اندر ڈالنا چاہتا تھا۔ مگر اس کے قریب پہنچنا
نہی گیا۔ قبا پانہاں کی حالت بیحد خراب تھی۔ اس کا سانس اکھڑ چکا
عمران تیزی سے اس پر جھکا اور اس نے اس کی نبض پکڑ لی۔ مگر دو
لمحے وہ ایک طویل سانس لے کر سیدھا ہو گیا۔ قبا پانہاں کی نبضیں بالکل
رہی تھیں۔

عمران چند لمحے خاموش کھڑا قبا پانہاں کو دیکھتا رہا۔ اس کی یہ
اس کے جسم سے مسلسل خون بہہ جانے کی وجہ سے ہوئی تھی۔ اگ
تغائب کنندگان درمیان میں نہ کو دپڑتے تو وہ قبا پانہاں کو طبی اہ
بر وقت پہنچانے میں کامیاب ہو جاتا۔ لیکن اب وقت گزر چکا تھا
عمران کے دیکھتے ہی دیکھتے قبا پانہاں کے سینے کی حرکت ایک زو
جھٹکا کھانے کے بعد ساکت ہو گئی۔ وہ مر چکا تھا۔ اور پھر عمران تیز
مڑا اور اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اب وہی غیر ملکی رہ گیا تھا پورچ
کے ٹلے۔ اور وہ اسے بھی ہاتھ سے نہ کھونا چاہتا تھا۔ اس

اس نے کار کو ایک جھٹکے سے سٹارٹ کیا اور پھر اسے تیزی سے
ہوا بڑی سڑک کی طرف آیا اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ کار جھگاتا ہوا
منزل کے گیٹ پر پہنچ گیا۔ اس نے مخصوص انداز میں ہارن دیا اور
دانش منزل کا چھانک کھٹا چلا گیا۔ عمران کار کو اندر لیتا چلا گیا۔ جب
نے کار کو پورچ میں روکا تو بلیک زیرو آپریشن روم سے نکل کر باہر
میں آگیا تھا۔ اس نے شاید سکریں پر عمران کو کار میں سوار دیکھ لیا
”اسے اٹھا کر گیٹ روم میں لے چلو طاہر“ — عمران —
کار سے اتر کر بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا اور بلیک زیرو تیزی

آگے بڑھا اور اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھول کر مارمن کو اٹھایا اور پھر
لیٹ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران اس دوران آپریشن روم میں گھس گیا تھا۔ آپریشن روم
سے ہوتا ہوا وہ ایک خفیہ دروازے سے گزر کر اپنی لیبارٹری میں گھس
اور اس نے وہاں سے ایک الماری کھول کر اس میں سے ایک شیشی
اٹھائی اور ساتھ ہی انجکشن سرنج بھی اٹھالی۔ اب چونکہ وہ جلد از جلد
معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے قوت ارادی ماؤف
کروینے والا محلول اس غیر ملکی کے جسم میں انجیکٹ کرنے کا فیصلہ کر لیا
تھا۔ تاکہ وہ ہیناٹرم کے ذریعے اس کے ذہن میں سب معلومات
نکال سکے۔ محلول اور سرنج اٹھاتے وہ آپریشن روم سے نکل کر گیٹ روم
کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تو بلیک زیرو
اسے دروازے کے پاس ہی ملا۔ وہ شاید غیر ملکی کو وہاں ڈال کر واپس
آ رہا تھا۔

”یہ کون ہے عمران صاحب“ — بلیک زیرو نے عمران کو
دیکھتے ہی پوچھا۔

”یہی معلوم کرنے کے لئے تو میں اسے یہاں لے آیا ہوں“ —
عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے فرش پر پڑے ہوئے
غیر ملکی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

بلیک زیرو بھی وہیں جڑک گیا۔

غیر ملکی ابھی تک بیہوش پڑا ہوا تھا۔ اس لئے عمران نے پہلے
اس کے ٹوٹے ہوئے بازو میں قوت ارادی کے خاتمے کا انجکشن لگایا

اور پھر سرخ بلیک زیرو کو پکڑا کر اس نے غیر ملکی کا منہ اور ناک ایک ہی دقت میں بند کر دیئے۔
چند ہی لمحوں میں غیر ملکی کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی اور پھر اس نے آنکھیں کھول دیں۔
آنکھیں کھولتے ہی غیر ملکی کے منہ سے بے اختیار کراہیں نکلنے لگیں۔ اس کی آنکھیں دھواں دھواں ہو رہی تھیں۔ اور چہرہ تکلیف کی شدت سے بڑی طرح بگڑ چکا تھا۔
”تمہارا نام کیا ہے؟“ — عمران نے اس کے ہوش میں آتے ہی حکیمانہ لہجے میں کہا۔

لیکن غیر ملکی صرف کراہتا رہا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ عمران سمجھتا تھا کہ محلول کو اثر کرنے میں چند منٹ لگ ہی جائے گے۔ اس لئے وہ بار بار اس سے اُس کا نام پوچھتا رہا۔ اسے معلوم تھا کہ جب وہ نام بتا دے گا تو وہ سمجھ جائے گا کہ محلول نے اثر کرنے شروع کر دیا ہے۔

غیر ملکی درد کی شدت سے بڑی طرح کرا رہا تھا۔ کیونکہ اس کے دونوں بازو کندھوں سے ٹوٹے ہوئے تھے۔ عمران بار بار اس سے اس کا نام پوچھ رہا تھا۔

”تت — تت — تم مجھ سے کچھ نہیں پوچھ سکتے۔“ — اس میرا انتقام لے گا۔ میں جا رہا ہوں۔“ — غیر ملکی نے اچانک آنکھیں کھولتے ہوئے جواب دیا۔ اور دوسرے لمحے اس نے دونوں جھڑوں کو مخصوص انداز میں جھٹکے دیئے اور عمران کسی خیال کے تحت

ی سے اس کی طرف جھپٹا۔ مگر بے سود۔ غیر ملکی کا جسم یکدم سیدھا رہا۔ اس نے تیزی سے ادھر ادھر سر مارنا شروع کر دیا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ بے حس و حرکت ہو گیا۔ اس کے منہ سے نیلے کے بلبلے سے نکلنے لگے تھے۔

”اس نے تو خودکشی کر لی ہے۔“ — اس بار اچھے لوگوں سے طے پڑا ہے۔ کچھ بتانے سے پہلے سے ہی مر جاتے ہیں۔“ — عمران نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔ اور پھر وہ دروازے کی طرف آیا۔ اس کے چہرے پر الجھن کے تاثرات نمایاں تھے۔ کیونکہ اتنی مدت دور کرنے کے باوجود وہ ابھی تک وہیں تھا جہاں سے چلا تھا۔ کہ وقت انتہائی تیزی سے گزرتا چلا جا رہا تھا۔ بلیک زیرو اس پر بیچھے بیچھے تھا۔

تھا۔ چونکہ میں اس وقت ستون کی آڑ میں تھا اس لئے وہ مجھے چیک نہ کر سکا۔ جب وہ ایمر جنسی ڈور کھول کر بیٹھیاں اتر گیا تو میں نے دروازے پر دستک دی ہے۔ میں اس کے کندھے پر ہلکے ہوتے ٹائیگر کو پہچان گیا تھا اس لئے مجھے تمہاری فکر پڑ گئی تھی۔ کیپٹن شکیل نے وضاحت بھرے لہجے میں کہا۔

”میں ٹھیک ہوں۔ یہ غیر ملکی اور رابرٹ دونوں کا تعلق رابن ہڈ سے ہے۔ اور یہ غیر ملکی تو انتہائی اہم حیثیت رکھتا ہے۔ میں نے سے بیہوش کر دیا ہے۔ تم اسے اٹھا کر اسی راستے سے نیچے اپنی کار میں پلو۔ میں کمرے کی تلاشی لیکر آ رہی ہوں۔ اسے بھاگنے نہ دینا۔ اسے انش منزل پہنچانا ہے۔“ جولیا نے تیز تیز لہجے میں کہا اور پھر کیپٹن شکیل سر ہلاتا ہوا تیزی سے آگے بڑھا اور اس نے بستر پر بیہوش پڑے ہوئے فلیپر کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر مڑ کر دروازے سے اھر نکل گیا۔

اس کے باہر جاتے ہی جولیا نے تیزی سے کمرے کی تلاشی لینے شروع کر دی۔ مگر اُسے وہاں سے کوئی خاص چیز نہ مل سکی تو وہ تیزی سے قدم اٹھاتی دروازے سے باہر نکلی اور پھر لفٹ کے ذریعے نیچے تر کر ہال میں سے گزرتی ہوئی ہوٹل سے باہر آ گئی۔ اس کی کار پارکنگ یڈ میں کھڑی تھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اپنی کار کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ اس نے جیسے ہی کار کا دروازہ کھولا۔ وہ چونک پڑی۔ کیونکہ کچھلی شستوں کے درمیان اُسے فلیپر کا جسم پڑا ہوا نظر آیا۔ سٹیئرنگ کے ماتھے ہی ایک پرچہ ٹھک رہا تھا۔ جولیا تیزی سے دروازہ کھول کر سیٹ

جولیا بھری ہوئی شیرینی کی طرح دروازے کی طرف لپکی اس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھولا اور پھر اچھل کر ایک طرف ہونے لگی مگر دوسرے لمحے وہ ٹھٹھک کر رک گئی۔ کیونکہ دروازہ کیپٹن شکیل موجود تھا۔

”خیریت میں جولیا۔“ کیپٹن شکیل نے کمرے کے اندر دھڑکتے ہوئے کہا۔

”ہاں خیریت ہے۔“ وہ رابرٹ، ٹائیگر کو اٹھائے ایہ خائز گے بیٹھیاں اتر کر گیا ہے۔ وہ ہیڈ کو اڑھ جا رہا ہے۔ کاتاقب کرو۔“ جولیا نے تیز لہجے میں کہا۔

”میں نے اس کی کار کے بمپر کے نیچے ٹیلی میگنم لگا دیا ہے۔ لئے اُسے تو آسانی سے تلاش کر لیں گے۔ میں جب یہاں منزل پر آیا تو میں نے اُسے تیزی سے ایک طرف بڑھتے ہوئے

پر بیٹھی اور اس نے پرچہ جھپٹ لیا۔

”بس جویا! — میں رابرٹ کے پیچھے ایک دوسری کار میں جا رہا ہوں۔ یہ کار یہیں موجود تھی اور اس میں چابیاں بھی لگی ہوئی تھیں آپ اس غیر ملکی کو دانش منزل پہنچادیں۔“

جولیا نے سر ہلاتے ہوئے پرچہ مروڑ کر جیب میں ڈالا اور پھر کار کو ہوٹل کماؤنڈ سے باہر نکال کر اس نے اس کا رنچ دانش منزل کی طرف کر دیا۔

مقررہ دیر بعد وہ دانش منزل کے گیٹ پر پہنچ گئی۔ گیٹ پر پہنچتے ہی وہ نیچے اتری اور اس نے کال ہیل کے بٹن کو مخصوص انداز میں تین بار دبایا تو گیٹ خود بخود کھلتا چلا گیا۔ جولیا کار کو اندر لیتی چلی گئی سامنے پورچ میں سیاہ رنگ کی ایک بڑی سی کار پہلے ہی کھڑی تھی جولیا نے کار پہلے والی کار کے قریب روکی اور پھر اس نے نیچے اتر کر پچھلا دروازہ کھولا اور غیر ملکی کو کھینچ کر باہر فرش پر ڈال دیا۔

”جولیا! — یہ کون ہے؟“ — اچانک ایکسٹو کی تیز آواز برآمد کے کسی رخسے سے نکل کر اس تک پہنچی۔

”باس! — یہ رابرٹ ہڈ تنظیم کا اہم ترین آدمی ہے۔“ اسے ہوٹل ایف سے اٹھا لاتی ہوں جب کہ کیپٹن شکیل ایک اور مجر کے پیچھے گیا ہے جو عمران کے ساتھی ٹائیگر کو بہوش کر کے اپنے ہیڈ کوارٹر پر لے گیا ہے۔“ جولیا نے جواب دیا۔

”تفصیل بتاؤ۔“ ایکسٹو نے اس کے خاموش ہوتے ہی کہا۔ جولیا نے جلدی جلدی جونی کلب سے لیکر اس غیر ملکی کے یہاں پہنچا

تک تمام تفصیل مختصر الفاظ میں دوہرا دی۔

”گڈ شو! — ٹھیک ہے۔ تم کار لے کر واپس اپنے فلیٹ پر چلی جاؤ۔“ باقی میں دیکھ لوں گا۔“ ایکسٹو نے حکیمانہ لہجے میں کہا اور جولیا سر ہلاتی ہوئی واپس کار میں بیٹھی اور دوسرے لمحے اس کی کار سڑک کر گیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ دانش منزل سے باہر آنے کے بعد وہ سیدھی اپنے فلیٹ کی طرف بڑھتی چلی گئی۔ فلیٹ کے سامنے پہنچ کر اس نے کار باہر سڑک پر ہی روکی اور پھر نیچے اتر کر وہ سڑھیاں چڑھتی ہوئی اپنے فلیٹ میں داخل ہو گئی۔ ڈرائیونگ روم سے ملحقہ کمرے میں پہنچ کر اس نے تیزی سے ایک الماری کھولی اور پھر اس میں سے وسیع محیط عمل کا ایک ٹرانسمیٹر نکال کر اس نے میز پر رکھا اور دوسرے لمحے اس نے تیزی سے اس پر مخصوص فریکوئنسی سیٹ کرنی شروع کر دی۔ فریکوئنسی سیٹ کرنے کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر کا ایک بٹن دبایا۔ اور دوسرے لمحے اس نے بار بار یہ فقرہ دوہرانا شروع کر دیا۔

”ہیلو۔ جولیا کالنگ شکیل۔ اور۔“ وہ مسلسل اور بار بار یہی فقرہ دوہراتی چلی گئی۔

”لیں شکیل سپیکنگ۔ اور۔“ چند لمحوں بعد ایک مدھم سی آواز سنائی دی۔

”ہیلو کیپٹن شکیل! — تم کہاں ہو۔“ — کوکیشن بتاؤ۔ اور۔“ جولیا نے تیز لہجے میں کہا۔

”میں اس وقت پکنک پوائنٹ سے جنوبی سمت کالا در کی پہاڑیوں کے عقب میں موجود ہوں۔“ — یہاں اس غیر ملکی کی کار موجود ہے۔

جس میں ٹیلی میکنگ فٹ تھا۔ لیکن ٹائیگر اور وہ غیر ملکی دونوں غائب ہیں اور میں انہیں تلاش کر رہا ہوں۔ اور۔۔۔ کیپٹن شیکل نے جواب دیتے ہوئے کہا۔
 "ٹھیک ہے۔۔۔ تم وہیں رکو۔ میں آ رہی ہوں۔ اور۔۔۔ جولا نے کہا۔

"کیا آپ دانش منزل ہو آتی ہیں۔ اور۔۔۔؟ دوسری طرف سے کیپٹن شیکل نے پوچھا۔

"ہاں!۔۔۔ میں اس غیر ملکی کو پہنچا کر واپس فلیٹ میں آتی ہوں اور اب فلیٹ سے ہی تمہیں کال کر رہی ہوں۔۔۔ میرا انتظار کرنا میں آ رہی ہوں۔ پھر اکٹھے ہی ان کا ہیڈ کوارٹر ڈھونڈیں گے۔ اور اینڈ آل۔۔۔ بولیائے کہا اور ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر کے اس نے اسے واپس الماری میں رکھا اور الماری بند کر کے وہ تیزی سے فلیٹ سے باہر نکلتی چلی آئی۔

چند لمحوں بعد اس کی کار تیزی سے پکنک پوائنٹ کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

رابن ہڈ کا چہرہ بڑی طرح بگڑا ہوا تھا۔ آنکھیں سُرخ تھیں اب بہت بڑی مشین کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ مشین پر لگے ہوئے تیزی سے چل بگڑ رہے تھے اور مشین کے اوپر لگی ہوئی سکریں پر ن آڑھی ترچھی لکیریں سی دوڑ رہی تھیں۔

آخر قباچا خان کیوں جواب نہیں دے رہا۔۔۔ اسے کیا ہوا؟ ہڈ نے تیز لہجے میں قریب کھڑے آدمی سے مخاطب ہو کر کہا۔
 "جناب!۔۔۔ میں بھی کتنی دیر سے کوشش کر رہا ہوں۔ مگر

ن جواب نہیں مل رہا۔۔۔ ایک بات میرے ذہن میں آ رہی ہے۔۔۔ اس آدمی نے اچانک چوک کر کہا۔

"تو پھر کچھ بھی مہی۔۔۔ یا میں تمہارے ذہن میں گھس کر وہ بات لوں۔۔۔ رابن ہڈ نے غصے سے چنچتے ہوئے جواب دیا۔

"جناب!۔۔۔ آپ ٹوٹھ ٹرانسمیٹر چک کریں۔ ہو سکتا ہے کہ۔۔۔"

آدمی بولتے بولتے رگ گیا۔

”اوہ! — ایسا نہیں ہو سکتا — قباچا خاں اتنی جلدی نہیں مرے
اُسے مارنے والا ابھی پیدا نہیں ہوا“ — رابن ہڈ نے غصے
شدت سے چیختے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے اُٹھ کر جنوبی دیوار
ساتھ موجود ایک اور مشین کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

یہ مشین کسی بڑے ٹیلیوژن کی طرح بکس کی صورت میں تھی جس
درمیان میں سکرین موجود تھی۔ اس مشین کے ساتھ ایک خود کار کمپیوٹر
نصب تھا جس میں تنظیم کے ہر آدمی کے ٹوٹھ ٹرانسمیٹر کا لنک موجود
رابن ہڈ نے اپنی تنظیم کے ہر آدمی کے دانت میں سوراخ کر
اس میں ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نصب کیا ہوا تھا جس کے اوپر زہر لاک
رکھ دیا گیا تھا۔ تنظیم کے عہد کے مطابق کوئی بھی شخص جب یہ دیکھ
وہ تنظیم کے راز بتانے پر مجبور ہو گیا ہے تو اسے فوری طور پر خودکشی
پڑتی تھی۔ اس کے لئے وہ مخصوص انداز میں اس دانت پر اوپر کا دا
مار آ اور کمپیوٹر نہ صرف لوٹ جاتا بلکہ دانت مارنے سے اس
نیچے رکھا ہوا ٹرانسمیٹر بھی دب جاتا تھا۔ اس ٹرانسمیٹر کے دب جانے
اس مشین کو یہ اطلاع ہو جاتی کہ وہ آدمی خودکشی کر گیا ہے۔ اور کمپیوٹر
اس کی فہرست تیار کرتا رہتا تھا۔ رابن ہڈ اس کام کے لئے ساتھ
ہیپناٹزم سے بھی کام لیتا تھا۔ وہ جب بھی کسی ممبر کو تنظیم میں شامل
کرتے ہیپناٹزم کر کے اس کے لاشعور کو یہ حکم دے دیتا کہ اگر کو
شخص راز بتائے تو داغ اس کے تمام اعصابی نظام کو خود ہی توڑ پھا
دے۔ اس طرح اگر کوئی شخص خودکشی کرنے کی بجائے اہم راز بتا دیتا

مکے جسم کی تمام رگیں خود بخود لوٹ پھوٹ کا شکار ہونے لگ جاتیں۔
وہ بڑے عبرت ناک انجام سے دوچار ہو جاتا۔ اس کو تنظیم کے راز
ن ہڈ کا قہر کے نام سے یاد کرتے تھے۔ اور جب دوچار آدمیوں کا ایسا
ہوا تو تنظیم کا ہر شخص خوفزدہ ہو گیا۔ اب وہ عبرت ناک قسم کے انجام
، دوچار ہونے کے خوف سے آخری لمحوں میں خود ہی کمپیوٹر چبا کر
ٹی کرنے کو ترجیح دیتے تھے کیونکہ اس طرح آنے والی موت فوری
نی تھی اور مرنے والا درد ناک عذاب سے بچ سکتا تھا۔

رابن ہڈ نے تیزی سے اس کمپیوٹر مشین کا بٹن دبا دیا اور بٹن دبے
سکرین روشن ہو گئی۔ رابن ہڈ کچھ دیر کھڑا سوچتا رہا اور پھر اس نے
سے جھٹکاتے ہوئے کمپیوٹر کے وہ بٹن آن کر دیئے جو مر جانے والوں
فہرست تیار کرتے تھے۔

بٹن دبے ہی سب سے پہلے سکرین پر کارپس کی تصویر ابھر آئی اور
یہی وہ وقت اور تاریخ بھی جس وقت اور تاریخ کو وہ مرا تھا۔
”اوہ! — تو کارپس نے خودکشی کر لی“ — رابن ہڈ نے دانت
تے ہوئے کہا۔ چند لمحوں بعد منظر بدلا اور سکرین پر نارمن کی تصویر
آئی۔

”ارے نارمن! — پنیٹر کا انچارج — اوہ — اوہ — یہ
ہو گیا — کیوں ہو گیا“ — رابن ہڈ نارمن کی تصویر
تے ہی بڑی طرح اچھلا۔ اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ
ن اور اس کے ساتھ ہی سکرین تاریک ہوتی چلی گئی اور رابن ہڈ
ایک طویل سانس لیا۔ اسے کم از کم اس بات کا اطمینان ہو گیا تھا

کہ قباچا خان نے خود کشی نہیں کی۔ لیکن پھر اچانک اس کے ذہن ایک اور خیال نے بچھو کی طرح ڈنک مارا اور وہ بے اختیار اچھل ا اگر قباچا خان زندہ ہے تو پھر وہ جواب کیوں نہیں دے رہا اور آ کے ساتھ ہی وہ ایک بار پھر کمپیوٹر کے بٹنوں پر جھک گیا۔ اسی کمپیوٹر میں اس نے ایک اور کسٹم بھی رکھا ہوا تھا۔ اس نے اپنی تنظیم تمام بڑے عہدیداروں کے جسموں میں ایک مخصوص قسم کا ٹرانسمیٹر کر رکھا تھا۔ یہ ٹرانسمیٹر انسانی نبض کے ساتھ چلتا تھا اور اس ٹرانسمیٹر کا تعلق بھی اسی کمپیوٹر کے ساتھ استوار تھا۔ جیسے ہی آدمی مرنے لگا خاموش ہو جاتا اور اس کا تعلق کمپیوٹر کے ساتھ ختم ہو جاتا تھا۔ اس طرح کمپیوٹر اس آدمی کے مرتبے ہی اس کی علیحدہ لسٹ مرتب کر لیتا تھا اس طرح رابن ہڈ جس وقت چاہتا یہ پتہ کر لیتا کہ کتنے افراد نے خود کشی کی ہے اور کتنے افراد ویسے مارے گئے۔

اب چونکہ خود کشی کرنے والوں میں صرف دو افراد کے نام آئے یعنی کاپر اور نارمن۔ اس لئے اسے اچانک خیال آگیا تھا کہ کہیں قباچا دوسری لسٹ میں شامل نہ ہو۔ اگر قباچا خان کا نام دوسری لسٹ میں نہیں ہے تو پھر یہ بات یقینی تھی کہ وہ بہر حال زندہ ہے۔ اس سے پھر سوچا جاسکتا تھا کہ وہ کہاں ہے۔

چنانچہ رابن ہڈ نے تیزی سے وہ بٹن دبائے شروع کر دیئے جو مرنے والوں کی لسٹ سکریں پر لے آتے ہیں۔ اس کے چہرے پر بے محنتی تھا۔ بٹن دباتے ہی وہ تیزی سے پیچھے ہٹا اور غور سے سکریں کو دیکھنے لگا۔ سکریں بٹن دبے ہی روشن ہو گئی اور پہلے چند لمحے تو

اڑھی تر چھ لکیریں نمودار ہوتی رہیں۔ لیکن دوسرے لمحے ہی سکریں پر اچانک کی تصویر ابھر آئی اور رابن ہڈ اس تصویر کو دیکھتے ہی اس طرح اچھل پڑا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے سیاہ پڑ گیا۔

”اوہ! — اوہ تو قباچا خان مارا گیا — اوہ یہ کیسے ہو گیا —؟“
 ”یہ ہو کیسے گیا —؟“ رابن ہڈ نے غصے سے بڑی طرح چیختے ہوئے کہا اور اس کمرے میں موجود دوسرے افراد کے چہرے بھی قباچا خان کی موت کا سن کر لٹک گئے۔ کیونکہ بہر حال قباچا خان، رابن ہڈ بلیم کا اہم ترین آدمی تھا۔ اور اس کی موت کا تو تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ قباچا خان کی تصویر کے بعد دو افراد کی تصاویر بھی نمودار ہوئیں۔ دونوں انہی لوگوں میں شامل تھے جو عمران کے ہنٹروں اور گولیوں سے قباچا خان کے اڈے کے تہ خانے میں مرے تھے۔ ان دو افراد کی تصاویر کے بعد کاپر اور نارمن کی تصاویر بھی ابھریں اور پھر سکریں صاف ہو گئیں۔

رابن ہڈ بڑی طرح چیخنے کے بعد اب خاموش کھڑا تھا اور پھر بڑے بان سے آگے بڑھ کر کمپیوٹر کے بٹن آف کر دیئے۔ اب اس کے سر پر چٹالوں جیسی سنجیدگی طاری تھی۔

”میں اس شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا — میں اسے نہیں کر دوں گا — میں قباچا خان اور نارمن کا ان سے ایسا کام لوں گا کہ ان کی نسلیں بھی قبروں میں پڑی بلبلائی رہیں گی“ —
 رابن ہڈ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

کمرے میں موجود چار افراد سر جھکاتے خاموش کھڑے تھے رابن ہڈ

تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا اور پھر دروازہ کراس کر کے وہ ایک راہداری میں سے ہوتا ہوا تیزی سے ایک چھوٹے سے کمرے میں آیا اس کا مخصوص دفتر تھا۔ جب اس پر کام کا لوڈ سوار ہوتا تو وہ اسی دفتر اگر بیٹھا تھا۔

”میکارے کو بلاؤ“۔ رابن ہڈ نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے دروازے پر کھڑے مسلح آدمی کو بھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا۔ اور وہ سر جھکاتا ہوا تیزی سے راہداری کے دائیں طرف دوڑتا چلا گیا۔

”میں تباہ کر دوں گا۔“ ملیا میٹ کر دوں گا۔ میں پورے دارالحکما کو کھنڈرات میں تبدیل کر دوں گا۔ اس پورے ملک کے ایک ایک آدمی کو قتل کر دوں گا۔ میں انتقام لوں گا۔ بھیا نک انتقام۔“

رابن ہڈ نے کرسی پر بیٹھتے ہی میز پر زور زور سے ٹکے مارنے لگا کر دیئے۔

چند لمحوں بعد ایک چھری بے جسم اور درمیانے قد کا نوجوان در میں داخل ہوا۔ اس کا چہرہ شاک مچلی جیسا تھا۔ آنکھوں میں سانپ چمک رہی تھی۔

”میکارے حاضر ہے ماسٹر۔“ نوجوان نے دروازے میں رکھتے ہی بڑے مودبانہ لہجے میں کہا۔

رابن ہڈ چند لمحے بگڑے ہوئے چہرے اور چلتی ہوئی آنکھوں اُسے دیکھتا رہا۔ پھر اس کی آنکھوں میں آہستہ آہستہ نرمی آتی چلی گئی۔

”بیٹھا جاؤ۔“ رابن ہڈ نے اس بار نرم لہجے میں کہا۔

”یس ماسٹر۔“ میکارے نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔ لیکن

لی آنکھوں میں شدید حیرت ابھر آئی تھی۔ کیونکہ رابن ہڈ کا نرم رویہ اس کے لئے اجنبی تھا۔

”سنو میکارے! قبا چا خان مارا گیا ہے۔“ رابن ہڈ نے میکارے سے مخاطب ہو کر سپاٹ لہجے میں کہا۔

”قبا چا خان مارا گیا ہے۔“ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں ماسٹر؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“ میکارے نے خبر سنتے ہی اچھل پڑا۔ اس کا چہرہ حیرت کی شدت سے یکھٹ بگڑ گیا تھا۔ اُسے شاید اس بات پر یقین ہی نہ آیا تھا۔

”تو کیا میں جھوٹ بول رہا ہوں۔“ بکو اس کر رہا ہوں۔ مذاق کر رہا ہوں تمہارے ساتھ۔“ رابن ہڈ نے یکھٹ غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

”سوری باس!۔“ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ مجھے تو یہ سن کر حیرت ہوئی تھی۔“ میکارے نے زرد پڑتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

”سب کچھ ممکن ہے۔“ اور سنو میری بات غور سے سنو!۔ میں تمہیں قبا چا خان کی جگہ تعظیم کا نمبر دو مقرر کرتا ہوں۔ میں ابھی یہ آرڈر دے رہا ہوں۔ سب کو تباہ کر دوں گا۔ لیکن تمہیں اب ہوش میں رہ کر کام کرنا ہو گا۔“ رابن ہڈ نے نرم پڑتے ہوئے کہا۔

”آپ کا شکریہ ماسٹر!۔“ میں پوری کوشش کر دوں گا کہ اس سیٹ کا اہل سمجھا جاؤں۔“ میکارے نے جواب دیا۔

”کوشش!۔“ تو تم صرف کوشش کرو گے۔ اور کوشش ناکام بھی ہو سکتی ہے۔ تم نمبر دو نہیں بن سکتے۔ کھڑے ہو جاؤ۔“

راہن ہڈ نے فقرے کا پہلا حصہ بڑبڑاتے ہوئے کہا اور آخر میں وہ چیڑ
 "مم۔ مم۔" مارٹر میرا مطلب تھا۔ "میکارے بڑی"
 بوکھلا گیا تھا۔

"تو تم کوشش کرو گے۔ ہونہہ!۔ مجھے نفرت ہے اس
 سے۔ میں اسے برداشت نہیں کر سکتا۔ ٹکڑ مارو اس دیوار کے
 پوری قوت سے۔" راہن ہڈ نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔
 اور میکارے، راہن ہڈ کا حکم سنتے ہی تیزی سے مڑا اور پھر وہ
 قوت سے دوڑتا ہوا دیوار کی طرف بڑھا اور دوسرے لمحے ایک زور
 دھماکا ہوا اور میکارے نے پوری قوت سے سخت دیوار کے ساتھ ٹکڑ
 دیا۔ ٹکڑ اتنی زوردار تھی کہ اس کا سر کئی ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا۔ اور ا
 لاش نیچے گر پڑی۔ وہ پھٹک بھی نہ سکا تھا۔

"ہونہہ!۔ میں اس کو نمبر دو بنانا تھا اور یہ ابھی کوشش میں
 مصروف تھا۔" راہن ہڈ نے فرش پر پڑی ہوئی میکارے
 لاش کو حقارت آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے بڑا سا منہ بناتے ہو
 کہا اور پھر اس نے میز کے کنارے لگا ہوا بیٹن دبا دیا۔
 "لیں مارٹر۔" دوسرے لمحے دروازے پر موجود مسلح نوجوان
 سے اندر داخل ہوا۔

"میکارے کی لاش اٹھا کر لے جاؤ اور برقی مہٹی میں ڈال دو۔
 سنو!۔ ٹریگر کو میرے پاس بھیجو۔ جلدی۔" راہن ہڈ
 چیختے ہوئے کہا۔

اور مسلح نوجوان تیزی سے فرش پر پڑی ہوئی میکارے کی لاش

رف بڑھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے میکارے کی لاش اٹھا کر کاغذ
 ڈالی اور اس کے سر کے ٹکڑے اٹھا کر اس نے جیبوں میں منتقل
 کئے اور پھر تیزی سے مرکز کمرے سے باہر چلا گیا۔

"ٹریگر۔" ہاں ٹریگر صبح آدمی رہے گا۔ اس کی رپورٹ بالکل
 درست ہے۔ وہ بات کرنے سے زیادہ گولی چلاتا ہے۔ اس
 نے قبا چاغان نے اسے ٹریگر کا نام دے رکھا ہے۔ ٹھیک ہے۔
 ٹریگر ٹھیک رہے گا۔" راہن ہڈ نے میز کی دروازہ کھول کر اس
 سے شراب کی بوتل نکالتے ہوئے کہا۔ اور پھر بوتل کا ڈھکن کھول
 وہ غٹا غٹ شراب حلق میں اندلیا چلا گیا۔ جب اس نے بوتل منہ
 سے ہٹائی تو دروازے میں ایک لمبا ترنگا نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس
 جسم بھرا بھرا تھا۔ آنکھوں میں مکاری اور جذبات نہ پا چ رہی تھی۔ البتہ
 کا انداز مودبانہ تھا۔

راہن ہڈ نے خالی بوتل پوری قوت سے ٹریگر کے جسم کا نشانہ لیکر
 سے ماری۔ ٹریگر ذرا بھی اپنی جگہ سے نہ ہلا اور بوتل اس کے جسم
 سے ٹکرا کر اس کے قدموں میں گری اور چکنا چور ہو گئی۔

"گڈ شو۔ تمہارے اعصاب واقعی اچھے ہیں۔" راہن ہڈ
 مسکراتے ہوئے کہا۔

"لیں مارٹر۔" ٹریگر نے اسی طرح مودبانہ ہلچے میں جواب
 دیتے ہوئے کہا۔

"آؤ بیٹو۔" راہن ہڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اور ٹریگر خاموشی
 سے چلتا ہوا آگے بڑھا اور پھر بڑے مودبانہ انداز میں میز کے سامنے

رکھی ہوئی اس کرسی پر بیٹھ گیا۔ جہاں چند لمحے پہلے میکاے بیٹھا تھا۔
 "سنو ٹریگر! — قبا چا خان مارا گیا ہے" — رابن ہڈ
 بغور ٹریگر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یس ماسٹر! — ٹریگر نے اسی طرح سپاٹ لہجے میں جواب
 ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر ذرا بھی حیرت کے تاثرات نہ ابج
 تھے۔ چہرہ ہر قسم کے تاثرات سے خالی تھا۔

"کیا تمہیں یہ خبر سن کر حیرت نہیں ہوتی؟" — رابن ہڈ
 سخت لہجے میں کہا۔

"ماسٹر! — حیرت غلط خبر پر ہوتی ہے۔ اور آپ کی بات
 نہیں ہو سکتی۔ اس لئے حیرت کا کوئی سوال ہی نہیں ہے" —
 نے اسی طرح مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ وہ واقعی
 طرز پر مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔

"گڈ شو — واقعی تم صحیح آدمی ہو — سنو! — میں تمہارے
 قبا چا خان کی جگہ پر تنظیم کا نمبر دو مقرر کرتا ہوں" — رابن ہڈ نے
 "تھینک یو ماسٹر" — ٹریگر نے مختصر سا جواب دیتے ہوئے
 "بولو — کیا تم اس سیٹ کے اہل ہو؟" — رابن ہڈ نے
 میں غصہ پیدا کرتے ہوئے کہا۔

"ماسٹر کبھی غلط آدمی کو مقرر نہیں کر سکتا۔ یہ میرا یقین ہے۔ اس
 میں یقیناً اس سیٹ کا اہل ہوں" — ٹریگر نے سپاٹ لہجے میں
 دیتے ہوئے کہا۔

"ویری گڈ! — تم واقعی صحیح آدمی ہو — میکاے مرچکا

کیونکہ اس کے اعصاب پختہ نہ تھے — میں اسے نمبر دو بنانا تھا۔ اور
 وہ مجھے کہنے لگا کہ میں کوشش کروں گا کہ اس سیٹ پر اہل ثابت ہو سکوں۔
 کیسی احمقانہ بات ہے" — رابن ہڈ نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔
 ٹریگر نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموش بیٹھا رہا۔

"سنو ٹریگر! — اب تم نمبر دو ہو — سنو غور سے سنو! — تمہیں
 میرے اس ملک میں مشن کے بارے میں علم ہے؟" — رابن ہڈ
 نے کہا۔

"نوماسٹر! — مجھے علم نہیں ہے" — ٹریگر نے جواب دیا۔
 "ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ مشن کا علم تو صرف مجھے اور نمبر دو کو
 ہوتا ہے — یعنی قبا چا خان کو — وہ مارا گیا۔ اب تم نمبر دو ہو —
 میرے نائب — تو سنو میں بتاتا ہوں کہ میرا اس ملک میں کیا مشن
 ہے" — رابن ہڈ نے ہونٹوں سے دانت کٹتے ہوئے کہا۔
 "یس ماسٹر" — ٹریگر نے مختصر سا جواب دیا۔

"سنو! — میں اس ملک میں ایک لمبا کھیل کھیلنے آیا ہوں۔
 ایک ایسا کھیل کہ جس کی کامیابی کے بعد رابن ہڈ پہلے سے بھی
 زیادہ گریٹ بن جائے گا — اور وہ کھیل یہ ہے کہ اس ملک
 پر اس وقت دنیا کی دو بڑی طاقتوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ اس
 ملک میں دنیا کی سب سے قیمتی دھات ایلیمینٹس کی کانیں موجود
 ہیں۔ اس دھات کے متعلق ابھی تک سوائے دو بڑی طاقتوں کے
 مخصوص سائنسدانوں کے علاوہ اور کسی کو خبر نہیں ہے۔ تمہیں معلوم
 ہے کہ ہم نے صحرائے اعظم میں اپنا ایک ریسرچ سنٹر بنایا ہوا ہے۔"

ایسا ریسرچ سنٹر جو روسیہ اور ایگریما کے خلائی جہازوں سے اپنے ملکوں
بھیجی جانے والی معلومات راستے میں ہی چوری کرتا ہے اور پھر انہیں ڈی
کر کے اہم ترین معلومات اکٹھی کرتا ہے۔ چنانچہ اس ریسرچ سنٹر
اطلاع دی ہے کہ دونوں ملکوں کے خلائی جہازوں نے اس ملک
اندر ایسی حقیقہ کانوں کا سراغ لگایا ہے جہاں دنیا کی قیمتی ترین دھات
سکس کے بہت بڑے ذخائر ہیں۔ یہ دھات اس وقت تک دریافت
دھاتوں میں سب سے قیمتی دھات سمجھی جاتی ہے اور اس کی وجہ یہ
کہ اس دھات میں یہ قوت موجود ہے کہ اگر اسے مخصوص طریقے سے
کیا جائے تو یہ دھات ایک ایسے ہتھیار کی صورت میں ڈھل سکتی ہے
جس کا توڑ ہزاروں سال تک نہیں تلاش کیا جاسکتا۔ اس دھات کے
میں لاسے کے بعد پورے شہر کو مع ہر چیز کے جس میں ہر قسم کی دھات
جائداد اور بے جان چیزیں سب کچھ ایک لمحے میں بجلی میں تبدیل ہو کر
میں بکھیرے جاسکتے ہیں۔ حتیٰ کہ اس کو زیادہ طاقت سے استعمال
جائے تو پورا ملک ایک لمحے کے ہزاروں حصے میں صفحہ ہستی
فانی کیا جاسکتا۔ روسیہ اور ایگریما کے سائنسدانوں نے اس دھات
کو کافی عرصہ سے دریافت کیا تھا۔ لیکن یہ دھات انتہائی حقیر ہیمانے
چاند کے پتھروں سے نکالی گئی تھی اور پھر اس دھات کی تلاش میں روس
اور ایگریما کی حکومتوں نے چاند کا ایک ایک پتھر ٹٹل ماما لیکن وہاں اس
ایک ذرہ تک مزید نہ پایا گیا۔ ان پتھروں میں بنانے وہ کس طرح پیدا ہو گا
پھر یہ سوچا گیا کہ شاید ان پتھروں کو زمین پر لے آنے سے اس میں کیمیا
تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے لئے بھی بے پناہ تجربات کئے گئے لیکن

بے سود۔ یہ دھات میسر نہ آ سکی۔ ہمارے ریسرچ سنٹر کو بھی اسکی اطلاع
مگنی تھی۔ چنانچہ ہم بھی خبردار رہے۔ کیونکہ اگر اس دھات کا پتہ ہمیں
ملا جائے اور ہم اس دھات کو حاصل کر لیں تو ہم اپنی بڑی اور وسیع
بازاری میں اس سے ہتھیار بنا سکتے ہیں۔ ایسے ہتھیار جو دنیا کے بڑے
سے بڑے ملک کو آنا نانا غائب کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے اس ہتھیار کے
بد دنیا کے جوہری۔ ہائیڈروجن گیس سے بنے ہوتے، قاتل جراثیموں سے
بنے ہوتے۔ غرضیکہ موجودہ طاقتور سے طاقتور ہتھیار ایک لمحے کے
روڑھوں حصے میں بیکار کئے جاسکتے ہیں۔ اور جس کے پاس وہ ہتھیار
دل گئے اس دنیا کا اصل آقا وہی ہو گا۔ اسی کے نام کا سکھ ہر طرف چل
لگتا ہے۔ اور پھر اچانک یہ معلومات ملیں کہ خلائی جہازوں میں موجود مخصوص
لات نے اس دھات کے ایک بہت بڑے ذخیرے کا پتہ چلا لیا ہے
ن اطلاع پر ہمارا ریسرچ سنٹر بھی چونک پڑا۔ چنانچہ ہم خبردار ہو گئے اور
ہم یہ بات کنفرم ہو گئی کہ اس دھات کی بڑی کان اس ملک کے شمالی
حصے میں موجود ہے۔ جب ایگریما اور روسیہ نے اس بارے میں تحقیقات
میں کر لیں تو انہوں نے اس دھات پر قبضہ کرنے کے لئے پلاننگ شروع
کر دی۔ چونکہ روسیہ نے اپنے مخصوص کوڈ میں معلومات حاصل کیں۔ ایسا
ڈیوڈ واقعی ایگریما والے ڈی کوڈ نہیں کر سکتے۔ اس لئے روسیہ یہ سمجھتا ہے کہ
اس دھات کے متعلق صرف اسی کو معلومات حاصل ہیں۔ اور ایگریما والے
ہم سمجھتے ہیں کہ یہ معلومات صرف انہی کے پاس ہیں۔ کیونکہ انہوں نے بھی
سے ایسے کوڈ میں حاصل کیا ہے جو روسیہ والے ڈی کوڈ نہیں کر سکتے۔ لیکن
ہمارے ریسرچ سنٹر میں چونکہ ایگریما اور روسیہ دونوں سائنسدان موجود

ہیں اور ہم نے ان دونوں کی سب سے بڑی لیبارٹریوں میں تازہ تر معلومات حاصل کرنے کے لئے اپنا جال بچھایا ہوا ہے اس لئے؟ ان دونوں کی معلومات حاصل ہو گئیں اور ان دونوں کے ملنے سے آدھرا کریمیا والے دوسرے کی تصدیق بھی ہو گئی۔ اس طرح ان دونوں کی بے خبری میں کو بھی اس اہم دریافت کا علم ہو گیا۔ اب روسیہ والوں نے اپنی پلاننگ کی ہے۔ ان کی پلاننگ کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ ایک کریمیا کو دھات کے قبضے میں آنے تک اس کا علم نہ ہو سکے۔ چنانچہ انہوں نے سیاسی اور طویل چکر شروع کر دیا۔ پہلے پاکیشیا کے قریبی ملک پر حملہ کیا اس پر قبضہ کر لیا۔ کیونکہ انہیں اس ملک کی سرحد کے پاس واقع اب ان کی کوشش ہے کہ سیاسی طور پر ایک طویل چکر چلا کر ملک اس حصے کو اپنے مقبوضہ ملک میں شامل کرادیں اور اس طرح ان کو پر قابض ہو جائیں۔

ادھر ایک کریمیا والے دوسرے چکر میں ہیں۔ انہوں نے اس ملک کا سے زیادہ امداد اور روسیہ ہی حملے سے تحفظ دینے کی بنا پر بے پناہ دینی شروع کر دی ہے اور اس کے بدلے میں وہ یہاں اپنے اڈے کرنا چاہتے ہیں اور ان اڈوں کی آڑ میں وہ اس دھات پر قبضہ کی فکر میں ہیں۔ لیکن یہاں کی حکومت بے حد ہوشیار ہے وہ نہ ہی واؤ میں آتی ہے اور اس نے اڈے دینے سے انکار کر دیا ہے اور وہ روسیہ ہی واؤ میں آ رہے ہیں۔ اور انہوں نے پوری دنیا کو شور مچا دیا ہے کہ خلاف صفت لبتہ کر دیا ہے۔ چنانچہ اب ایک کریمیا والوں نیا پزیرہ بلا ہے۔ وہ اب اس جگہ پر تیل نکالنے کے لئے اجازت

لئے ہاتھ پیر مار رہے ہیں لیکن انہیں یہ اجازت بھی مشکل ہی سے ملے گی۔ کیونکہ اس طرح روسیہ ہی حملے کا جواز پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے مالدیپ بھی تک لیت و لعل میں ہے۔ دونوں سپر پاورز کھل کر سامنے نہیں ہیں۔ بلکہ ایک دوسرے سے چھپانے کے لئے واؤ پیچ کا استعمال ہو رہا ہے۔ چنانچہ میں نے اس دھات کو اڑانے کا پلان بنایا اور اس پلان کے تحت میں یہاں آ گیا۔ تم جانتے ہو کہ ہمارا طریقہ کار مجرمانہ ہے۔ چنانچہ میں ٹیکوریز کے ذریعے دار الحکومت میں دہشت پھیلا دی اور پھر عوام کو مت کے خلاف بغاوت پر اکسایا۔ اس کے بعد مزید دہشت پھیلاؤ لگا آخر کار حکومت کے اعصاب جواب دے جائیں گے اور عوام میرے ساتھ جائیں گے اور حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اب چونکہ حکومت راست کوئی مجرم تنظیم نہیں کر سکتی۔ اس لئے میں اس وقت اپوزیشن کے بیوں کو خریدوں گا۔ ان میں سے چند کو میں پہلے ہی ہموار کر چکا ہوں۔ اس طرح اپوزیشن اس ملک پر قانونی طور پر قابض ہو جائے گی اور میں دہشت گردی یکجہت ختم کر کے صرف وہ علاقہ اپنے لئے ریزرو کر والوں کا یہ کان موجود ہے۔ پھر میرے سائنسدان اور ورکرز انتہائی تیزی سے اور خفیہ طریقے سے وہ دھات یہاں سے صحرائے اعظم ریسرچ سنٹر منتقل کر دیں گے۔ اور اس کے بعد ہماری دلچسپی اس ملک سے ختم جائے گی۔ رابن ہڈ نے بڑی تفصیل کے ساتھ اپنا مشن ختم کر بتاتے ہوئے کہا۔

”بڑی اچھی پلاننگ ہے مارٹر۔ لیکن کیا ایسا نہیں ہو سکتا تھا ہم اس حکومت کو ہی خرید لیں“ — بڑی جگر نے جواب دیا۔

”گڈ! — اچھی ذہانت کا سوال ہے — میں نے پہلے ہی کوڑ
کی تھی — تمہیں علم ہے کہ ہم براہ راست ایسی بات نہیں کر سکتے —
اس لئے بالواسطہ طور پر ایسا کیا گیا لیکن یہ حکومت اپنے خیالات میں ا
راسخ ہے۔ اس میں ذرہ برابر بھی لچک نہیں ہے — اس
ہمارا یہ مشن ناکام ہو گیا۔ اس کی ناکامی کے بعد ہی یہ اقدام اٹھایا گیا۔
راہنہ نے خلاف معمول مسکراتے ہوئے کہا۔
لیکن اپوزیشن بھی بعد میں انکاری ہو سکتی ہے مارٹر — اس
متعلق آپ نے کیا سوچا ہے؟“ — ٹریگر نے کہا۔

”نہیں! — ان سے بات چیت مکمل ہو چکی ہے — اپوزیشن
جس وقت حکومت دی جائے گی اس وقت وزیراعظم ہمارے آدمیوں
خفیہ تحویل میں رہے گا — ہم نے اس کے متعلق ایسا بلیک میلنگ
قبضے میں کر لیا ہے کہ وہ کسی طور پر بھی ہم سے غداری نہیں کر سکتا۔
ایک تو وہ پوری دنیا میں بدنام ہو سکتا ہے دوسرا اس کا خاتمہ ایک لمحے
کیا جاسکتا ہے اور ہم نے انہیں اس دھات کے بارے میں ہوا
گٹے دی کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ روسیہ اور اکیرمیا کو اس بات کا
چلے کہ ہم بھی اس سے واقف ہیں۔ ورنہ وہ ساری سیاسی پلاننگ
کر یہاں براہ راست حملہ کر دیں گے اس لئے ہم نے ان سے صرف
کہا ہے کہ ہم اس علاقے پر اس لئے قبضہ کرنا چاہتے ہیں کہ اپنی ترقی
کا مستقل ہیڈ کوارٹر قائم کریں اور روسیہ کے راند پوری کر سکیں۔ چونکہ یہ
اپوزیشن کے بڑے لیڈر بھی روسیہ کے مخالف ہیں اس لئے وہ مان
راہنہ نے جواب دیا۔

”بالکل درست ہے مارٹر —“ ٹریگر نے جواب دیا۔
”اب سنو کہ یہاں کیا چکر چل پڑا ہے اور جس چکر میں قباچا خاں بھی مارا
ہے اور پینتھرز کا انچارج نارمن بھی — اور اس کے ساتھ کئی اور لوگ
ی مرچکے ہیں — وہ چکر ہے یہاں کی سیکرٹ سروس کا — یہاں
سیکرٹ سروس کے بارے میں معلومات ملی ہیں کہ وہ انتہائی فعال اور
مقتور ہے۔ اس کا باکس جس کا نام ایکسٹو ہے، اپنے ممبروں سے بھی
غیر متعلق ہے اور اسی طرح سیکرٹ سروس کے ممبران کے بارے میں بھی کوئی
م نہیں ہے۔ سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو نے صدر مملکت
ایک سرکاری میٹنگ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ دو روز کے اندر راہنہ
حتم کر دے گا اور آج پہلا دن ہے — اس سلسلے میں قباچا خاں
کے کام شروع کر دیا تاکہ انہی دو روز میں سیکرٹ سروس کا ہی خاتمہ کر دیا
تے۔ کیونکہ ایسی سیکرٹ سروس بعد ازاں بھی مسائل اور رکاوٹیں پیدا کر سکتی
ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں ایک احمق شخص جس کا نام علی عمران ہے ٹریس
دا — اس کا فلیٹ کنگ روڈ پر واقع ہے اور نمبر دوسو ہے۔ اسے
برٹ سروس کے بارے میں معلومات حاصل ہیں — چنانچہ قباچا خاں
پنے آدمیوں کو لیکر اس پر چڑھ دوڑا۔ وہاں دو حبشی موجود تھے جن سے
انی ہوئی اور قباچا خاں کے تین آدمی مارے گئے اور قباچا خاں کو
صلحتاً وہاں سے فرار ہونا پڑا۔ اس کے بعد قباچا خاں نے بیہوش کر کے
ہیں اغوا کرنے کا پروگرام بنایا۔ میں نے پینتھرز کو ان کی نگرانی کا کام
دنپ دیا تھا — لیکن اب اطلاع ملی ہے کہ قباچا خاں مارا جا چکا
ہے اور نارمن بھی ہلاک ہو چکا ہے۔ باقی لوگوں کا پتہ نہیں۔ اور اب

قباچا خاں کی جگہ تم نے کام سنبھالنا ہے۔ اب یہ تمہاری ذمہ داری۔
 کہ تم اس شخص علی عمران کو پکڑو اور اس سے سیکرٹ سروس کا پتہ لگاؤ۔ ا
 پھر سیکرٹ سروس کا فوری طور پر خاتمہ کر دو۔ لیکن اس کے لئے تمہا
 پاس صرف ایک روز مزید ہے۔ ایک دن میں تمہیں یہ کام ہر صو
 میں پٹانا ہے۔ رابن ہڈ نے ٹریگر کو ہدایات دیتے ہوئے کہا۔
 "ٹھیک ہے ماسٹر! میں یہ کام چند گھنٹوں میں مکمل کر لوں گا۔ ایک
 مجھے تازہ ترین صورت حال کا علم ہونا چاہیئے کہ اس وقت پوزیشن کیا
 ٹریگر نے بڑے با اعتماد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 "ٹھیک ہے۔ تم ایسا کرو کہ سیون مقرر ٹائیٹن سکس فریکوئنسی
 پنیقز سے بات کرو۔ وہ تمہیں پوری سچویشن بتا سکتے ہیں۔" رابن
 نے جواب دیا۔

"اور کے ماسٹر" ٹریگر نے کسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔
 "مظہرو! میں خود معلوم کرتا ہوں۔ مجھے بھی علم ہونا چاہیئے
 موجودہ پوزیشن کیا ہے۔" رابن ہڈ نے کہا اور ٹریگر دوبارہ
 کرسی پر بیٹھ گیا۔

رابن ہڈ نے میز کی دراز سے ایک ٹرانسمیٹر نکالا اور اس پر پنیقز
 کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ فریکوئنسی سیٹ کرنے کے بعد اس
 اس فریکوئنسی پر کالنگ شروع کر دی۔ لیکن کافی دیر تک کالنگ کے بار
 دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔

"اوہ!۔۔۔ اس کا مطلب ہے کہ پنیقز کا پورا گروپ ختم ہو چکا۔
 ورنہ کوئی نہ کوئی ضرور جواب دیتا۔ اب صورت حال کا کیسے پتہ چلا

لئے۔۔۔ رابن ہڈ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ وہ چند لمحے خاموش
 بٹھا رہا۔ پھر اچانک بڑی طرح چونک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"آؤ میرے ساتھ۔" رابن ہڈ نے تیزی سے دروازے کی طرف
 بھاگتے ہوئے کہا اور پھر وہ تقریباً دوڑتا ہوا پہلے والے کمرے میں پہنچ گیا۔
 ہاں وہ کمپیوٹر موجود تھا۔ ٹریگر بھی اس کے پیچھے تھا۔ اور پھر ایک بڑی سی
 مین کے سامنے بیٹھ کر اس نے تیزی سے اس کے بٹن دبانے شروع
 دیتے۔

مختلف بٹن دبانے کے بعد سامنے لگی ہوئی سکریں پر روشنی سی
 تی اور اس کے ساتھ ہی ایک بڑی سی عمارت کا اندرونی حصہ نظر آنے
 لگا۔ یہ ایک برآمدہ اور صحن تھا جس میں اس وقت قباچا خاں کی کار
 موجود تھی۔

"ارے یہ قباچا خاں کی کار یہاں کیسے پہنچ گئی۔" رابن ہڈ
 اچھلتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے چند اور بٹن دبا دیئے
 سکریں پر عمارت کا منظر پھیلتا چلا گیا۔ اور اسی لمحے وہ بڑی طرح چونک پڑا۔
 اس نے کار کے سامنے برآمدے میں دو آدمیوں کو پہلو بہ پہلو
 بٹے دیکھا۔ ان میں سے ایک کے چہرے پر حماقتیں ناچ رہی تھیں رابن ہڈ
 نے تیزی سے ایک اور بٹن دبا دیا اور چونکہ وہ دونوں آدمی اس وقت کار
 کے قریب پہنچ چکے تھے اس لئے ان کی آوازیں مائیک نے رابن ہڈ
 کے کمرے میں نشر کرنی شروع کر دیں۔

"عمران صاحب!۔۔۔ آپ خود ہی سارا کام کئے جا رہے ہیں۔ کچھ
 مجھے بھی بتائیے۔ میں بھی ممبران کو کام پر لگا دوں۔" ایک نے دوسرے

سے جس کے چہرے پر جماعتیں جلوہ گر نظر آ رہی تھیں، مودبانہ انداز میں منہ ہوا کر کہا۔

”تم نے سیکرٹ سروس کے نمبر ان کو کیا ہدایات دی ہیں“ —
 عمران کہہ کر بکا رگیا تھا، نے سنجیدہ لہجے میں دوسرے سے مخاطب ہو کر پوچھا
 ”بس شہر میں گردش کرتے رہو۔ اور مشکوک افراد کی تلاش نہ
 رکھو۔ اور میں کہہ بھی کیا سکتا ہوں“ — دوسرے نے جواب دیا۔
 اب چونکہ وہ کار سے کافی فاصلے پر پہنچ چکے تھے اس لئے دور
 کی آواز مدہم پر لگتی تھی، لیکن ابھی تک قطعی رہنمائی میں۔

”ظاہر ہے اب ایکسٹو اور کہہ بھی کیا سکتا ہے“ — عمران نے جو
 دیا اور اس کے ساتھ ہی آواز مدہم پڑتے پڑتے ختم ہو گئی، اور وہ دونوں
 ایک دروازے میں گھس کر سکرین سے غائب ہو گئے۔

راہن ہڈ نے بڑی تیزی سے مشین کے مختلف بٹن دبائے اور
 پر عمارت چھوٹی ہوتی چلی گئی۔ راہن ہڈ تیزی سے مختلف بٹن دباتا چلا
 اس کے بٹن دباتے ہی سکرین پر شہر کا نقشہ نظر آنے لگا۔ اور وہ عمار
 چھوٹی ہوتی ہوئی ایک پوائنٹ کی صورت اختیار کر گئی۔ اور پھر وہ پوائنٹ
 سکرین پر بنے ہوئے نقشے پر حرکت کرتا ہوا ایک جگہ جا کر رُک گیا۔
 پھر وہ پوائنٹ یوں جھمکنے لگا جیسے بلب جل بجھ رہا ہو۔

راہن ہڈ نے تیزی سے مختلف بٹن دبائے اور چند لمحوں میں
 پھیلتا چلا گیا۔ جس جگہ عمارت کا پوائنٹ جھمک رہا تھا وہ جگہ واضح
 چلی گئی اور پھر صرف وہ پوائنٹ ہی سکرین پر رہ گیا۔ اب اس پوائنٹ
 کی جگہ ایک قلعہ نما عمارت نظر آ رہی تھی اور ارد گرد کی سڑکیں صاف

دکھائی دے رہی تھیں۔ راہن ہڈ نے تیزی سے قریب کھڑے ایک آدمی
 سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نقشہ لے آؤ شہر کا۔ جلدی“ — راہن ہڈ کا لہجہ انتہائی
 سخت تھا اور ساتھ کھڑا ہوا آدمی جس نے کپڑوں کی طرز کا کوٹ پہنا
 ہوا تھا، بھاگتا ہوا ایک الماری کی طرف بڑھا اور اس نے الماری کھول کر
 اس میں سے ایک رول کیا ہوا نقشہ نکالا اور لا کر راہن ہڈ کے حوالے
 کر دیا۔

راہن ہڈ نے وہیں مشین کے اوپر نقشہ پھیلا دیا اور پھر اس پر جھک گیا
 چند لمحوں بعد ہی اس نے وہ سڑکیں اور عمارت نقشے میں تلاش کر لیں
 اور جیب سے پینل نکال کر اس عمارت کے گرد دائرہ لگا دیا۔ دائرہ لگا کر
 اس نے مشین کے بٹن آف کرنے شروع کر دیئے۔ ڈیگر خاموشی سے
 پیچھے کھڑا تھا۔ ویسے اس کی آنکھیں بھی چمک رہی تھیں۔

”آؤ ڈیگر! — اب مسئلہ حل ہو گیا ہے“ — راہن ہڈ نے نقشہ
 سمیت کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ اسی انداز میں تیز تیز قدم اٹھاتا
 اپنے مخصوص دفتر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دفتر کی کرسی پر بیٹھتے ہی اس نے
 نقشہ میز پر پھیلا دیا۔

”دیکھی میری پلاننگ — میں نے کار میں ٹاکیم پوائنٹ فٹ کیا ہوا
 ہے۔ بس مجھے اس کا اچانک ہی خیال آ گیا اور دیکھو کس طرح صرف
 اس کی مدد سے اہم معلومات حاصل ہو گئیں — اب تمہارا کام صرف
 اتنا رہ گیا ہے کہ پوری تنظیم کو لے جاؤ اور اس عمارت میں گھس جاؤ۔
 یہ عمارت یقیناً سیکرٹ سروس کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ عمران بھی وہیں موجود ہے

و لیے اب عمران ثانوی حیثیت اختیار کر گیا ہے۔ دوسرا آدمی یقیناً سیکرٹ سروس کا سربراہ ہے۔ بس تم اُسے زندہ پکڑ کر میرے پاس لے آؤ۔ تاکہ میں یہاں کی حکومت کے سامنے اس کی نمائش کر سکوں کہ یہ ہے تمہارا وہ ایکسٹو۔ جسے تم نے حقیقہ بنا رکھا ہے۔ اور پھر اُپر عبرت ناک موت مار سکوں۔ اور پوری عمارت تباہ کر دو۔ اس کا سہم ہی سیکرٹ سروس کے تمام ممبران کا بھی پتہ چل جائے گا اور پھر اب بھی ہم ختم کر سکیں گے۔ رابن ہڈ نے ٹریگر سے مخاطب کر لیا۔ اس کا لہجہ خوشی، مسرت اور کامیابی سے بھرپور تھا۔

”آپ کا خیال درست ہے مارٹر!۔ مگر جس طرح اس ایک نے عمران سے بات کی ہے اس سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایک عمران کا ماتحت ہے۔ ہو سکتا ہے اصل سربراہ یہی عمران ہو۔ اس نے اس آدمی کو ڈمی بنا کر سامنے رکھا ہوا ہو۔“ ٹریگر رستے دیتے ہوئے کہا۔

”اوہ ہاں!۔ یہ احمق آدمی دراصل بے حد خطرناک ہوتے ہیں۔ بہر حال ایکسٹو کے قابو آنے سے سب کچھ پتہ چل جائے گا۔ مگر اس ایکسٹو کو زندہ مجھ تک پہنچنا چاہیے۔ یہ مرے نہ پائے۔ اور اگر عمرا تمہارے ریڈ کے وقت اس عمارت میں موجود ہو تو اُسے بھی گرفتار کر لو۔ اور عمارت کو مکمل طور پر تباہ ہو جانا چاہیے۔“ رابن ہڈ نے ہدایا دیتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے مارٹر!۔ یہ شخص ایک گھنٹے بعد آپ کے سامنے آئے گا۔ لیکن آپ میری تقریر کے متعلق تنظیم کو اطلاع کر دیں تاکہ میں تیزی سے

بھرپور انداز سے کام کر سکوں۔“ ٹریگر نے کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ ”ارے ہاں!۔ یہ ضروری ہے۔“ رابن ہڈ نے چونکتے ہوئے کہا اور پھر اس نے میز پر پڑے ہوئے انٹرکام کا رسیور اٹھا کر ایک بٹن دبایا۔ ”لیس ماسٹر!۔“ بٹن دبتے ہی دوسری طرف سے ایک نسوانی واز سنائی دی۔ یہ ایلیا تھی جو تنظیم اور رابن ہڈ کے درمیان رابطے کا کام انجام دیتی تھی۔

”ایلیا!۔ فوراً تنظیم کو اس بات سے آگاہ کر دو کہ ٹریگر کو تنظیم کا نمبر ٹو دیا گیا ہے۔ اب اس کے ہر حکم کی تعمیل ایسے ہی فرض ہے جیسے باپا خاں کی تھی۔“ رابن ہڈ نے تیز لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ لہجہ انتہائی سرد تھا۔

”اور کے مارٹر!۔“ ایلیا نے بغیر کسی حیرت کا اظہار کئے جواب دیا۔ ”اب رابن ہڈ نے رسیور واپس رکھ دیا۔“

”مارٹر!۔ ایک بات اور۔“ اب چونکہ میں نمبر ٹو ہوں اس لئے مجھے بھی معلوم ہونا چاہیے کہ تنظیم کے دوسرے ورکرز جو فیلڈ میں ہیں۔ وہ ہاں ہیں اور کیا کر رہے ہیں۔“ ٹریگر نے بڑے با اعتماد لہجے میں کہا۔

”گڈ!۔ تم میں واقعی کام کرنے کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ اس وقت پنقرز کے علاوہ صرف ایک اور گروپ کام کر رہا ہے۔ پنقرز تو تم ہو گیا۔ اب صرف وہی گروپ ہے۔ یہ ہماری تنظیم کا پولیٹیکل روپ ہے اس کا انچارج فیلپر ہے۔ وہ اہم آدمی ہے۔ ہوٹل ایف کے کمرہ نمبر تین سو، چوتھی منزل میں رہتا ہے۔ اس کے ذمے اپوزیشن

کے آدمیوں کو کور کرنا ہے۔ اس کا اپنا ایک گروپ ہے۔ بہر حال تمہارا فی الحال اس سے کوئی تعلق نہیں۔ وہ براہ راست میرے اندر ہے اور میرے سامنے ہی جواب دہ ہے۔ میں نے تمہیں صرف اس لئے بتایا ہے کہ تمہیں اس کے بارے میں علم ہے۔“

راہنہ ہڈ نے جواب دیا۔

”اور کے مارٹر! اب مجھے اجازت۔ تاکہ میں اپنی کارروائی شروع کر سکوں۔“

”ہاں جاؤ اور سنو!۔“ لفظ ناکامی سے مجھے سخت نفرت تھی۔ میں صرف کامیابی کا لفظ سننا چاہتا ہوں۔ اس بات کا دھیان رہتے گٹ آؤٹ۔“

راہنہ ہڈ نے پہلا فقرہ تو نرم لہجے میں کہا۔ لیکن آخری الفاظ ایک بار پھر سخت ہوئے تھے۔ شاید اس پر دوبارہ پہلے والا موڈ سوار ہو گیا تھا۔ اور ٹریگر گٹ آؤٹ کا لفظ سننے ہی تیزی سے مڑا اور پھر بھاگتا ہوا کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔ کیونکہ اُسے بھی علم تھا کہ اب باس کا موڈ بدلنے لگا ہے اور کسی بھی وقت اس موڈ میں کوئی بھی سزا دے سکتا ہے۔ اس لئے بہتر یہی تھا کہ اس کی نظروں سے فوراً دور ہو جائے۔

میں نے بھی اُسے مشن کے لئے فوری طور پر حرکت میں آنا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس عمارت پر اس انداز میں فوری اور بھرپور حملہ کرے کہ کسی صورت بھی ناکامی کا کوئی امکان باقی نہ رہے۔ کیونکہ یہ بات بھی وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ باس صرف مکمل کامیابی کا طلب گار ہے۔ اور صورتی کامیابی بھی اس کی نظر میں ناکامی ہوتی ہے اور ناکامی کا انجام ٹریگر تو کیا تنظیم کا ہر فرد اچھی طرح جانتا تھا۔

ٹائیگر کو جیسے ہی ہوش آیا۔ اس نے آنکھیں کھولتے ہی یہ محسوس کیا کہ وہ کسی کار میں سوار ہے اور کار تیز رفتاری سے دوڑی چلی جا رہی ہے۔ یگر پچھلی نشستوں کے درمیان لیٹا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ پیر بھی کھلے ہوئے تھے۔ وہ سمجھ گیا کہ اس کی بیہوشی کے متعلق غلط اندازہ لگایا گیا ہے۔ ورنہ از کم اُسے ہاندھ ضرور دیا جاتا۔ اس سوانیٹ آہستہ اوپر اٹھنا شروع دیا۔ اُسے صرف بیک مرمر سے خطر لگے ہوئے جیسے ہی اس کا سر ٹ سے بلند ہوتا، کار کے اندر لگا زریب مرمر اس کی نشاندہی کر سکتا تھا۔ اس لئے وہ احتیاط سے اوپر اٹھتا چلا گیا۔

مرا اور پھر اس اور پھر جیسے ہی اس کا سر کار کی پچھلی نشست کے وقت دروازے سے نکلا۔ وہ ایک جھٹکے سے سیدھا ہوا اور اس نے اب ریوالور تھا۔ اس سے آگے کی طرف بڑھائے۔ مگر اس کے دونوں سے پکڑ کر کار سے بے ٹکرا کر رہ گئے۔ اور ٹائیگر کے منہ سے ایک جیسے بیہوش ہو۔

نے جھپٹ کر دروازہ کھولنے کی کوشش کی۔ لیکن دروازہ بھی جام تھا۔ اور دوسرے دروازے کا بھی یہی حشر تھا۔

اب ٹائیگر کار کی پچھلی نشست پر قید ہو کر رہ گیا تھا۔ ڈرائیونگ سید پر ایک غیر ملکی موجود تھا اور اس کے ساتھ والی سیٹ خالی تھی۔ اسی لمحے ٹائیگر کو غیر ملکی کی غراتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”تو تمہیں ہوش آگیا مسٹر! — مگر تم میری مرضی کے بغیر یہاں سے نکل نہیں سکتے“ غیر ملکی کا لہجہ پہاڑ کھانے والا تھا۔

”تم کون ہو — اور مجھے کہاں لے جا رہے ہو؟“ ٹائیگر نے

نشست پر اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا۔ ظاہر ہے وہ واقعی اس ڈپا کی قید سے فوری طور پر نکل نہ سکتا تھا۔

”میں تمہارے سوالوں کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں — البتہ تمہیں میرے سوالوں کے جواب دینے پڑیں گے — تم فلیپر سے کیسے جاتے اور تم کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہو؟“ غیر ملکی نے سخت لہجے میں کہا۔

”میں بھی تمہارے کہے جیسا تھا کہ جواب دینے کا پابند نہیں ہوں سمجھے“ علیحدہ اگر تم جاؤ تو معلومات کا نہ بھوکہ برابری کی بنیاد پر ہو سکتا ہے اس عمارت پر اس پر اعتماد لہجے میں کہا۔

ناکامی کا کوئی امکان باقی ہی بڑی معلوم ہوتے ہو — میں ابھی تمہارا بائیں صرف مکمل کامیابی کا — تم ابھی طوطے کی طرح طیمیں میں کرنا شروع میں ناکامی ہوتی ہے اوسکی نے جو رابرٹ تھا، غصے سے دانت پیستے جاتا تھا۔

لوگ تو ٹیڑھی دم کا محاورہ بولتے ہیں — شکر ہے تم نے بڑی تو ہے — ٹائیگر نے اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

پہلے میرا خیال تھا کہ تمہیں ہیڈ کوارٹر کے سپرد کر دوں۔ وہ خود ہی تم پوچھتے پھرتے — لیکن اب چونکہ تمہیں توقع سے پہلے ہوش ہے اس لئے اب ہیڈ کوارٹر لے جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں

— اب مجھے ہی تمہاری ٹیڑھی بڑیاں سیدھی کرنی ہوں گی —

ٹ نے سخت لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے کار کو دائیں موڑا۔ اس وقت وہ پکنک پوائنٹ کی عقبی پہاڑیوں کے پیچھے پہنچ

تھا۔ کار کو ایک طرف کرتے ہی اس نے ڈیش بورڈ کے نیچے لگا ہوا ایک

جا بایا اور ٹائیگر نے فرش سے سفید رنگ کا دھواں نکلنے دیکھ لیا۔

ب لمحے میں ساری صورت حال سمجھ گیا۔ یقیناً غیر ملکی اُسے بیہوش

چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے فوری طور پر سانس روک لیا۔ اور پھر

رے لمحے وہ اس انداز میں لڑکھڑاتا ہوا سیٹ کے درمیان گر گیا جیسے

ب بیہوش ہو کر گر ہو۔ دھواں چند لمحے پھیلا رہا۔ پھر تیزی سے

ب ہوتا چلا گیا۔

اب کار بھی رُک چکی تھی۔ غیر ملکی دروازہ کھول کر نیچے اترا اور پھر اس

آگے بڑھ کر پچھلا دروازہ کھول دیا۔ وہ یقیناً اترتے وقت دروازے

میں لے والا سسٹم آن کر چکا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ریو اور تھا۔ اس

دروازہ کھولا اور پھر آگے بڑھ کر ٹائیگر کو بالوں سے پکڑ کر کار سے

رگھسٹ لیا۔ ٹائیگر بالکل اسی طرح گھسٹا چلا گیا جیسے بیہوش ہو۔

رابرٹ نے ٹائیگر کو گھسیٹ کر اپنے کندھے پر ڈالا اور پھر سڑک سے ہٹ کر پہاڑیوں کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ شاید ہر قسم کی مداخلت سے بچ کر ٹائیگر سے پوچھ گچھ کرنے کا پروگرام بنا چکا تھا۔ جب وہ سڑک سے ہٹ کر پہاڑیوں میں پہنچا۔ یہ ایسی جگہ تھی جو ہر طرف گھنے درخت تھے تو اس نے ٹائیگر کو اچھال کر نیچے گھاس پھینک دیا۔ اور پھر حبیب میں سے کچھ نکلنے لگا اور ایک لمحے کے۔ اس کی توجہ ٹائیگر سے ہٹی اور ٹائیگر کو اسی لمحے کا انتظار تھا۔ وہ نیم آنکھوں سے سارا منظر دیکھ رہا تھا۔

رابرٹ کی توجہ ہٹتے ہی ٹائیگر اپنی جگہ سے یوں اچھلا جیسے گ کی پتیاں اچانک پسنگوں میں تبدیل ہو گئی ہوں اور وہ پوری قوت۔ رابرٹ سے ٹکرایا اور رابرٹ کو لیتا ہوا نیچے جا گرا۔ رابرٹ کے حلق۔ اس اچانک دھکے کی وجہ سے چیخ سی نکل گئی۔ نیچے گراتے ہی ٹائیگر نے پوری قوت سے اچھل کر رابرٹ کی پر ٹکر مارنی چاہی۔ مگر رابرٹ انتہائی پھرتی سے نہ صرف ایک طرف ہٹا اس کی ٹانگیں بجلی کی سی تیزی سے سمٹیں اور ٹائیگر اس کے سر۔ اوپر سے ہوتا ہوا پیچھے جا گرا۔ اور پھر وہ دونوں یکساں پھرتی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

اچانک ٹکر لگنے سے رابرٹ کے ہاتھ سے زیروالوز نکل کر لمبی لمبی میں کہیں گر چکا تھا۔ اس لئے اب وہ بھی ٹائیگر کی طرح خالی ہاتھ ہی رابرٹ کا چہرہ غصے کی شدت سے بگڑا ہوا تھا۔ جب کہ ٹائیگر مطمئن وہ دونوں پہلوانوں کی طرح ایک دوسرے کے سامنے خم ہونے لگا۔

تھے۔ اور پھر ٹائیگر نے اچانک جھکائی دی اور اس کی توقع کے عین مطابق رابرٹ اس جھکائی پر تیزی سے دوسری طرف جھکا اور ٹائیگر نے اسی طرف ملاٹک لگا دی۔ اس بار اس نے نیا ہی داؤ کھیلا تھا۔ وہ براہ راست رابرٹ پر پڑنے کے اس کی سائیڈ سے گزرتا چلا گیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے پوری قوت سے رابرٹ کا بازو پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا۔ اس کا خیال کہ اس زوردار جھٹکے سے وہ رابرٹ کا بازو کندھے سے اکھڑ دے۔ مگر رابرٹ نے جھٹکا کھاتے ہی اپنے جسم کو تیزی سے سکڑا اور دوسرے نے اس کی دونوں ٹانگیں آگے بڑھتے ہوئے ٹائیگر کی گردن کے گرد لیں اور اس کے ساتھ ہی وہ قلابازیاں کھا گیا۔ اور ٹائیگر اس کے ساتھ ہی کے بل قلابازی کھاتا چلا گیا۔ البتہ نیچے گرتے ہوئے اس نے اپنی دونوں ٹانگیں اوپر کو اٹھا دیں اور پھر جیسے ہی وہ زمین پر گرا۔ اس کی دونوں ٹانگیں کمان کی صورت میں سڑک رابرٹ کی پشت پر پوری قوت سے بے اور رابرٹ کی ٹانگیں اس کی گردن کے گرد سے علیحدہ ہوتی چلی گئیں۔ ٹائیگر نے تیزی سے اُسے ایک طرف اچھال دیا۔ اگر وہ اپنی ٹانگیں قوت نہ موڑتا تو یقیناً سر کے بل زمین پر گرتا اور اس کے بعد اس کی ان کی ہڈی سو فیصد ٹوٹ جاتی۔ ٹائیگر نے بروقت نہ صرف اپنا بچاؤ لیا تھا بلکہ وہ رابرٹ کی گرفت بھی توڑنے میں کامیاب رہا تھا۔ اور پھر رابرٹ کو ایک طرف اچھالتے ہی ٹائیگر نے اس بار اٹھ کر کھڑے ہونے کی حماقت نہ کی۔ بلکہ وہیں سے ہی جمپ لگا کر وہ اٹھتے ہوئے بگڑے ٹکرایا اور اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں ہاتھ بجلی کی سی ی سے اٹھتے ہوئے رابرٹ کے بازوؤں کے نیچے سے گزرا کہ اس

کی گردن کی پشت پر باندھے اور ایک بار پھر قلابازی کھا گیا۔ یہ داؤد ا
خطرناک تھا کہ جس کی زد سے بچ نکلنا تقریباً ناممکن تھا۔ اور وہی ہوا چ
ہی ٹائیگر نے قلابازی کھائی، رابرٹ کا جسم کمان کی طرح ٹیڑھا ہوتا چلا
اور پھر رابرٹ کے حلق سے زوردار چیخ نکلی اور اس کا جسم یکدم ڈھ
پڑتا چلا گیا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی کے کئی مہرے نہ صرف اپنی جگہ ت
کھسک گئے تھے بلکہ کئی مہرے ٹوٹ بھی گئے تھے۔ اور رابرٹ مفلو
ہو کر گھاس پر پڑا رہ گیا۔ اس کے ہاتھ اور پیروں نے حرکت کرنے کی ختم
دی تھی۔

”بس۔۔۔ یہی دم خم تھا۔۔۔“ ٹائیگر نے کھڑے ہو کر زور
سے بانپتے ہوئے کہا۔ کیونکہ اس خطرناک داؤد میں اُسے بھی پوری قو
صرف کرنی پڑی تھی۔

”تت۔۔۔ تت۔۔۔ تم خطرناک آدمی ہو۔۔۔“ بھید خطرناک۔
رابرٹ نے ایسے چڑھے ہوئے لہجے میں کہا جیسے اس کی جان نکل
ہو۔ اس کی آنکھیں مھٹ گئی تھیں۔ اور اس کا چہرہ بڑی طرح بے
گیا تھا۔

اور اسی لمحے ٹائیگر کو کوئی خیال آیا تو وہ کسی عقاب کی طرح رابر
پر چھٹا۔ مگر رابرٹ کا جبراً ایک جھٹکے سے ہلا اور جب تک ٹائیگر اس
کا منہ جکڑتا۔ اس کی آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں اور پھر اس کے م
سے نیلے رنگ کے بلبے نکلنے لگے۔ رابرٹ اپنے دانتوں میں موج
کیپسول کو توڑ چکا تھا۔

”اوہ!۔۔۔ یہ لوگ واقعی اپنی تنظیم سے بھید و فادار ہیں۔ حیرت ا

ہیں یہ۔۔۔ ورنہ ایسے کوئی بھی خودکشی نہیں کرتا۔“ ٹائیگر نے
بل سانس لے کر اٹھتے ہوئے کہا۔ اُسے بس ایک لمحے کی دیر ہو گئی تھی اور
ایک لمحے میں رابرٹ خودکشی کر گیا تھا۔

ٹائیگر چند لمحے کھڑا سوچتا رہا کہ اب وہ واپس ہوٹل ایف جائے شاید
فیلپس موجود ہو۔ کیونکہ ظاہر ہے کہ فیلپس ابھی تک وہاں مفلوج پڑا ہوگا۔
ٹ تو بے کار تھا۔ چنانچہ وہ تیزی سے واپس رابرٹ کی کار کی طرف بڑھا۔
پھر اچانک رُک گیا۔ اُسے خیال آ گیا تھا کہ مجرموں کی کار استعمال کرنا بھی
رناک ہو سکتا ہے۔ اس قسم کے منظم مجرم کار میں بھی کوئی نہ کوئی
سٹم رکھتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ کار ہی اس سمیت ارٹادی جائے۔ اس لئے
نے کسی ٹیکسی پر واپس جانے کا ارادہ کیا اور پھر وہ کار کی مخالف سمت
جنگل میں ہو کر آگے بڑھتا چلا گیا۔ اُسے معلوم تھا کہ جنگل کے خاتمے کے
بڑی سڑک پر اُسے ٹیکسی مل جائے گی۔ گو اُسے فیلپس کے ملنے کی امید کم
لیونکہ ظاہر ہے غیر ملکی اُسے اس وقت ہی اٹھالایا ہوگا۔ جب اس نے
کا بھی کچھ انتظام کیا ہوگا۔ لیکن پھر بھی وہ وہاں جانا چاہتا تھا اور پھر سڑک
ہنچتے پہنچتے اس کے ذہن میں ایک خیال آیا کہ اُسے عمران کا پتہ کرنا
یئے۔ اگر عمران مجرموں کے قبضے سے نکل آیا ہے تو اُسے پوری اطلاع
چاہیئے۔ ہو سکتا ہے وہ کوئی نئی ہدایات دے۔ چنانچہ اس نے فیصلہ
کہ وہ راستے میں ہی عمران کو فون کرے گا۔ اور اگر عمران نہ ملا تو وہ ایکسٹو
ن بارے میں رپورٹ دے دیگا۔ یہی فیصلہ کر کے وہ جنگل میں آگے
چلا گیا۔

در اصل اس وقت عمران ذہنی طور پر بے حد الجھا ہوا تھا۔ مجرم ہاتھ نہ نکل جاتے تھے اور وہ وہیں کا وہیں تھا۔ جہاں سے چلا تھا۔
برآمدہ ختم ہوتے ہی وہ دونوں آپریشن روم میں داخل ہوتے تو عمران طرح چونک پڑا۔ سامنے ایک دیوار پر سُرخ رنگ کا بلب تیزی سے بج رہا تھا۔

اوہ! — عمارت کو چیک کیا جا رہا ہے — عمران نے بلب تے ہی کہا اور پھر وہ بے تحاشا بھاگتا ہوا آپریشن روم کراس کر کے اپنی لیبارٹری کی طرف بھاگتا چلا گیا۔ جب کہ بلیک زیرو نے وہیں رُگ ناطقی اقدامات کرنے شروع کر دیئے۔ حفاظتی اقدامات کرنے کے وہ بھی تیزی سے لیبارٹری میں گیا تو عمران ایک بڑی سی مشین پر جھکا ہوا مشین میں زندگی کی لہر دوڑ رہی تھی اور زوں زوں کی تیز آواز سے بڑی گونج رہی تھی۔

مشین کے درمیان میں ایک بڑی سی سکرین پر شہر کا نقشہ پھیلا ہوا وہ سُرخ رنگ کا ایک نقطہ تیزی سے اس نقشے پر سفر کرتا ہوا کی طرف بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

عمران دانت بھینچے خاموش کھڑا بغور اس نقطے کو دیکھ رہا تھا۔ پھر ایک جگہ جا کر رُگ گیا۔ اور عمران سکرین پر جھک گیا۔ اس نے اس جگہ در سے دیکھا جہاں نقطہ رکا ہوا تھا۔ اور اسی لمحے نقطہ اچانک بجھ کر عمران ایک طویل سانس لیکر سیدھا ہوا اور پھر اس نے مشین پر ب مختلف بٹن دبانے شروع کر دیئے۔

بٹن دبستے ہی مشین کا ایک خانہ کھلتا چلا گیا اور اس میں سے ایک

عمران نے اور بلیک زیرو جیسے ہی گیسٹ روم سے باہر نکلے۔ آپریشن روم کی طرف بڑھتے چلے آئے۔ عمران کا چہرہ بے حد سنجیدہ تھا۔
"عمران صاحب! — آپ خود ہی سارا کام کتے جا رہے ہیں۔ مجھے بھی بتائیے۔ میں بھی ممبران کو کام پر لگا دوں" — بلیک نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔
"تم نے سیکرٹ سروس کے ممبروں کو کیا ہدایات دی ہیں؟ — عمران نے بے حد سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

"بس شہر میں گشت کر رہے ہو۔ اور مشکوک افراد کی تلاش جا رکھو۔ اور میں کہہ بھی کیا سکتا ہوں" — بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ظاہر ہے اب اکیسٹو اور کر بھی کیا سکتا ہے۔ سوائے ممبروں گردش کرانے کے" — عمران نے بڑا سامنے بناتے ہوئے کہا۔

نوٹو گراف باہر نکل آیا۔

عمران نے نوٹو گراف پکڑا اور پھر شین کے بٹن آف کر کے وہ والپر آپریشن روم میں آ گیا۔ نوٹو گراف پر وہی جگہ نظر آرہی تھی جہاں وہ سرخ نقطہ دکھاتا تھا۔

اس کار میں ٹاکیم پوائنٹ فٹ ہے۔ اور نہ صرف دانش منہ مجرموں کی نظر میں آچکی ہے۔ بلکہ ہماری گفتگو بھی جو ہم نے کار کے قریب کی ہوگی۔ انہوں نے سُن لی ہوگی اور مجھے وہ گفتگو یاد ہے۔ اس گفتگو سے ایکٹو بھی مجرموں پر ظاہر ہو چکا ہے۔ یہ تو اچھا ہوا ہم عین وقت پر پہنچ گئے اور چیکنگ سسٹم نے اُسے بروقت چیک کر اس طرح اگر وہ دانش منزل کو چیک کر چکے ہیں تو ہم نے بھی ان کے ہیڈ کو ڈھونڈ لیا ہے۔ عمران نے نوٹو گراف میز پر رکھا اور پھر کی دراز سے شہر کا ایک بڑا نقشہ نکال لیا۔ ابھی وہ نقشہ میز پر پھیلا ہی رہا کہ گیٹ الارم بجنے لگا۔ بلیک زیرو نے چونک کر گیٹ چیکنگ بٹن دوسرے لمحے سکرین پر گیٹ سے باہر جو لیا اپنی کار کے ساتھ کھڑی زبانی لگی۔

”جولیا کیوں آئی ہے؟“ بلیک زیرو نے چونکے ہوئے کہا۔
”اسے بھی آنے دو۔ کوئی خاص بات ہوگی۔“ عمران نے اور بلیک زیرو نے گیٹ کھولنے والا بٹن دبا دیا۔

دوسرے لمحے گیٹ کھلتا چلا گیا اور پھر جولیا کار سمیت اندر آتی دکھائی دی۔ اب سکرین پر اندرونی منظر نظر آرہا تھا۔
جولیا نے کار مجرموں کی کار کے قریب آکر روکی اور پھر نیچے اتر کر

زیر سے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور ایک غیر ملکی کو گھسیٹ کر باہر فرش نیک دیا۔

غیر ملکی کو دیکھتے ہی بلیک زیرو اور عمران دونوں چونک پڑے۔
”جولیا! یہ کون ہے؟“ عمران نے مائیک کا بٹن دباتے ہوئے ایکسٹو کے لہجے میں پوچھا۔

”باس! یہ رابن ہڈ تنظیم کا اہم ترین آدمی ہے۔ میں اسے ایف سے اٹھالائی ہوں۔ جب کہ کیپٹن شکیل ایک اور مجرم کے جیسے ہے جو عمران کے ساتھی ٹائیگر کو بیہوش کر کے اپنے ہیڈ کو اڑنے لے رہے۔“ جولیا کی آواز کرے میں گونجی۔

”تفصیل بتاؤ۔“ عمران نے جولیا کے خاموش ہوتے ہی سخت میں پوچھا اور جولیا نے جونی کلب سے لیکر یہاں پہنچنے تک تمام تفصیل ہی۔

”گڈ شو۔“ ٹھیک ہے۔ تم کار لیکر واپس اپنے فلیٹ چلی جاؤ۔ میں دیکھ لوں گا۔“ عمران نے اُسے تسکین دہانہ لہجے میں کہا۔ اور جولیا باقی ہونی واپس کار میں بیٹھی اور دوسرے لمحے اس کی کار ٹر کر گیٹ طرف بڑھتی چلی گئی۔

بلیک زیرو نے گیٹ کھولنے والا بٹن دبا دیا اور جب جولیا کی کار گیٹ سے نکل گئی تو گیٹ خود بخود بند ہوتا چلا گیا۔

”بلیک زیرو! تم اس نقشے کی مدد سے مجرموں کے ہیڈ کو اڑنے کی سٹ لوکیشن چیک کرو اور ساتھ ہی تم اپنے تمام ممبروں کو حکم دے دو کہ فوری طور پر دانش منزل کے گرد چھپ کر نگرانی کریں اور دانش منزل کو

اس طرح کیمو فلانج کر دو کہ کوئی سائنسی حربہ کار آمد ثابت نہ ہو سکے۔ البتہ اگر کچھ افراد اندر آنا چاہیں تو انہیں آنے دو تاکہ انہیں گرفتار کر کے ان سے مزید معلومات حاصل کی جاسکیں۔ میں جا کر اس غیر ملکی سے پوچھ گچھ کروں۔ یہ واقعی اہم آدمی معلوم ہوتا ہے۔۔۔ عمران نے بلیک ز کو ہدایات دیں اور خود واپس لیبارٹری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چونکہ وقت کم تھا اس لئے وہ اس غیر ملکی پر بھی سپنا ٹرم والا حربہ استعمال کرنا چاہتا تھا اور بلیک زیرو نے عمران کے اٹھتے ہی ڈائریکٹ سنبھال لیا تاکہ ممبروں کو ہدایت دے سکے۔

”سنو!۔۔۔ جولیاء اور کیپٹن شکیل دونوں کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنے فلیٹس پر ہیں۔ کیونکہ وہ بہر حال مجرموں کی نظروں میں آگئے ہیں۔ اور اگر ٹائیہ کی کال آئے تو اس سے کہانی سن کر اُسے بھی واپس اس کے ٹھکانے پر جانے کا حکم دے دینا۔“ عمران نے سرخ اٹھاتے ہوئے لیبارٹری سے واپس آتے ہوئے کہا۔

”مگر ٹائیگر کو تو وہ غیر ملکی ہیڈ کوارٹر لے گیا ہے۔“ بلیک زیرو نے جولیاء سے ملنے والی معلومات کی بنا پر کہا۔

”بکو اس۔۔۔ اتنی آسانی سے یہ لوگ کسی کو ہیڈ کوارٹر میں نہیں لے سکتے اور اگر وہ لے بھی گئے ہیں تو وہ کوئی عارضی اور نمائشی ہیڈ کوارٹر ہوگا۔ بہر حال ٹائیگر بے حد ذہین اور چالاک آدمی ہے۔ وہ ضرور ان کے پیچھے سے نکال آئے گا۔۔۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی معلومات بہم پہنچائے۔ کیونکہ اس فلیپر پر بھی اصل حملہ اسی نے کیا ہے۔ جولیاء اور کیپٹن شکیل بعد میں پہنچے ہیں۔“ عمران نے سخت لہجے میں کہا اور پھر وہ سرسرا

نے آپریشن روم سے باہر نکلتا چلا گیا۔

پہر ابھی تک برآمدے کے سامنے فرش پر پڑا ہوا تھا۔ عمران نے سرخ کی بوتل جیب میں ڈالی اور پھر فرش پر پڑے ہوئے بیہوش فلیپر ہلا گیا۔ اس نے سب سے پہلے اس کا منہ کھول کر اس کے دانت سے شروع کر دیتے۔ مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ فلیپر کے دانت رد خلا خالی تھا۔ اس میں سے کیپسول پہلے ہی نکال لیا گیا تھا اور اس کی دل میں ٹائیگر کی ذہانت کی داد دینے لگا۔ ٹائیگر اب واقعی زیر ہوتا چلا جا رہا تھا۔ یقیناً اسی نے کیپسول نکالا ہوگا اور ٹائیگر کی اس سے ظاہر تھا کہ اس غیر ملکی سے ٹکرانے سے پہلے وہ کسی اور سے چکا ہے اور اس کے خود کشی کرنے پر ہی ٹائیگر کو اس بات کا ہوگا۔

عمران نے فلیپر کو اٹھایا اور پھر وہ تیزی سے گیٹ روم کی طرف بڑھتا لیسٹ روم میں ابھی تک نارمن کی لاش پڑی ہوئی تھی۔

وہ!۔۔۔ یہ شاید قبر کی انتظار میں پڑے ہیں۔“ عمران نے ایک طرف ڈالتے ہوئے نارمن کی طرف دیکھ کر کہا اور پھر اس کے کی جنوبی دیوار کی جڑ میں ایک مخصوص جگہ پر پیر مارا تو دیوار میں باسا خلا بننا چلا گیا۔ عمران نے اندر ہاتھ ڈال کر ایک بٹن دبایا تو خلا کا سا ہوا اور پھر خلا میں تیز روشنی پھیلتی چلی گئی۔ یہ برقی مچھٹی تھی۔ واپس مڑا اور نارمن کی لاش اٹھا کر اس نے اس خلا میں پھینکی میں بند کر دیا۔

وہ جی تم تو آرام کرو۔۔۔ خواجہ انتظار کی کوفت میں پڑے ہوئے تھے۔

عمران نے بڑے مطمئن انداز میں ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا اور پھر وہ فریئر
پڑے ہوئے فلیپر کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمران نے جیب سے سرنج نکال کر اس کی سوئی پر لگی ہوئی کیس
کی اور پھر دوسری شیشی میں موجود قوتِ ارادی کو ختم کر دینے والا
اس نے سرنج میں بھرا اور اس کے بعد وہ اطمینان سے فرش پر بے
پڑے ہوئے فلیپر کے بازو کی طرف بڑھتا تاکہ اُسے انجکشن لگا کر پھر
سے ہینائزیم کی مدد سے معلومات حاصل کرے۔

مگر جیسے ہی وہ انجکشن لگانے کے لئے پیروں کے بل پر
بیہوش پڑے ہوئے فلیپر کا ہاتھ تیزی سے گھوما اور دوسرے لمحے
جو بڑے اطمینان سے بیٹھا ہوا تھا اچھل کر پیچھے جاگرا۔ سرنج اور
اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر دوڑ جاگرا تھا اور پھر فلیپر بھوکے
کی طرح اس پر ٹوٹ پڑا۔

عمران نے نیچے گرتے ہی اپنے آپ کو سنبھالا اور تیزی سے کہ
بدلی۔ مگر فلیپر کے سر پر تو وحشت سوار تھی۔ وہ بھی ساتھ ہی مڑا
اور دوسرا لمحہ عمران کے لئے بھی حیرت انگیز ثابت ہوا جب تیزی
کو روک بدلتے کے باوجود فلیپر اس پر چھاتا چلا گیا۔ عمران نے ہانگیں
فلیپر لٹو کی طرح گھوما اور دوسرے لمحے وہ اس کی دونوں ٹانگوں کے
آکر اس نے انتہائی تیزی سے اپنے جسم کو مخالف سمت میں باز
اور ٹانگوں سمیت مروڑتا چلا گیا اور عمران کی دونوں ٹانگیں سجلی کی
سے مخالف اطراف میں پھلتی چلی گئیں اور اس کے ساتھ ہی فلیپر
بم کی طرح اچھلا اور اس کا پورا جسم عمران کے پیٹ کے نچلے حصے

ن کے علق سے بے اختیار چنچ نکل گئی۔ دو خوفناک داؤبیک وقت اس
کھیلے گئے تھے اور عمران کے دماغ پر اندھیرے سے چھاتے چلے گئے
انے اپنے سر کو تیزی سے جھنجھوڑا۔ مگر بے سود۔ اندھیروں کی چادر
کی توقع سے کہیں زیادہ دبیز تھی۔ لیکن اس کے باوجود عمران نے
بی ناکام کوشش جاری رکھی۔ لیکن اس بار اس کی کوئی کوشش بھی
میاں نہ ہو سکی۔



عمران کے جاتے ہی بلیک زیرو ٹرانسمیٹر پر سیکرٹ سروس کے
ممبران کو ہدایات دینے میں مصروف ہو گیا۔ اس نے فوری طور پر تمام
ممبران کو سوائے جولیا اور کیپٹن شکیل کے دانش منزل میں اکٹھے ہونے کا حکم
دیا اور انہیں کہا کہ وہ زیادہ سے زیادہ پانچ منٹ میں دانش منزل کے
مینگ ہال میں پہنچ جائیں تاکہ انہیں ہدایات دی جاسکیں۔ اس کا
خیال تھا کہ مجرم دن کے وقت چونکہ دانش منزل پر حملہ کرنے سے گریز کریں
گئے۔ اس لئے بہتر ہے کہ وہ ممبروں کو باقاعدہ پلاننگ کی صورت میں ڈیوٹیاں
دے۔ ادھر عمران بھی فلیپر سے پوچھ گچھ سے فارغ ہو جائے گا اس لئے

ہو سکتا ہے کہ نئی ملنے والی معلومات کے مطابق وہ کوئی نئی ہدایات پسند کرے۔ اس لئے اس نے تمام ممبروں کو دانش منزل لکھے ہوئے حکم دے دیا۔ تاکہ عمران کے آنے کے بعد وہ اطمینان سے ہاتھی ہدایات دے سکے۔

ممبروں کو ہدایات کرنے کے بعد اس نے ٹرانسمیٹر ایک طرف رکھ کر پھر وہ دانش منزل کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے میز کے ایک حصے لگے ہوئے سوئچ بورڈ کی طرف ہاتھ بڑھاتے تاکہ دانش منزل کو کیمو فلاکس کے دانش منزل میں ایسا سائنسی سسٹم نصب تھا کہ اُسے ہر قسم کے فوری طور پر کیمو فلاکس کیا جاسکتا تھا اور کیمو فلاکس ہونے کے بعد ہی اس میں کوئی فرد کسی بھی طریقے سے داخل ہو سکتا تھا اور نہ ہی کوئی سائنسی حربہ کامیاب ہو سکتا تھا حتیٰ کہ ایٹم بم تک بھی ایسی صورت دانش منزل میں چھینکا جاتا تو بیکار ہو جاتا۔ لیکن پھر اس نے ہاتھ روک کیونکہ وہ ممبروں کو دانش منزل کے میٹنگ ہال میں اکٹھے ہونے کا حکم چکا تھا اور ظاہر ہے کیمو فلاکس کرنے کے بعد ممبر بھی اندر داخل نہ ہو سکتے۔ البتہ اس نے چکنگ نظام آن کر دیا تاکہ اگر کوئی شخص چھپے اندر داخل ہونے کی کوشش کرے تو اُسے گرفتار کیا جاسکے۔

اسی لمحے گیٹ سکرین روشن ہو گئی اور بلیک زیرو کو سکرین پر گیٹ باہر تنویر کھڑا ہوا نظر آیا۔ اور بلیک زیرو نے گیٹ کھولنے کا بیٹن د کے ساتھ ساتھ گیٹ روم کا دروازہ بھی جام کرنے کا بیٹن آن کر دیا۔ اچانک خیال آگیا تھا کہ کہیں عین اس وقت جب ممبر اندر آ رہے ہیں عمران گیٹ روم سے باہر نہ آجائے۔ اس طرح عمران کی دانش منزل

اس انداز سے موجودگی گڑبڑ کر دے گی اور اکیٹو کی شناخت کے بارے ایک بار پھر ممبروں میں شک و شبہ پیدا ہو جائے گا۔ یا کم از کم عمران کی عیت اور کردار کو ضرور مشکوک نظروں سے دیکھا جائے گا۔ اس لئے نے گیٹ روم کا دروازہ لاک کر دیا تاکہ ممبروں کی آمد کے دوران عمران بھی نہ آ سکے۔

ایک لمحے کے لئے اُسے یہ بھی خیال آیا تھا کہ وہ عمران کو کمرے میں اس کے ذریعے اطلاع کر دے کہ وہ ابھی باہر نہ آئے لیکن بلیک زیرو اُٹھا کہ عمران ہینا زوم کے ذریعے پوچھ گچھ کر رہا ہوگا۔ اس لئے ایسی رست میں اس کی توجہ بٹانا خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔ اور پھر یہ آہستہ ممبران دانش منزل میں داخل ہوتے چلے گئے۔

بلیک زیرو نے احتیاطاً سیاہ رنگ کا نقاب منہ پر چڑھالیا تھا۔ اس یہ عادت سی بن گئی تھی کہ وہ احتیاط کا کوئی بھی پہلو ہاتھ سے نہ جانے اُٹھا۔ صفدر بھی ہسپتال سے فارغ ہو کر چونکہ اپنے فلیٹ میں پہنچ تھا اس لئے اب اُسے صفدر کے پہنچنے کی امید تھی۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد اُسے دروازے پر صفدر کھڑا نظر آیا تو اس نے گیٹ کھول کر اندر آنے کی اجازت دی۔

جب صفدر میٹنگ روم میں چلا گیا تو بلیک زیرو نے میٹنگ روم کا دروازہ بند کر دیا اور ساتھ ہی اس نے گیٹ روم کا جام کر دینے والا سسٹم ی آن کر دیا۔ اب اسے عمران کے واپس آنے کا انتظار تھا۔ اس کے آنے کے بعد ہی وہ ممبروں کو ہدایات دینا چاہتا تھا۔

مگر دوسرے لمحے وہ بُری طرح چونک پڑا۔ جب اس نے عمارت

کے اندر بیس پچیس سے بھی زیادہ گول گول چیزوں کو باہر سے آکر گر دیکھا۔ اور ابھی بلیک زیرو سوچ ہی رہا تھا کہ یہ چیزیں کیا ہیں کہ وہ کے سارے بیک وقت پھٹ پڑے۔ اور ان سے سُرخ رنگ کا دھواں نکل کر انتہائی تیز رفتاری سے چاروں طرف پھیلنا شروع ہوا۔ بلیک زیرو نے پھرتی سے اس دھوئیں کو بے اثر بنانے کا سہ آن کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس کا ہاتھ شل ہوتا چلا گیا اُسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا پورا جسم مفلوج ہوتا چلا گیا۔ اب وہ پر نقاب چڑھائے مفلوج حالت میں بیٹھا صرف دیکھ سکتا تھا اور کمرہ سکنا تھا۔ سچانے اس دھوئیں میں کیا خاصیت تھی کہ ہلک جھپے میں اندر آپریشن روم میں بیٹھے ہوئے بلیک زیرو کا جسم شل ہوتا چلا پھر بلیک زیرو نے بڑی بے بسی کے عالم میں سچاس ساٹھ افراد کو دیو سے کو ذکر اندر آتے دیکھا۔ ان سب کے جسموں پر پاکیشیا کی سرکاری فوجی تھی اور ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ یوں لگتا تھا جیسے دانش منزل پر فوج نے باقاعدہ حملہ کر دیا ہو۔ ان سب کے چہروں پر گیس ماسک ہوتے تھے۔

اور پھر ان میں سے چند نے دوڑ کر گیٹ کھول دیا اور دوسرے کئی فوجی گاڑیاں تیزی سے اندر داخل ہوتی چلی گئیں اور فوجی تیز پوری دانش منزل میں پھیلتے چلے گئے۔ ان کے انداز میں بے چستی تھی۔ ان کا لیڈر ایک چست و چالاک قسم کا فوجی افسر تھا جس کے کاندھے پر مخصوص بیج لگے صاف نظر آ رہے تھے۔ اور دانش جے عمران نے ناقابلِ تسخیر بنا کر رکھ دیا تھا۔ بلیک زیرو کی نظروں

سامنے بڑی آسانی سے تسخیر ہو چکی تھی اور دنیا کی طاقت ور ترین سیکرٹ سروس کا چیف ایکسٹو اپنی کرسی پر بڑی بے بسی کے عالم میں بیٹھا یہ سب کچھ اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا دیکھ رہا تھا۔ لیکن وہ بے بس تھا۔ قطعی بے بس۔ البتہ اس کے دماغ میں آندھیاں چل رہی تھیں کہ کہ آخر یہ سب کیا چکر چل رہا ہے۔ ملکی فوج نے آخر اس طرح دانش منزل پر منظم حملہ کیوں کیا ہے؟



ٹائٹنگ جیسے ہی سڑک پر پہنچا۔ اُسے جلد ہی ایک خالی ٹیکسی مل گئی اور وہ شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ شہر کے پہلے چوک پر پہنچتے ہی اس نے ٹیکسی چھوڑ دی اور پھرتیزی سے قدم اٹھاتا ہوا وہ ایک ٹیلیفون بوٹہ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے ٹیلیفون بوٹہ میں داخل ہوتے ہی سب سے پہلے سکے ڈال کر عمران کے فلیٹ کا نمبر گھمایا۔ مگر وہاں سے سب اُسے اطلاع ملی کہ عمران موجود نہیں۔ وہ پنعام نوٹ کر ادھر سے تو س نے کرڈل دیا کہ اس بار دانش منزل میں ایکسٹو کا نمبر گھمایا۔ لیکن دوسری طرف سے بھی چند لمحے فاموشی طاری رہی۔ پھر کسی نے ریسور

اٹھالیا۔

"ہیلو ہیلو۔۔۔ میں ٹائیگر بول رہا ہوں"۔۔۔ ٹائیگر نے را
قائم ہوتے ہی مودبا نہ لہجے میں کہا۔ مگر دوسرے لمحے اس کی آنکھ
حیرت سے مچھٹی کی مچھٹی رہ گئیں جب دوسری طرف سے جواب دے
بغیر رسیور رکھ دیا گیا۔ اور ٹائیگر کا دماغ یکلخت گھوم گیا۔ کیونکہ یہ ۲۱
صدی کی حیرت انگیز بات تھی۔ ایکسٹو موجود ہوتا تو یقیناً یہ پرا تو بہ
فون سننا۔ اور یہاں بھی یہی سسٹم تھا کہ اگر ایکسٹو موجود نہ ہوتا تو
کمپیوٹر ٹیپ یہ اطلاع دے دیتی کہ ایکسٹو لائن پر نہیں ہے پیغام فوراً
کرا دیا جائے۔ مگر رسیور اٹھا کر بغیر کوئی بات کہے یا سننے رسیور رکھ دینا
ایسا اقدام تھا جس کا کوئی جواز بھی معلوم نہ ہوتا تھا۔ اس نے دوبار
سکے ڈالے اور ایک بار پھر ایکسٹو کا نمبر گھمایا مگر اس بار ادھر سے
انگلیج ٹون سنائی دیتی رہی اور ٹائیگر کا ذہن بھک سے اڑ گیا۔ کیونکہ
بھی ایک عجیب و غریب چیز تھی۔ ایکسٹو کا فون ایسا تھا کہ اسکی بیک تو
کئی لائنیں تھیں۔ اگر ایک لائن انگلیج ہوتی تو دوسری لائن سپارک کر
اور ایکسٹو اس لائن کو ہی اٹنڈ کر لیتا تھا۔ اور ٹائیگر کے ذہن میں فوراً
ہی جھماکا سا ہوا کہ دانش منزل میں کوئی شدید قسم کی گڑبڑ ہوتی ہے۔
نے رسیور کریدل پر مچینکا اور پھر بھاگتا ہوا وہ فون بوتھ سے نکل آیا۔ اس
کے ذہن میں آنڈھیاں سی چل رہی تھیں۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ دانش من
میں کوئی شدید قسم کی گڑبڑ ہو چکی ہے۔

فون بوتھ سے باہر آتے ہی اس نے سرچ لائٹ جیسی نظروں۔
ادھر ادھر دیکھا اور پھر اس کی نظریں ایک پانوں والی دکان کے سامنے

سے موٹر سائیکل پر پڑیں۔ موٹر سائیکل پر ایک واڑھی والا سوکھا سٹراسا
دان بیٹھا ہوا دکان کے سامنے کھڑے ہوئے اپنے دوستوں سے
میں مار رہا تھا۔ موٹر سائیکل کا انجن سٹارٹ تھا۔

ٹائیگر تیزی سے اس موٹر سائیکل کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے جاتے
موٹر سائیکل کے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور پھر اس سے پہلے کہ موٹر سائیکل
ار حیرت زدہ انداز میں اس سے کچھ پوچھتا۔ ٹائیگر کا دوسرا ہاتھ بجلی کی
تیزی سے حرکت میں آیا اور وہ سوکھا سٹراسا بذات خود ہیر و بنا ہوا نوجوان
گیند کی طرح اچھلتا ہوا دکان کے سامنے کھڑے ہوئے اپنے دوستوں
ماگرا۔ اور ان سب کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔ مگر ٹائیگر کے پاس
وقت نہیں تھا کہ وہ ان کی حیرت زدہ چیخوں پر کان دھتا۔ اس
کھے سٹراسا ہیر و کو اچھلتے ہی وہ اچھل کر موٹر سائیکل پر بیٹھا۔ اور
سے لمحے موٹر سائیکل کسی خلائی راکٹ کی طرح آگے دوڑتا چلا گیا۔
یگر نے پیچھے مڑ کر بھی دیکھنے کی تکلیف گوارا نہ کی۔ اس کے ذہن
تو دانش منزل میں ہونے والی گڑبڑ کسی عفریت کی طرح سوار تھی
پھر وہ پوری رفتار سے موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا جلد ہی اس چوک
پہنچ گیا۔ جہاں سے دانش منزل کو سڑک جاتی تھی۔ مگر چوک پر فوجی
ہیوں نے اسے روک لیا۔ انہوں نے پوری سڑک بلاک کر رکھی تھی۔
"ادھر جانا منع ہے۔۔۔ فوجی کارروائی ہو رہی ہے۔۔۔ آپ
سے راستے سے جائیں"۔۔۔ ایک فوجی جوان نے بڑے کدخت
نے میں کہا۔

فوجی کارروائی۔۔۔ اور اس سڑک پر۔۔۔ ٹائیگر کے ذہن

میں دھمکے ہونے لگے۔ کیونکہ اس سڑک پر دانش منزل کے علاوہ کوئی ایسی عمارت نہ تھی جہاں فوجی کارروائی ہو سکتی۔ اس نے تیزی سے موٹر سائیکل موڑا اور پھر وہ دائیں طرف سے ہوتا ہوا ایک بائی روڈ پہنچ گیا۔ اس بائی روڈ پر کوئی فوجی موجود نہ تھا۔ ٹائیکر موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ یہ بائی روڈ دانش منزل سے تھوڑی دور میں روڈ پر جا کر ملتی تھی اور جس وقت وہ مین کے قریب پہنچا تو اس نے چار پانچ فوجی گاڑیوں کو ایک دوسرے کے پیچھے تیز رفتاری سے دوڑتے ہوئے جنوبی سمت جلتے دیکھے چار فوجی جیپیں بھی ان کے پیچھے تھیں۔

ٹائیکر تیزی سے مین روڈ پر پہنچا۔ اس وقت سڑک خالی پڑی تھی وہاں ایک جی فوجی نظر نہ آ رہا تھا۔ بلکہ رُکی ہوئی عام ٹریفک اب چلا لگی تھی۔ لوگوں کے چہروں پر حیرت اور تعجب کے تاثرات تھے۔ دانش تیزی سے دانش منزل کی طرف بڑھا اور پھر اس نے دانش منزل گیت پوری طرح کھلا ہوا دیکھا۔ اس نے موٹر سائیکل کو سٹینڈ کیا اور اچھل کر وہ دانش منزل میں داخل ہو گیا۔ مگر پوری عمارت سسنان تھی۔ سامنے برآمدے میں ایک دروازہ بھی ٹوٹا ہوا تھا۔ اور ٹائیکر سر ہوا لٹے پیروں ہی واپس لوٹا۔ وہ ساری بات سمجھ گیا تھا۔ اب اُنہیں خیال آ رہا تھا کہ فوجی سپاہی جس نے اُسے چوک پر روکا تھا اس کا تو مقامیوں جیسا تھا لیکن آنکھیں ہاں آنکھیں غیر ملکیوں جیسی تھیں پھر باہر آ کر اس نے پھاٹک کو دھکیل کر بند کر دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا پھاٹک کھلے رہنے سے فالتو لوگ اندر داخل ہو سکیں۔

پھاٹک بند کرتے ہی ٹائیکر ایک بار پھر موٹر سائیکل پر سوار ہوا اور اس نے پوری رفتار سے موٹر سائیکل کو اس طرف دوڑانا شروع کر دیا جہر جی گاڑیاں گئی تھیں۔ آگے جا کر چوک پر وہ ایک لمحے کے لئے رُکا اور پھر اس نے سڑک پر نشانات کو غور سے دیکھتے ہوئے موٹر سائیکل کو تیزی سے بائیں طرف جانے والی ایک سڑک پر موڑا اور دوسرے لمحے وہ انتہائی بزرگاری سے موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ جلد ہی وہ ایک در چوک پر پہنچ گیا۔ جس سڑک پر فوجی ٹرک گئے تھے۔ وہ ایک لمبا چکر ہٹ کر اس چوک سے آملتی تھی اور ٹائیکر نے غور سے اس سڑک پر لوگوں کے نشانات دیکھنے شروع کر دیئے چونکہ یہ شہر کا بیرونی علاقہ تھا اس لئے یہاں سڑک پر گزرتے ہوئے پڑی رہتی تھی اور بھاری گاڑیوں کے نشانات صاف دکھائی دیتے تھے۔ دوسرے لمحے اُسے نشانات پکنک پائنٹ کی طرف مڑتے ہوئے دکھائی دے گئے۔ اور ٹائیکر سر پر ہاتھ پیرتا ہوا تیزی سے اسی سڑک پر موٹر سائیکل دوڑاتا چلا گیا۔ اور پھر پکنک پائنٹ سے تھوڑا پہلے اس نے فوجی گاڑیوں کے قافلے کو انتہائی تیز رفتاری سے سڑک پر دوڑتے دیکھا۔ یہ کارواں خاصی دُور تھا اُسے دیکھتے ہی ٹائیکر نے رفتار نہ صرف آہستہ کر لی بلکہ اس نے سڑک چھوڑ کر درختوں کی آڑ میں موٹر سائیکل دوڑانا شروع کر دی۔ اس کا خیال تھا کہ یہ کارواں یقیناً پکنک پائنٹ کی طرف مڑے گا۔ لیکن کارواں سیدھا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اب تو ٹائیکر چونک پڑا۔ یہ فکر اس کی سمجھ سے باہر ہو رہی تھی۔ کہ یہ مجرم تھے تو پھر انہیں یقیناً پکنک پائنٹ کی طرف جانا چاہیئے تھا۔ کیونکہ رابرٹ بھی اُسے ادھر ہی لے گیا تھا۔ اور ٹائیکر کے انداز سے

کے مطابق مجرموں کا ہیڈ کوارٹر یہاں یوں کے آس پاس کہیں ہونا چاہیے مگر یہ فوجی کارواں تیزی سے آگے ساحل سمندر کی طرف بڑھا چلا جا رہا تھا اور ہر طرف بھی بالکل سناں تھی۔ اس سڑک پر مجرموں کا تعاقب کرنا بھی خطرناک تھا۔ اُسے بڑی آسانی سے رائفل کے ذریعے گولی ماری جا سکتی تھی۔

ٹائیگر بھی سوچا ہوا درختوں کی آڑ لیتا کارواں کا تعاقب کرتا رہا۔ ساحل سمندر پر پہنچ کر کارواں گرین بیچ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ گرین بیچ جہاں ریت ہی ریت تھی اور شام کو وہاں منچلے جوڑے جو تنہائی کے شوقین تھے کہیں کہیں گھومتے دکھائی دیتے تھے۔

ٹائیگر کو اچانک ایک خیال آگیا۔ اس نے موٹر سائیکل کو ایک طرف ٹینڈ کیا اور پھر بھاگتا ہوا وہ سڑک پر لگے ہوئے فون بوٹھ میں گھستا چلا گیا۔ اس نے انتہائی پھرتی سے کتے ڈال کر بوٹھ آن کیا اور پھر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔

”پی۔ اے ٹو سیکرٹری وزارت خارجہ“ دوسری طرف سے مشینی سی آواز سنائی دی۔

”عمران بول رہا ہوں۔۔۔ سلطان سے بات کراؤ۔۔۔ جلدی“ ٹائیگر نے عمران کی آواز نکالتے ہوئے کہا۔

”مولد آن کریں“ عمران کا نام سنتے ہی دوسری طرف سے پی۔ اے نے تیزی سے کہا۔ کیونکہ وہ سب عمران اور سر سلطان کے تعلقات کو اچھی طرح جانتے تھے۔

”عمران بیٹے! کیا بات ہے“ چند لمحوں بعد ہی دوسری

سے سر سلطان کی شفیق اور نرم آواز سنائی دی۔

سر سلطان!۔۔۔ میں عمران کا ساتھی ٹائیگر بول رہا ہوں۔۔۔ میں عمران کا نام اس لئے استعمال کیا تھا تاکہ جلد از جلد آپ سے بات لے۔۔۔ عمران صاحب فلیٹ سے غائب ہیں۔ اور ابھی تھوڑی

پہلے ایک فوجی دستے نے دانش منزل پر ریڈ کیا ہے جناب۔۔۔ منزل کا گیٹ کھلا ہوا تھا اور وہاں کوئی آدمی موجود نہ تھا۔ اندر دروازے بھی لڑٹے ہوئے ہیں۔۔۔ فوجیوں نے پوری سڑک مار کر رکھی تھی۔۔۔ مجھے شک گذرا تو میں ان کا تعاقب کر رہا۔۔۔ ایکسٹو کے ٹیلیفون کا رسیور بھی کمر ہڈل سے اٹھا کر علیحدہ

رہا گیا ہے۔۔۔ میں نے پھاٹک تو بند کر دیا ہے۔ اور آپ نے کیا واقعی فوج نے ریڈ کیا ہے“ ٹائیگر نے تیز تیز میں کہا۔ اُسے سمجھ نہ آ رہی تھی کہ وہ کونسا فقرہ پہلے کہے اور کونسا یں۔ اس لئے جو منہ میں آیا کہتا چلا گیا۔

اوہ! کیا کہہ رہے ہو تم۔۔۔؟ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔؟ کارپڈ۔۔۔ یہ ناممکن ہے۔ کیا نام بتایا ہے تم نے۔؟ طان نے حلق کے بل چیختے ہوئے کہا۔

میرا نام ٹائیگر ہے جناب۔۔۔ اور میں عمران صاحب کا پارٹیوٹرٹ ہوں سیکرٹ سروس سے ہٹ کر۔۔۔ مجھے پہلے ہی تھا کہ مجرموں نے فوجیوں کی وردی پہن کر دانش منزل پر ریڈ کیا۔ یہ مجرم یقیناً رابن ہڈ تنظیم سے متعلق ہیں۔۔۔ بہر حال ان کا پیچھا کر رہا ہوں۔ اس وقت میں ساحل سمندر سے فون کر رہا

ہوں — یہ فوجی کارواں گرین بیچ کی طرف گیا ہے۔ آپ برائے مہربا
 عمران صاحب کو ٹیلیں کر کے انہیں اطلاع کر دیں — میں بہر حال
 اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا کہ مجرموں کے پنجے سے ڈانسٹر
 منزل سے اغوا کئے جانے والوں کو چھڑوا سکوں۔ باقی باقی — ٹاٹا
 نے دوسری طرف سے کوئی بات سننے بغیر سیورہ رکھ دیا۔ کیونکہ اُسے
 مجرموں کی طرف سے فکر تھی کہ کہیں وہ ہاتھ سے نہ نکل جائیں اور
 پھر وہ موٹر سائیکل دوڑاتا ہوا گرین بیچ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

فوجی کارواں نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا اور اب ریت
 موٹر سائیکل دوڑانا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ اس لئے اس نے پرانے لائے
 ہاؤس ٹاور کے احاطے میں موٹر سائیکل موڑی اور پھر نیچے اتر کر تیز
 سے سیڑھیاں چھلانگتا ہوا وہ اوپر چڑھتا چلا گیا۔ کیونکہ اب یہی ایک
 صورت تھی جس سے وہ دور تک مجرموں کی نقل و حرکت کو چیک کر
 تھا۔

مقوڑی دیر بعد ٹائیگر لائٹ ہاؤس ٹاور کی سب سے اوپر والی
 پر پہنچ گیا۔ اور پھر اس کی تیز نظروں نے دور ریت میں رُکے ہوئے
 فوجی کارواں کو دیکھ لیا۔ ان فوجی گاڑیوں کے ساتھ چار بڑی بڑی
 کاریں موجود تھیں۔ اور ایک فوجی گاڑی سے کچھ افراد کو اٹھا اٹھ
 ان کاروں میں منتقل کیا جا رہا تھا۔

ٹائیگر کی تیز نظریں سب کچھ واضح طور پر دیکھ رہی تھیں اور
 سیکرٹ سروس کے ممبران کو پہچانتا تھا اور پھر جب اس نے ایک
 چڑھے آدمی کو کار میں منتقل ہوتے دیکھا تو وہ سمجھ گیا کہ یہ سیکرٹ

یف اکیسٹو ہے۔ سب کے جسم شل محسوس ہو رہے تھے۔
 اسی لمحے اس کی نظریں عمران پر پڑیں جس کی آنکھیں بند تھیں
 ٹرڈن ٹوٹ کر لٹک رہی تھی۔ اور ٹائیگر کے ذہن میں دھماکے سے
 نکلے۔ اُسے یوں لگا جیسے اس کے ذہن اور جسم میں کئی ایٹم بم
 یہی وقت میں پھٹ پڑے ہوں۔ عمران کو اس انداز میں دیکھتے
 اس کا خون قوارے کی طرح اچھلنے لگا۔ اور ~~وہ~~ ~~اس~~ سے چھلانگیں
 ہوا سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ اس کے ذہن پر وحشت کی سُرخ چادر
 لگی تھی۔

مجرموں نے بچانے کیا کیا تھا کہ تقریباً سارے ہی سیکرٹ سروس کے
 ان کے ہتھے چڑھ گئے تھے۔

نیچے اترتے ہی وہ موٹر سائیکل پر بیٹھا اور پھر اس نے بے ستماشا
 ٹر سائیکل ادھر دوڑانی شروع کر دی۔ مگر مقوڑی اسی دور آگے جا کر
 ٹر سائیکل جھٹکے کھانے لگی اور پھر فوراً ہی بند ہو گئی۔ ٹائیگر نے موٹر
 سائیکل کو چیک کرنا بھی گوارہ نہ کیا اور اس نے موٹر سائیکل چھینکی اور
 بت پر اندھا دھند دوڑنا شروع کر دیا۔ اس کا رُخ اس عارضی اور کچی
 ریت کی طرف تھا جو گرین بیچ کی طرف جاتی تھی۔

کاروں میں منتقل ہونے سے صاف ظاہر تھا کہ مجرم کاروں میں
 وار ہو کر اپنے اڈے پر جائیں گے۔ انہوں نے یہ ریتلا ساحل صرف
 بی گاڑیوں کو چھوڑنے کے لئے منتخب کیا ہے۔

ٹائیگر بے ستماشا دوڑتا ہوا سڑک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ مقوڑی دیر
 مدودہ اپنا کانپتا اس کچی سڑک پر پہنچ گیا۔ سڑک کے ارد گرد ریت

کے بڑے بڑے ٹیلے تھے۔

ٹائیگر ایک ٹیلے کی آڑ میں لیٹ کر اپنا سانس برابر کرتا رہا اور پھر اس توقع کے عین مطابق چارہ کاریں اُسے واپس آتی دکھائی دیں۔ گہری ریت وجہ سے ان کی رفتار خاصی کم تھی۔ ٹائیگر خاموش پڑا رہا۔

مقوڑی دیر بعد پہلے کار ٹائیگر کے قریب سے گزر گئی۔ اس بعد دوسری اور پھر تیسری۔ بس چوتھی کار ٹیلے کے نزدیک آئی تو ٹائیگر چوہو گیا۔

پھر جیسے ہی کار ٹیلے کے نیچے سے گزری، ٹائیگر نے آہستہ سے کی چھت پر چھلانگ لگادی۔ گو اس نے اپنے طور پر احتیاط کی تھی لیکن اس کے باوجود اندر موجود لوگوں کو کودنے کے دھماکے کا احساس ضرور ہوا اس کے ساتھ ہی کار کے بریک چرچراتے اور وہ رکتی چلی گئی۔

ٹائیگر نے کار کے آہستہ ہوتے ہی تیزی سے ساتھ والے ٹیلے پر چھ لگائی۔ اب اسے اتفاق ہی کہا جاسکتا ہے کہ اس کار میں سوائے ڈرائیور اور کوئی نہ تھا اور ڈرائیور کا دروازہ بھی دوسری طرف تھا۔ چنانچہ جیسے ہی رُکی اور ڈرائیور دروازہ کھول کر دوسری طرف سے اترنا ٹائیگر تیزی سے پھسلتا ہوا کار کے نیچے اترنا چلا گیا۔

ڈرائیور نے ادھر آکر اور پھر پیچھے مڑ کر کار کو اچھی طرح دیکھا۔ لیکر اُسے نیچے دیکھنے کا خیال تک نہ آیا۔ چنانچہ وہ دوبارہ کار کے دروازہ کی طرف بڑھا۔ اتنی دیر میں ٹائیگر تیزی سے رنگنا ہوا کار کی ڈگی کے سے نکل آیا۔ وہ پہلے ہی جیب سے ایک تازہ کال چکا تھا اور جب تک ڈرائیور کار میں بیٹھ کر دروازہ بند کرتا، ٹائیگر ڈگی کا تالا کھول چکا تھا۔

لمحے کار ایک جھٹکا کھا کر آگے بڑھی تو ڈگی بھی مقوڑی سی کھلتی چلی گئی لیکن چونکہ ٹائیگر نے اُسے پکڑ رکھا تھا اس لئے وہ زیادہ نہ کھل سکی اور ٹائیگر چکنی مچھلی کی طرح اپنے جسم کے مطابق موجود خلا میں ڈگی میں اترنا چلا گیا اس نے ڈگی کو اندر سے محکم رکھا تھا۔

کار چند لمحے آہستہ آہستہ چلی اور پھر اس کی رفتار تیز ہوتی چلی گئی۔ ٹائیگر اب مطمئن پڑا ہوا تھا۔ اس کا منصوبہ حیرت انگیز طور پر کامیاب ہو چکا تھا۔ وہ اگرچہ جانتا تو اس ڈرائیور کو آسانی سے مار کر گرا سکتا تھا۔ لیکن وہ جاننا تھا کہ مجرم بے حد ہوشیار ہیں۔ وہ اُسے بھون ڈالتے۔ اور وہ کسی صورت اکیلا ان سب کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا۔ اس طرح وہ کم از کم ان کے اڈے کے اندر پہنچنے میں کامیاب ہو سکتا تھا۔ بعد میں ہر قسم کی کوشش بھی کی جاسکتی تھی۔

چنانچہ وہ اطمینان سے ڈگی میں سمٹا ہوا کار کے ساتھ ہی آگے بڑھتا چلا گیا۔ درز میں سے وہ باہر کا منظر بھی دیکھ رہا تھا۔ ساحل سمندر سے ہوتی ہوئیں کاریں ایک پہاڑی کے دامن میں ایک لمحے کے لئے رکیں۔ ٹائیگر چونکہ صرف پیچھے کا منظر دیکھ سکتا تھا اس لئے وہ خاموش پڑا رہا۔ چند لمحوں بعد کار ایک بار پھر حرکت میں آئی۔ اس کا رخ سیدھا تھا۔ اور مقوڑی دیر بعد ٹائیگر کی آنکھیں حیرت سے مھٹتی چلی گئیں۔ کیونکہ وہ کار پہاڑی کے اندر گھستی چلی جا رہی تھی۔ پہاڑی کی ایک بہت بڑی چٹان اوپر کواٹھی ہوئی تھی اور پھر جیسے ہی کار اس چٹان کے نیچے سے گزری چٹان آہستہ آہستہ نیچے ہونا شروع ہو گئی۔ کار ایک موڑ مڑ کر ایک بار پھر رُک گئی۔ اور اس کے ساتھ ہی غیر ملکی آوازوں کا مِلا جلا شور اور کاروں

کے دروازے کھلنے کی آواز سنائی دی۔ ٹائیگر دم سادھے خاموش پڑا تھا۔ پھر کافی دیر تک وہاں شور سنائی دیتا رہا۔ اور کاروں میں سے چیزیں منتقل کی جاتی رہیں اور آہستہ آہستہ شور کم ہوتا چلا گیا۔

جب ٹائیگر نے محسوس کیا کہ اب وہاں کسی قسم کا کوئی شور اور کوئی آواز باقی نہیں رہی تو اس نے آہستہ سے ڈگی کو اوپر اٹھایا اور پھر اتنے احتیاط سے باہر نکل آیا۔ ڈگی کو دوبارہ بند کر کے وہ چند لمحے کار کی اور میں دبکا رہا۔ پھر سیدھا ہوا اور تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ چٹانیں کا کر یہ ایک بڑا سا کمرہ بنایا گیا تھا جس میں وہ چاروں کاریں موجود تھیں سامنے ایک لکڑی کا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ ٹائیگر تیزی سے اس دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے دروازے کو آہستہ سے کھولا اور دوسری طرف جھانکنے لگا۔ یہ ایک طویل راہداری بنائی گئی تھی راہداری خالی پڑی ہوئی تھی۔

ٹائیگر دروازہ کھول کر تیزی سے راہداری میں گھسا اور پھر دیوار کے ساتھ لگ کر خاصی تیز رفتاری سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ پہلے دروازے کے قریب رک کر اس نے اندر کی آہٹ لی۔ اندر خاموشی تھی۔ ٹائیگر پھرتی۔ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

کمرے میں فوجی دریاں اور اس قسم کا دوسرا سامان موجود تھا۔ وہاں گیس ماسک بھی پڑے ہوئے تھے۔ اور ساتھ ہی ایک الماری میں جس کے دروازے شیشے کے تھے، مختلف رنگوں کے محلول پڑے ہوئے تھے۔ ٹائیگر نے تیز نظروں سے محلول کی شیشیوں کا جائزہ لیا اور دوسرے لمحے چونک پڑا۔ کیونکہ وہاں ایک محلول کی شیشی قطار میں سے غائب تھی۔ شیشی

کا دائرہ جو گرد پر بنا ہوا تھا بتا رہا تھا کہ یہاں سے ابھی ابھی شیشی اٹھائی گئی ہے اور پھر ٹائیگر کی نظریں ساتھ والی شیشی پر جم گئیں۔ اس شیشی میں سرخ رنگ کا محلول تھا۔ ٹائیگر اس محلول کی خاصیت جانتا تھا۔ یہ محلول ہر قسم کی گیس کے اثرات ختم کر دیتا تھا۔ ٹائیگر نے الماری کھول کر وہ شیشی اٹھا کر جیب میں ڈال لی۔ پھر وہ دروازے کی طرف بڑھا اور باہر کی سُن گُن لینے لگا۔ مگر راہداری میں خاموشی تھی۔ وہ تیزی سے دروازے سے نکلا اور آگے بڑھتا چلا گیا۔

ابھی وہ دوسرے کمرے کے دروازے تک نہ پہنچا تھا کہ اُسے دُور سے قدموں کی تیز آواز سنائی دی اور پھر وہ پھرتی سے دروازے کے قریب رکا۔ اس کے پٹ — کو دھکیلا۔ یہ دروازہ بھی اس کی خوش قسمتی سے کھلا ہوا تھا۔ شاید اپنے اڈے میں مجرموں کو کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ اس لئے دروازے لاک کرنے کی انہیں ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی اسی لمحے راہداری کے آخری موڑ پر اُسے قدموں کی آوازیں ابھرتی سنائی دیں۔ اور ٹائیگر پھرتی سے دروازے کو دھکیلتا ہوا اندر گھستا چلا گیا۔ دروازے کو احتیاط سے بند کر کے وہ جیسے ہی مڑا۔ حیرت کے مارے بے اختیار اچھل پڑا۔

نے کہا۔ اور فلیپر کا سر بھی جھکا ہوا تھا۔
 کامیاب — اودہ دیری گڈ! — کیا واقعی تم کامیاب لوٹے ہو؟
 ہڈ بے اختیار کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

لیس ماسٹر! — پوری سیکرٹ سروس معد ان کے چیف ایکسٹو کے
 وقت مفلوج حالت میں اڑے میں آپ کی نظر قبر کی منتظر پڑی ہوئی
 ہے۔ — ٹریگر نے انتہائی مودبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔
 گڈ شو ٹریگر — گڈ شو — تم نے واقعی میری نیابت کا حق ادا
 کیا ہے۔ — تمہیں انتہائی خطرہ عام سے نوازا جاتے گا۔ — مگر
 میرے۔ — رابن ہڈ نے فلیپر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے کہا۔
 ماسٹر! — جب ہم نے سیکرٹ سروس کے ہیڈ کوارٹر پر ریڈ
 فوریہ ایک کمرے میں مفلوج پڑے ہوئے تھے۔ — ان کے ساتھ
 محقق سانو جوان بھی مردہ پڑا ہوا تھا جسے علی عمران کہتے ہیں۔ ہم
 میں بھی اس کے ساتھ لے آئے۔ یہاں آکر جب ہم نے گیس
 اثرات ختم کئے تو انہوں نے بتایا کہ وہ ہوٹل ایف میں اپنے کمرے
 موجود تھے کہ اچانک کسی گیس سے انہیں بیہوش کر دیا گیا۔ پھر
 ان کی آنکھ کھلی تو یہ اس عمارت کے کمرے میں موجود تھے اور وہ
 ان سا آدمی ان پر جھکا ہوا انہیں کوئی انجکشن لگانے کی کوشش کر رہا تھا
 اس پر چڑھ دوڑے اور پھر ایک خوفناک رٹائی کے بعد یہ اس احمق
 ہی کی گردن توڑنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد اچانک
 مفلوج ہوتے چلے گئے۔ انہیں ہم نے دروازہ توڑ کر باہر نکالا
 تھا۔ — ٹریگر نے فلیپر کی جگہ بیان دیتے ہوئے کہا۔

رابن ہڈ اپنے مخصوص دفتر میں میز پر شراب کی بوتلیں سجائے مسل
 شراب پینے میں مصروف تھا۔ آٹھ بوتلوں کی کمرچیاں فرش پر بکھری ہوئی تھیں
 جب کہ دس کے قریب بوتلیں ابھی تک میز پر بکھری ہوئی موجود تھیں۔
 وہ ٹریگر ابھی تک نہیں ٹوٹا۔ — دو گھنٹے سے زیادہ وقت ہو گیا۔
 اُسے اب تک آنا چاہیے۔ — رابن ہڈ نے غصیلے انداز میں بڑبڑلاتے
 ہوئے خالی بوتل فرش پر مارتے ہوئے کہا اور اس کا ہاتھ دوسری بھر
 ہوئی بوتل کی طرف بڑھا۔
 اسی لمحے دروازہ کھلا اور ٹریگر ایک اور آدمی کے ساتھ کمرے
 داخل ہوا۔

اودہ ٹریگر اور فلیپر — تم یہاں کیسے؟ — رابن ہڈ ان دونوں
 دیکھتے ہی بے اختیار چونک پڑا۔ اس کا چہرہ پھٹ پھٹا رہا تھا۔
 ماسٹر! — ہم کامیاب لوٹے ہیں۔ — ٹریگر نے سر جھکا۔

”فلیپر“۔ رابن ہڈ نے اس بار براہ راست فلیپر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”یس ماسٹر“۔ فلیپر نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

”سیکریٹ سروس والے تم تک کیسے پہنچ گئے“۔ رابن ہڈ لہجے میں بے پناہ غصہ تھا۔

”ماسٹر!۔ جہاں تک میں سمجھا ہوں اس علی عمران کی جیب۔

مجھے وہ کارڈ ملا ہے جو میں نے قباچا خان کو دیا تھا۔ قباچا خان اس کارڈ کو کاپر کے حوالے کرنا تھا اور کاپر نے اس کارڈ کے ساتھ میرا پاس پہنچنا تھا۔ مگر کاپر کی بجائے اچانک ہوٹل کے کمرے میں

غیر محسوس قسم کی کیس پھیلی اور اس کے بعد مجھے ہوش نہ رہا۔ آیا تو میں اس کمرے میں تھا اور وہ علی عمران مجھ پر جھکا مجھے انجکشن لگا کی کوشش کر رہا تھا۔ مجھے عین موقع پر ہوش آگیا تھا اس لئے

اس پر چڑھ دوڑا۔ وہ زبردست لڑاکا تھا لیکن فلیپر تو آپ کا غلام

غلام نے پوری طاقت سے اس کا مقابلہ کیا اور آخر کار اس کی گردن توڑنے میں کامیاب ہو گیا۔ ابھی میں اس کی جیبوں کی تلا

لے رہا تھا کہ اچانک میرا جسم مفلوج ہوتا چلا گیا اور پھر جب دروازہ توڑا

ٹرنگر اور اس کے سامتی اندر داخل ہوئے تو یہ مجھے اسی مفلوج حال

میں یہاں لے آئے اور پھر یہاں لاکر جب انہوں نے محلول کی مدد

میرا مفلوج پن دور کیا تو میں نے پوری وضاحت کی اور اب آپ

حضور حاضر ہوں“۔ فلیپر نے انتہائی مودبانہ لہجے میں کہا۔

”قباچا خان اس احمق آدمی علی عمران کے متعلق بہت سی باتیں

کر یہ دنیا کا خطرناک ترین آدمی ہے۔ چونکہ تم نے اس کی گردن

بی ہے اس لئے تم بھی انعام کے حقدار ہو۔ ویری گڈ شو“۔

بن ہڈ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی مسکراہٹ ہی اس کے غلاموں

لئے بہت بڑا انعام تھا۔

”آپ کی نظر کرم ہی ہمارے لئے سب سے بڑا انعام ہے ماسٹر“۔

پرنے بڑے عاجزانہ لہجے میں کہا۔

”ٹرنگر!۔ وہ دنیا کی طاقتور ترین سیکریٹ سروس اور اس کا

یہ کہاں ہے۔ میں ان کی شکلیں دیکھنا چاہتا ہوں“۔

بن ہڈ نے میز پر پڑی ہوئی بھری بوتل اٹھاتے ہوئے کہا۔

”وہ پہلی راہداری کے کمروں میں مفلوج حالت میں پڑے ہوئے ہیں

ان کی لاکش بھی وہیں موجود ہے۔ میں نے اس نقاب پوش

رجوان کا چیف سے علیحدہ کمرے میں رکھا ہے اور باقی ممبروں کو علیحدہ

روں میں۔ وہ سب مفلوج پڑے ہیں“۔ ٹرنگر نے جواب

دیتے ہوئے کہا۔

”ان سب کو بڑے ہال میں پہنچا دو۔ ہم اپنے ہاتھوں سے

نہیں موت کے گھاٹ اتاریں گے۔ اور سنو! اس چیف کا نقاب

بت اتارنا۔ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنے ہی ممبروں سے بھی

بغیر رہتا ہے۔ آج ہم اس کے ممبروں کے سامنے اس کی

قبا کشائی کریں گے“۔ رابن ہڈ نے خوشی سے ہنستے ہوئے

کہا۔ اس کا چہرہ جو ہر وقت غصے سے بگڑا رہتا تھا۔ آج خلاف توقع

خوشی سے کھلا پڑ رہا تھا۔

"بہتر ماسٹر! — میں ابھی تمام انتظامات مکمل کر کے آپ کو اطلاع کرتا ہوں تاکہ آپ تشریف لاسکیں" — ٹریگر نے مودبانہ لہجے میں کہا پھر تیزی سے مڑ کر دروازے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

"بیٹھو فلیپر! — اب تم آگے ہو تو یہ نظارہ بھی دیکھتے جاؤ۔ تم بتاؤ کہ سیاہی مشن کہاں تک پہنچا ہے؟" — رابن ہڈی کر سی پر بیٹھتے ہوئے کہا اور فلیپر بھی سامنے رکھی ہوئی کر سی پر مودبانہ انداز میں بیٹھ گیا۔ اس کا چہرہ ادب کی وجہ سے جھکا ہوا تھا۔

"ماسٹر! — میں نے تمام کام ہموار کر لیا ہے — آخری بات چر بس ایک دوروز میں مکمل ہو جائے گی" — فلیپر نے جواب دیا۔ "گڈ — ویری گڈ! — بس یہ سیکرٹ سروس کارڈ اور میاں میں آگیا تھا جو کہ ٹریگر نے نکال دیا ہے — اب ہم تیزی سے اپنے مشن پر کام کر سکیں گے" — رابن ہڈی نے شراب کی بوتل کو منہ کی طرف لے جاتے ہوئے بڑے تکبرانہ انداز میں کہا۔

اور پھر فلیپر خاموش بیٹھا رہا اور رابن ہڈی مسلسل شراب چڑھا چلا گیا۔ وہ خالی بوتل زور سے فرش پر دے مارتا اور پھر بھری ہوا بوتل اٹھا لیتا۔

تھوڑی دیر بعد ٹریگر دوبارہ اندر داخل ہوا۔

"سب انتظامات مکمل ہیں ماسٹر" — ٹریگر نے اندر داخل ہو کر مودبانہ لہجے میں کہا۔

"گڈ شو! — لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم نے کیا طریقہ کار اختیار کیا؟" — رابن ہڈی نے میز کے پیچھے سے نکل کر دروازے کی طرف بڑھنا

نے کہا۔

فلیپر بھی مودبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا تھا اور پھر رابن ہڈی آگے بڑھ کر فلیپر مودبانہ انداز میں چلتے ہوئے اس کے پیچھے کر کے سے نکل آئے۔

ٹریگر بڑے مودبانہ انداز میں مختصر بات چیت کرتا تھا کہ اس نے ہیڈ کو آرٹ میں موجود مقامی فوجی وردیوں کو استعمال کیا اور اپنے آدمیوں کو مقامی جیوں کے روپ میں تیار کر کے لے گیا۔ ان کا باقاعدہ میک اپ کیا ہوا تھا۔ ایک ممبر نے ساحل سمندر پر چار فوجی گاڑیوں کے موجود ہونے کی اطلاع دی تھی۔ کچھ فوجی ان گاڑیوں میں سوار ہو کر پکنک منانے آئے

رہے تھے۔ چنانچہ ہم وہ گاڑیاں لے آئے۔ ان فوجیوں کو ہلاک کر دیا گیا۔ اس طرح مقامی فوجیوں کے روپ میں ہم نے اس عمارت پر قبضہ کر لیا۔ سڑک ہلاک کر دی گئی۔ پھر میں نے ریڈ لائن گیس کے شیلز پھینکے اور بعد ازاں گیس ماسک چڑھا کر ہم اندر داخل ہو گئے۔ ریڈ لائن گیس نے آنا فانا عمارت میں موجود ہر شخص کو مفلوج کر

یا اتفاق سے ایک کمرے میں سے ہمیں بہت سے آدمی مفلوج ہوتے لے۔ ایک نقاب پوش ملا اور پھر ایک کمرے کا دروازہ توڑا تو فلیپر اور عمران

لاش ملی۔ باقی پوری عمارت خالی تھی۔ چونکہ ہمیں کسی بھی وقت ٹرپس کیا سکتا تھا اس لئے ہم نے عمارت کو تباہ نہیں کیا بلکہ فوری طور پر واپس گئے۔ ویسے بھی اس عمارت میں کوئی ایسی بات نہ تھی کہ اسے تباہ

رہنے سے کوئی فائدہ اٹھایا جاسکتا۔ ساحل سمندر پر ہماری کاریں موجود ہیں۔ وہاں سے ان سب لوگوں کو کاروں میں منتقل کیا گیا فوجی گاڑیوں

کو وہیں چھوڑا گیا۔ اور اس طرح ہم ان سب کو لے کر بغیر کسی تعاقب
اڈے میں پہنچ گئے۔ ” ٹریگر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا
” اوہ! — تم نے واقعی اتہائی ذہانت سے کام لیا ہے۔
روپ میں کوئی تمہیں کسی کارروائی سے نہ روک سکتا تھا۔ گڈشو
راہن ہڈتے سرھلاتے ہوئے کہا۔ اور پھر ایک راہداری میں
ایک دروازے کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ اس کے اندر جا
کے بعد ٹریگر اور فلیپر بھی اندر داخل ہو گئے۔

یہ ایک بڑا سا ہال کمرہ تھا جس میں سیکرٹ سروس کے ممبر
کو کرسیوں پر اسی مفلوج حالت میں بٹھا دیا گیا تھا۔ ان سب کو ایک
میں بٹھایا گیا تھا۔ جب کہ ان کے سامنے ایک کرسی پر ایکسٹو بیٹھا
چونکہ وہ سب مفلوج حالت میں تھے اس لئے انہیں باندھنے
ضرورت ہی نہ سمجھی گئی تھی۔

” اچھا اس ٹیم میں عورت بھی شامل ہے۔ مگر یہ تو غیہ
ہے۔ ” راہن ہڈنے کرسیوں کے آخر میں بیٹھی جولیا کی طرف
دیکھتے ہوئے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

” ماسٹر! — یہ عورت اور اس کے ساتھ والا مرد بھی سیکرٹ
کے ممبران ہیں۔ انہیں ہیڈ کوارٹر کے قریب گھومتے ہو
مشوک حالت میں پکڑ لیا گیا اور پھر زیر و میڈم مشین کے ذریعے ان
سب کچھ اگلا لیا گیا۔ انہوں نے ہیڈ کوارٹر کے اندرونی
کے بارے میں معلومات مہیا کی تھیں اور انہی کی معلومات کی بنا پر
نے اس انداز میں ریڈ کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ ” ٹریگر نے جواب

س کے ساتھ بیٹھے ہوئے کیپٹن شکیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
” تو کیا یہ بھی مفلوج ہیں؟ — ” راہن ہڈنے ہونٹ بھینچتے
ہوئے کہا۔

” لیں ماسٹر! — زیر و میڈم مشین سے گزرنے کے بعد ان کا مفلوج
بلا لازمی تھا۔ ” ٹریگر نے وضاحت کرتے ہوئے کہا اور راہن ہڈنے
ات میں سرھلا دیا۔ شراب کی بوتل ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھی۔
پھر اور ٹریگر اس کے دائیں بائیں کھڑے ہوئے تھے۔

” وہ عمران کی لاش کہاں ہے۔ ” اس عمران کی جس کی
لیفٹیننٹ قباچا خان کرتا ہوا مر گیا۔ ” راہن ہڈنے کہا۔

” وہ کرسیوں کے ساتھ پڑی ہوئی ہے ماسٹر۔ ” اس بار فلیپر
جواب دیا اور راہن ہڈ تیزی سے قدم اٹھاتا کرسیوں کے ساتھ پڑی
نی عمران کی لاش کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

راہن ہڈ چند لمحے کھڑا غور سے عمران کی لاش کو دیکھتا رہا اور
سرھلاتا ہوا پیچھے سٹ آیا۔

” کیا یہ بہت بڑا لڑکا تھا؟ ” راہن ہڈنے ہونٹ بھینچتے
ہوئے کہا۔

” ماسٹر! — واقعی یہ بہت بڑا لڑکا تھا۔ اتنا بڑا کہ میں بتا نہیں
اس شخص قسمتی سے یہ میرے ہاتھوں مر گیا ہے۔ ” فلیپر نے
باندھے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

” فلیپر! — تمہیں یہ جرات کیسے ہوئی کہ تم راہن ہڈ کے سامنے کسی
” اچھا سکو۔ ” راہن ہڈ نے اچانک غصے سے چنیتے ہوئے کہا۔

اس کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے تھے۔

فلیپر نے کوئی جواب نہ دیا اور خاموش سر جھکائے کھڑا رہا۔
ساتھ کھڑے ٹریگر نے اطمینان کا سانس لیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر فلیپر
آگے سے جواب دیا یا معافی مانگی تو برا بن ہڈ کا پارہ اور چڑھ جاتے
"برا بن ہڈ کے سامنے کوئی بڑا نہیں ہے۔ تم اسے لڑا
رہے ہو۔ اگر یہ میرے سامنے ہوتا تو میں اسے حقیر مچھڑکی طرح چڑ
مسل دیتا۔" برا بن ہڈ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"یہ تو ماسٹر جیب ہاتھوں میں ہاتھ پڑتے ہیں تب پتہ چلتا
اونٹ جب تک پہاڑ کے نیچے نہ آتے۔ وہ بھی اپنے آپ کو س
سے بڑا سمجھتا ہے۔" اس بار فلیپر نے سپاٹ لہجے
جواب دیا۔

"اوہ!۔۔۔ تو تم اسے پہاڑ سمجھ رہے ہو۔۔۔ ٹریگر اسے
یہ مٹھیک ہے کہ اس نے ایک کا زامہ سرانجام دیا ہے اور میں آج کل
لئے اسے معافی دے چکا ہوں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں
ہمارا غلام ہو کر ہماری شان میں ہی گستاخی کرے۔" برا بن
نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

"فلیپر!۔۔۔ خاموش رہو۔۔۔ ماسٹر آپ نے نقاب کشائی
تھی۔" ٹریگر نے فلیپر کو سمجھانے کے ساتھ ساتھ بات کا
بدلتے ہوئے کہا۔

"اوہ ہاں!۔۔۔ ہم نے آج سیکرٹ سروس کے ممبروں کے
ان کے پُر اسرار لباس کی نقاب کشائی کرنی ہے۔ مگر یہ تو

طرح بیٹھے ہیں۔۔۔ میں نقاب کشائی کے وقت ان کے چہروں
نے تاثرات دیکھنا چاہتا ہوں۔" برا بن ہڈ نے سامنے کرسیوں
بطور کی صورت میں بیٹھے ہوئے سیکرٹ سروس کے ممبران کی طرف
دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو ماسٹر ان کو ٹھیک کر دیا جائے۔" ٹریگر نے کہا۔

"ہاں!۔۔۔ انہیں کرسیوں سے کلپڈ کر دو اور ان کی حالت ٹھیک
رہے۔" برا بن ہڈ نے کہا اور ٹریگر نے سر ہلاتے ہوئے جب سے
ج رنگ کے محلول کی بوتل نکالی اور پھر اس نے اس کا ڈھکن کھول کر
اس کرسی پر بیٹھے ہوئے تنویر کی ناک سے لگادی۔ ساتھ ہی اس نے
اس کے پیچھے پائے پر بوٹ کی ٹوماری تو کرسی کے بازو میں سے لوجے
بڑے نکل کر دوسرے بازو میں غائب ہو گئے اور اس طرح تنویر
ہے کے راڈوں کی مدد سے کرسی میں جکڑا گیا۔ ادھر شیشی کے ناک
ہے لگتے ہی تنویر کے جسم میں حرکت کے آثار پیدا ہونے لگے تو ٹریگر
نے بڑھ گیا اور پھر اس نے باری باری سب ممبروں کے ساتھ یہی
کیا اور مقوڑی دیر بعد سب ممبران کرسیوں پر جکڑے ہوئے
حالت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اب ان کے چہروں پر بے چینی
آثار نمایاں تھے۔ کیونکہ ان کا پُر اسرار لباس ان کے سامنے ہی
رج ہوا بیٹھا تھا۔ ویسے تو دل سے ہی چاہتے تھے کہ وہ اٹھ اٹھ
بیچھ سکیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ مجرموں کے ہاتھوں یہ
ب کشائی بھی نہیں چاہتے تھے۔

اس ایکٹو کو بھی مٹھیک کر دوں۔" ٹریگر نے کہا۔

”نہیں۔۔۔ یہ ایسے ہی ٹھیک ہے۔ ورنہ یہ اپنا چہرہ بگاڑ
میں اس کی صحیح صورت دیکھنا چاہتا ہوں۔“ رابن ہڈ نے
اور ٹریگر شیشی کا ڈھکن بند کر کے اسے جیب میں ڈالتے ہوئے ایک
طرف ہٹ گیا۔

”سنو سیکرٹ سروس کے ممبروں!۔۔۔ تم نے رابن ہڈ کی طاقت
دیکھی۔۔۔ رابن ہڈ اور فتح ایک ہی لفظ کے دو معنی ہیں۔ تمہارا
سیکرٹ سروس پوری دنیا میں طاقتور سمجھی جاتی ہے اور تمہارا وہ اچھا
علیٰ عمران جواب لاش کی صورت میں تمہارے سامنے پڑا ہے۔۔۔
کے کا زمانوں کی پوری دنیا میں دھوم مچی۔ لیکن تم نے دیکھا کہ جب رابن
نے چاہا تو تمہارا یہ احمق آدمی بھی اپنی گردن تڑوا بیٹھا اور تمہاری پور
ٹیم بے بسی کے عالم میں یہاں پہنچ گئی۔۔۔ اور تمہارا یہ چیف
جسے ساری دنیا پڑا سرار سمجھتی ہے اس وقت کس طرح بے بسی
عالم میں تمہارے سامنے بیٹھا ہے۔۔۔ رابن ہڈ عظیم۔
رابن ہڈ عظیم تر ہے۔۔۔ رابن ہڈ عظیم ترین ہے۔۔۔ رابن
وقت کا بادشاہ ہے۔۔۔ ساری دنیا رابن ہڈ کی غلام ہے۔
تمہارے اس چیف نے دو روز کے اندر رابن ہڈ کو گرفتار کر
کا دعویٰ کیا تھا اور دیکھو ابھی ایک روز بھی پورا نہیں گزرا کہ تم
چیف سمیت حقیر کڑیوں کی طرح ہمارے سامنے موجود ہو۔۔۔
تمہیں اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہے کہ رابن ہڈ کتنی عظیم طاقت کا مالک
ہے۔۔۔ اور اب جب میں تمہارے چیف اور تمہاری مسخ
لاشیں تمہاری حکومت اور عوام کے سامنے پھینکوں گا۔ تب انہیں

طرح اس بات کا اندازہ ہو جائے گا کہ رابن ہڈ سے ٹکرانے والا
موت کو دعوت دیتا ہے۔۔۔ رابن ہڈ نے بڑے جوشیلے
میں پوری تقریر کرتے ہوئے کہا۔

”گڈ۔۔۔ گڈ ماسٹر!۔۔۔ آپ بڑی اچھی تقریر کرتے ہیں۔۔۔
فلیپر نے زور زور سے تالیاں بجاتے ہوئے کہا اور رابن ہڈ
ی سے گھوم کر حیرت بھرے انداز میں فلیپر کو دیکھنے لگا۔ جواب سر
نے خاموش کھڑا تھا۔

”فلیپر!۔۔۔ اس عظیم کامیابی کے موقع پر میں تمہیں آخری بار
فکر کر رہا ہوں۔۔۔ اب اگر تم نے گستاخی کی تو تمہیں مرنا
پڑے گا۔ رابن ہڈ نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔ اور
آخر حیران تھا کہ ماسٹر آخر بار بار فلیپر کو کیوں معاف کر رہا ہے اور پھر
بے خیال آگیا کہ فلیپر کے ذمہ چونکہ آئندہ اقدامات کے طور پر سیاسی
دلوں کو ہموار کرنا ہے اور وہ اس سلسلے میں کافی کام بھی کر چکا ہے۔
لئے ماسٹر جان بوجھ کر اسے چھوڑ رہا ہے۔

”ماسٹر!۔۔۔ میں تو تعریف کر رہا تھا۔۔۔ فلیپر نے دبے
ہے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر اس سے پہلے کہ رابن ہڈ
کی جواب دیتا، اچانک کمرے کے ایک کونے میں پڑے ہوئے ٹیلیفون
لھٹتی کرخت آواز سے گونج اٹھی۔

”دیکھو ٹریگر یہ کون اس وقت ٹپک پڑا ہے۔۔۔ اور اسے
ت کی سزا سنا دو۔“ رابن ہڈ نے اس مداخلت بے جا پر
نے سے چیختے ہوئے کہا۔ اور ٹریگر نے تیزی سے آگے بڑھ کر

ٹیلیفون کا ریسور اٹھا لیا۔

"یس۔ ٹریگر بول رہا ہوں۔" ٹریگر نے کرجت آواز میں دیتے ہوئے کہا۔

"کیا۔ کیا کہہ رہے ہو فوج نے گھرے میں لے لیا ہے۔ کیا تم نشے میں ہو؟" ٹریگر نے حیرت سے پتختے ہوئے کہا کہ اس نے ریسور زور سے کرڈل پر پھینک دیا۔

"فوج۔ کیسی فوج؟" رابن ہڈ نے چونکتے ہوئے کہا "بکواس کر رہا تھا مارٹر!۔ کہہ رہا تھا کہ ہیڈ کو مارٹر کو فوج

اچانک گھرے میں لے لیا ہے۔" ٹریگر نے جواب دیا "ہو نہر احمق۔ وہ ویسے ہی پہاڑیوں میں راؤنڈ لگا رہے

ہوں گے۔ بیچارے ڈھونڈتے پھر رہے ہیں رابن ہڈ کو نادان۔ احمق۔" رابن ہڈ نے بڑے حقارت آمیز

میں کہا "تو دیکھو!۔ اب میں تمہارے چیٹ ایکسٹو کی نقاب کشائی ہوں۔ دیکھو غور سے دیکھو اپنے ایکسٹو کو۔ جو بڑا پڑ

بنا ہوا تھا۔" رابن ہڈ نے بڑے فاخرانہ انداز میں کرسی سے بیٹھے ہوئے ایکسٹو کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔

"مارٹر!۔ اچانک فلیپر بول پڑا۔ کیا بات ہے؟" رابن ہڈ نے منکر کرکدار لہجے میں

"مارٹر!۔ یہ آپ کی توہین ہے کہ آپ ایک عام سی سیکرٹ کے عام سے آدمی کی نقاب کشائی خود اپنے مقدس ہاتھوں سے

اور میں یہ توہین برداشت نہیں کر سکتا۔" فلیپر نے جواب دیا۔

"اوہ!۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" واقعی یہ ہماری توہین ہے۔ یہ ہمارے سامنے کیا حیثیت رکھتا ہے؟" رابن ہڈ نے پیچھے ہٹتے ہوئے

کہا۔ "ٹریگر!۔ یہ کام تم سرانجام دو۔" پیچھے ہٹتے ہوئے رابن ہڈ نے

کہا اور پھر اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا۔ ٹریگر تیزی سے ایکسٹو کی طرف بڑھا۔ سیکرٹ سروس کے تمام ممبروں کی اشتیاق آمیز نظریں ایکسٹو پر جمی ہوئی

تھیں۔ ان کے دل اتنی تیزی سے دھڑک رہے تھے جیسے ابھی سینہ توڑ کہ باہر آجائیں گے۔ کنپیٹوں میں دھماکے ہو رہے تھے۔ آج وہ پردہ

اٹھنے والا تھا جس کی خواہش میں وہ آج تک صرف بے بسی سے سر ہلا کر رہ جاتے تھے۔

دوسرے لمحے ٹریگر نے آگے بڑھ کر ایک جھٹکے سے ایکسٹو کے چہرے سے نقاب کھینچ لیا اور ممبروں کے دل اچھل کر ان کے حلق میں آ گئے۔

"ارے ٹائیگر!۔ ٹائیگر ایکسٹو ہے۔" تمام ممبروں نے حیرت سے چنچیں مارتے ہوئے کہا۔ کرسی پر ٹائیگر عمران کا ساتھی بڑے اطمینان سے بیٹھا پلکیں جھپکار رہا تھا۔

"دیکھو یہ ہے تمہارا ایکسٹو۔ اچھی طرح دیکھ لو۔" رابن ہڈ نے زوردار قہقہہ مارتے ہوئے کہا۔

مگنا بھی اس کے قہقہے کی گونج بھی ختم نہ ہوئی تھی کہ دروازے سے باہر دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی۔ اور دوسرے لمحے دروازہ

ایک دھماکے سے کھلا اور پھر ایکسٹو نقاب چڑھاتے ہاتھ میں مشین گن

لے اندر آگیا۔

”خبردار! — اگر کسی نے حرکت کی — ایکسٹو کی مخصوص آواز کمزور میں گونجی۔ اسی لمحے ٹریگر نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈالنا چاہا مگر کڑ پر بظاہر مفلوج بیٹھا ہوا ٹائیگر بجلی کی سی تیزی سے اچھلا اور دوسرے۔ وہ ٹریگر کو دھکیلتا ہوا دیوار سے جاکر آیا۔ ٹریگر دیوار سے ٹکراتے ہی بڑی طرح تڑپا اور ٹائیگر اچھل کر پیچھے ہٹا۔ مگر پھر اس سے پہلے کہ وہ حرکت کرتا۔ ایکسٹو کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن نے قہقہہ لگایا اور ٹریگر گولیوں کی بوجھاڑ میں موت کا ناپچا ہوا فرش پر گر پڑا۔ اس کے جوتوں میں گولیوں کے سینکڑوں سوراخ ہو چکے تھے۔

راہن ہڈ حیرت سے آنکھیں پھاڑے کسی بہت کی طرح کھڑا تھا۔ شا جو کچھ ہوا تھا اور جو کچھ ہو رہا تھا وہ اس کی کھوپڑی میں کسی طرح بھی فرو نہ ہو رہا تھا۔ اس نے تو ایکسٹو کی نقاب کشائی کی تھی اور ایکسٹو ہاتھ میں مشین گن لئے یوں اندر آگیا تھا جیسے یہ اسی کا ہیڈ کوارٹر ہو۔

اور پھر جیسے ہی راہن ہڈ مڑا اُسے بھی ہوش آگیا۔ اس نے اچانک اپنی جگہ سے چھلانگ لگائی۔ وہ شاید دیوار کے پیچھے موجود دروازے پر گھسنا چاہتا تھا۔ مگر ساتھ کھڑے فلیپر نے تیزی سے ٹانگ آگے کر دی اور راہن ہڈ چغیا ہوا منہ کے بل فرش پر جاگرا۔

”ارے ارے مجھ سے تو ہاتھ ملاتے جاؤ — آخر میں تمہارا غلام ہوں چاہے وقتی ہی بھی“ — فلیپر نے کہا اور اس بار ایکسٹو کے ساتھ ساتھ سارے ممبران بھی بڑی طرح چونک پڑے۔ کیونکہ یہ آواز عمران کی تھی۔ اس عمران کی جو ان کی کرسیوں کے ساتھ گردن تڑپا۔

ہوا تھا۔

نیچے گرتے ہی راہن ہڈ تیزی سے اچھلا اور پھر اس نے انتہائی رتی سے عمران کے پہلو میں لات مارنی چاہی۔ مگر عمران کو اس کی ت جھو جاتی تو وہ عمران کہاں رہ جاتا، فلیپر نے بن جاتا۔ عمران نے نہ صرف بڑی سے پہلو بچایا بلکہ دوسرے لمحے وہ تیزی سے راہن ہڈ پر جھپٹا۔ پھر ممبران کی آنکھیں حیرت سے پھلتی چلی گئیں جب عمران نے سنجیم نسیم اور دیو ہیکل راہن ہڈ کو یوں دونوں ہاتھوں سے سر سے پر اٹھالیا جیسے راہن ہڈ کی بجائے اس کے ہاتھوں میں کوئی کپڑے لٹایا ہو۔

”عظیم لڑاکے صاحب! — میں نے کہا نہیں تھا کہ جب ہاتھوں میں ہاتھ پڑتے ہیں تب پتہ چلتا ہے“ — عمران نے مضحکہ اڑانے لے لہجے میں کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھوں میں تڑپتے رتے عظیم راہن ہڈ کو پوری قوت سے سر کے بل فرش پر دے مارا۔ راہن ہڈ کے حلق سے زوردار چیخ نکلی۔ مگر عمران نے اُسے چھوڑا نہیں۔ نہ نیچے گرتے ہوئے اس کی دونوں ٹانگیں پکڑیں اور پھر دوسرے لمحے راہن ہڈ اس کے ہاتھوں میں لٹو کی طرح گردش کرنے لگا۔ اچھی طرح گردش دینے کے بعد عمران نے اچانک چھوڑ دیا اور راہن ہڈ چغیا۔ ایک دیوار سے زوردار دھماکے سے جاکر آیا۔ دیوار سے ٹکرا کر وہ بچے گرتے ہی انتہائی پھرتی سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ واقعی وہ زبردست رت برداشت کا مالک تھا۔

”ہٹ جاؤ عمران“ — اچانک ایکسٹو نے غراتے ہوئے کہا۔

”نہیں! — یہ پوری قوم کا مجرم ہے — اس نے میرے ملک کے لاکھوں بے گناہوں کا خون کیا ہے — میں اسے اتنی آسانی سے مرنے کی اجازت نہیں دے سکتا“ — عمران نے بھی غراتے ہوئے جواب دیا۔ اس کے ہلچے میں اتنی زندگی تھی کہ کمرے میں موجود ہر شخص کے جسم میں سردی کی لہر دوڑتی چلی گئی۔

راہن ہڈاٹھتے ہی تیزی سے سیدھا ہوا۔ اس کی آنکھیں سُرُخ ہو گئیں۔ اس نے سامنے کھڑے ہوئے عمران کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالا دیں۔ مگر دوسرے لمحے اس نے ایک جھٹکے سے منہ پھیر لیا۔ یوں لگتا تھا جیسے اُسے کسی نے بھرپور تھپڑ مار دیا ہو۔

”تھارا ہینا ٹرم مجھ پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ راہن ہڈا! — اسی تو میں نے فلیپر کے روپ میں تم سے آنکھیں نہیں ملائی تھیں۔ ورنہ ایک لمحے میں سمجھ جاتے کہ میں اصلی فلیپر نہیں ہوں“ — عمران غراتے ہوئے کہا۔

راہن ہڈا نے جھٹکا کھاتے ہی تیزی سے جیب میں ہاتھ ڈالا، اس کے ہاتھ باہر نکالنے سے پہلے ہی عمران اس پر چھلانگ لگا چکا تھا۔ راہن ہڈا تیزی سے ایک طرف ہٹا مگر عمران نے اس بار ایک نیا داؤ کھیلاد۔ وہ سیدھا دیوار کی طرف بڑھا۔ اس نے پھرتی سے دونوں ہاتھ دیوار سے لگاتے اور اس کی دونوں ٹانگیں قوس کی صورت بنا گھومتی ہوئی ایک طرف ہٹتے ہوئے راہن ہڈا کے پیٹ پر پڑیں اور راہن ہڈا چیخ مارتے ہوئے ذرا نیچے کو جھکا۔ مگر اس نے بھی انتہا پھرتی سے عمران کو کمر سے پکڑ لیا۔ مگر عمران تو بجلی بنا ہوا تھا جیسے

ہڈا نے عمران کو پکڑا۔ عمران پارے کی طرح تڑپا اور دوسرے اس کی ایک انگلی کسی خنجر کی طرح راہن ہڈا کی ایک آنکھ میں گھسی گئی۔ اور راہن ہڈا نے اتنی زوردار چیخ ماری کہ پورا ہال لرز اٹھا۔ چیخ تے ہی اس نے عمران کو خود ہی چھوڑ دیا۔ اس کی آنکھ سے خون اور ہکا ملغوبہ سا بہہ نکلا تھا۔ اور اس کی آنکھ میں گرہا پڑ گیا تھا۔

”انہی آنکھوں سے تم نے ساروں کو اپنا غلام بنا رکھا تھا — میں ہی آنکھوں کو اس قابل ہی نہیں چھوڑونگا کہ آئندہ کسی کو غلام بنا دیں“ — عمران نے غصے سے دھاڑتے ہوئے کہا۔

راہن ہڈا نے دونوں ہاتھ اپنی ضلع شدہ آنکھ پر رکھے ہوئے تھے۔ وہ درد کی شدت سے بُری طرح چلا رہا تھا۔ اس کی ساری طاقت ختم چکی تھی۔

دوسرے لمحے عمران نے ایک بار پھر اس پر چھلانگ لگائی اور اس کی نون ٹانگیں پوری قوت سے راہن ہڈا کے سینے پر پڑیں اور وہ ایک لمحے سے پھلی دیوار سے جا ٹکرایا۔ عمران قلابازی کھا کر اٹھا اور پھر اس ٹانگیں نیچے گرے ہوئے راہن ہڈا کی گردن کے گرد قیدبندی بنتی چلی گئیں۔ دوسرے لمحے عمران نے اپنے جسم کو پوری قوت سے گردش دی۔ اس نے دونوں بازو زمین پر ٹکے ہوئے تھے۔ اور جسم گردش کر رہا تھا۔ عمران نے جسم میں نبھانے اللہ تعالیٰ نے کتنی طاقت بھری تھی کہ چکر کھاتے ہی دیو ہیکل راہن ہڈا بھی اس کے جسم کی طرح گردش کھاتا چلا گیا اور اس جسم اس کرسی سے جا ٹکرایا جس پر چند لمحے پہلے ٹائیگر بطور ایکسٹو بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ہی عمران نے قلابازی کھائی اور پھر راہن ہڈا کے

حلق سے ایک اور چنچ نکلی اور اس کی گردن عمران کی ٹانگوں سے
ساتھ ہی مڑتی چلی گئی۔

دوسرے لمحے عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اور رابن ہڈ فرس پر
ہوا بڑی طرح اچھل رہا تھا۔

”اب یہ کبھی سراٹھا کر نہ چل سکے گا“ — عمران نے سنجیدہ
میں کہا اور پھر پیچھے ہٹتا چلا گیا۔

اتنی دیر میں ٹائیگر نے سیکرٹ سروس کے ممبران کی کرسیوں کے
کو ٹھوکریں مار کر انہیں آزاد کر چکا تھا۔

عمران جیسے ہی پیچھے ہٹا۔ اس نے کمرے میں مسلح افواج کے
افروں کو بھی حیرت زدہ انداز میں کھڑے دیکھا۔

”اب آپ اس کے احمقوں میں ہتھکڑیاں ڈال سکتے ہیں —
نے اسے زندہ صرف اس لئے چھوڑ دیا ہے تاکہ اس بد بخت کو جو
کے دعوے کرتا پھر رہا تھا، غوام کے سامنے پیش کیا جاسکے“ —
نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

رابن ہڈ اب اٹھ کر کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا مگر اب
کاسر آگے کو جھکا ہوا تھا۔ وہ کراتے ہوئے بار بار جھٹکے دے کر سر کو اوڑھ
کرنا چاہتا تھا۔ لیکن نجائے عمران نے گردن کے مہروں کو کس طرح گھما
تھا کہ سر کسی صورت بھی اونچا نہ ہو رہا تھا۔ اور اس کی ٹھوڑی سینے —
لگی ہوئی تھی۔

”اچھا خباب اب — اب ہمیں اجازت دیجئے اور اپنا کاروبار سنبھال
میں نے ابھی جا کر وہ نسخہ بھی ٹائیگر سے پوچھنا ہے جس کی مدد سے وہ

اتنی دیر اکیٹو بن رہا — چلو کبھی ہمارے بھی کام آجائے گا — اور
کچھ نہیں تو میں جولیانا فرس وائر تو رعب میں آ رہی جلتے گی“ — عمران
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”باس دیکھتے“ — جولیانا نے گھبرا کر اکیٹو سے شکایت
کرنے والے لہجے میں کہا۔ مگر اتنی دیر میں عمران، ٹائیگر کا ہاتھ پکڑے
دروازہ کراس کر چکا تھا۔



والٹس منزل کا میٹنگ ہال ایک بار پھر سیکرٹ سروس
کے ممبران سے بھرا ہوا تھا۔ عمران اپنے مخصوص ٹیگنی کمرے میں کرسی
پر اکڑوں بیٹھا دھوپ میں بیٹھاتے ہوئے اُن کی طرح آنکھیں جھپکا
رہا تھا۔

”عمران صاحب! — آپ نے رابن ہڈ کو بڑی خوفناک سزا
دی“ — صدر نے مسکراتے ہوئے عمران سے کہا۔

”توبہ توبہ! — عمران تو اس وقت آدمی ہی نہیں لگ رہا
تھا — مجھے تو خوف سے پھریریاں آ رہی تھیں“ — جولیانا نے

آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔
 "کیا آرہی تھیں؟" — عمران نے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔
 "پھریریاں" — کیپٹن شکیل نے مسکراتے ہوئے بولیا کی۔
 جواب دیا۔
 "اوہ پھریریاں — اچھا اچھا پھریریاں — میں سمجھاؤ
 لوریاں" — عمران نے برا سامنے بنا تے ہوئے کہا۔
 "لوریاں! — وہ کیا ہوتی ہیں؟" — صفد نے ہنستے
 ہوئے پوچھا۔

"ارے تم لوریاں نہیں جانتے — بھئی کیسے زائد خشک قہ
 کے آدمی ہو — محبت کو انگریزی میں تو کہتے ہیں اور جب کہ
 سے کو ہو جاتے تو پھر لوریاں ہی آسکتی ہیں — اور یہ تو مجھے
 معلوم ہے کہ بولیا کو یقیناً لوریاں آرہی ہونگیں۔ مگر تو میرے ڈر۔
 یہ پھریریاں کہہ رہی ہے — سمجھا کر و نادان زمانے والے۔
 عمران نے باقاعدہ ہاتھ نیچا نیچا کر جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور آخر
 الفاظ تو اس نے باقاعدہ لہک کر ادا کئے۔
 "شٹ آپ! — ذرا سی بات کرو تو سر ہی چڑھ جاتے ہو۔"

جولیا نے آنکھیں نکالتے ہوئے کہا۔
 "لو بھئی اب لوریاں سر تک پہنچ چکی ہیں — ابھی آنکھ
 کے راستے باہر نکلیں گی — اور پھر ہم سب مل کر گنڈیریا
 چوسیں گے۔ کیونکہ ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ گنڈیریاں چوسنے والو
 کو ٹوٹھ پیٹ استعمال نہیں کرنا پڑتا — اور یا صفد! — آج

ٹوٹھ پیٹ ایسے ہیں کہ ٹوٹھ پیٹ بنے ہوئے ہیں — جیسے
 برش لگایا اور ٹوٹھ پیٹ میں — عمران کی زبان میرٹھ
 قینچی کی طرح چل نکلی اور قہقہوں سے کمرہ گونج اٹھا۔
 مگر اس سے پہلے کہ کوئی اس کی بات کا جواب دیتا، اچانک
 بے میں سیٹی کی آواز گونجی اور جولیا نے تیزی سے ہاتھ بڑھا کر
 نسیم ماتیہ کا ہٹن آن کر دیا۔
 "ہیلو! — کیا سب ممبرز آچکے ہیں؟" — ایکٹو نے اپنے
 مخصوص لمبے میں کہا۔

"لیس باکس! — سب موجود ہیں" — جولیا نے جواب
 دیتے ہوئے کہا۔
 "تو جناب! — کیا مجھے بھی ممبر بنالیا گیا ہے — واہ۔ واہ۔
 کم از کم تنخواہ تو ملا کرے گی — فیلٹ رینٹ اور پٹرول کا خرچہ
 — عمران نے چمکتے ہوئے کہا۔
 "خاموش بیٹھو — فضول باب بک کرنے کی ضرورت نہیں
 ہے — اچانک ایکٹو نے اسے بڑی طرح ڈانٹتے ہوئے کہا
 عمران یوں سہم کر اکٹھا ہو گیا جیسے دوسرے لمحے اس کی رُوح پرواز
 کرنے والی ہو۔

سارے ممبرز ایکٹو کی جھاڑ کے سامنے عمران جیسے شخص کو
 ہوا دیکھ کر بے اختیار مسکرا پڑے۔
 "سنو! — میں نے تم لوگوں کو یہاں اس لئے اکٹھا کیا ہے کہ
 میں میں کچھ ایسی باتیں ہوتی ہیں جو وضاحت طلب ہیں اور جن کے

متعلق تم سب کے ذہنوں میں چند سوالات موجود ہوں گے۔
ایکٹو نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

جناب! — چند سوالات نہیں بلکہ سوالات کا پورا پرچہ ہے
تین گھنٹے کے وقت والا۔ — عمران ایک بار پھر بول پڑا۔

میں ان سوالات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ — تم سب کا
معلوم ہے کہ دارالحکومت کی اونچی اونچی بلڈنگیں اچانک راکھ کا ڈھیر
بنا شروع ہو گئیں۔ — ہزاروں بے گناہ افراد مارے جانے لگے
شہر میں قیامت برپا ہو گئی۔ چنانچہ میں نے یہ کیس اپنے ہاتھوں
میں لیا اور ہم نے اپنے طور پر انتظامات کئے۔ مگر صرف آ
پتہ چلتا کہ آسمان پر جگنو سا کئی بار چمکتا اور پھر شہر کی کوئی نہ کوئی بڑا
عمارت بلے کا ڈھیر بن جاتی۔ — مجرموں کا کوئی سراغ نہ
رہا تھا۔ — ابھی تحقیقات جاری تھیں کہ مجرم نے جو رابن ہڈ
ایک پوسٹر شہر میں بکھیر دیا۔ — اس پوسٹر میں عوام کو حکومت
خلاف بغاوت پر اکسایا گیا تھا اور دو دن کا وقفہ دیا گیا تھا۔ اس
صدر مملکت نے ایک ہنگامی میٹنگ بلائی۔ — چونکہ حالات
بے حد نازک تھے اس لئے میں نے صدر مملکت کو یقین دلایا کہ یہ
انہی دو روز کے وقفے میں مجرم کو پکڑ لوں گا۔ — اس اعلان کے
بعد ہم نے سرگرمیاں تیز کر دیں۔ میرا اس اعلان یا چیلنج کا خاص مقصد
تھا۔ — مجھے معلوم تھا کہ ایسے مجرم ایسی میٹنگوں سے پوری طرح با
رہتے ہیں۔ چنانچہ مجھے علم تھا کہ میرا یہ چیلنج مجرم تک پہنچ جائے
اور چونکہ مجرم اپنی عظمت کے احساس برتری کا شکار تھا۔ اس لئے ان

نسیات کے عین مطابق وہ میری طرف متوجہ ہو جائے گا اور اس
طرح اس کا کلیو ملنا آسان ہو جائے گا۔ — اور پھر وہی ہوا۔ مجھے
وہ فوری طور پر ٹرین نہ کر سکے۔ البتہ عمران کا اہنہیں پتہ چل گیا اور
وہ عمران پر چڑھ دوڑے۔ — عمران کو اغوا کر لیا گیا۔ عمران کو میں نے
پہلے ہی آگاہ کر دیا تھا چنانچہ عمران نے اپنے ساتھی ٹائیگر کو اپنی نگرانی
لگا دیا۔ — میں نے سیکرٹ سروس کو اس نگرانی کے لئے
استعمال نہ کیا کہ اس طرح مجرم سیکرٹ سروس کے ممبران سے بھی آشنا
ہو جاتے۔ — بہر حال عمران کو اس کے دو ساتھیوں جو زف اور
رانا سمیت اغوا کیا گیا۔ — ٹائیگر نے ان کا تعاقب کیا۔ مگر وہ ڈاج
لگا گیا اور مجرموں نے راستے میں گاڑی تبدیل کر دی۔ — ٹائیگر خالی
گاڑی کا تعاقب کرتا ہوا اس کے ڈرائیور کا پر سے ٹکرا یا۔ اس نے
پر سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن کا پر نے نہ ہرلا
بول چبا کہ خود کشی کر لی۔ — ٹائیگر کو کا پر کی جیب سے ایک کارڈ
جس کی مدد سے وہ ہوٹل ایف میں مقیم رابن ہڈ کے ایک
ساتھی فلیپر سے جا ٹکرایا۔ ٹائیگر نے فلیپر کے منہ سے پہلے ہی
بول نکال لیا تھا۔ پھر اس نے فلیپر کو نہ ہرلی سوئی مار کر مفلوج کر دیا
جو لیا اور کیپٹن شکیل جو نی کلب گئے اور وہاں وہ اتفاق سے
ن ہڈ کے آدمی رابرٹ سے ٹکرا گئے۔ — جو لیا نے رابرٹ
بال ڈالا اور رابرٹ اُسے لے کر فلیپر کے پاس آ گیا۔ — یہاں
ٹ نے ٹائیگر کو نہ ہوش کر دیا اور پھر فلیپر کو ٹھیک کر کے اور جو لیا
س کے حوالے کر کے وہ خود ٹائیگر کو لے کر اپنے ہیڈ کوارٹر کی

طرف لے چلا۔ راستے میں ٹائیگر کو ہوش آگیا اور اس نے رابرٹ ہلاک کر دیا۔۔۔۔۔ اور جو لیا نے فلیپر کو ایک بار پھر ہوش کر کیٹن شکیل رابرٹ کے تعاقب میں چلا گیا جب کہ جولیا فلیپر کو وانش منزل پہنچ گئی اور پھر اس کے بعد وہ بھی کیٹن شکیل پاس پہنچ گئی۔۔۔۔۔ اسی دوران میں نے تم سب کو یہ اکٹھا کیا تاکہ تمہیں مزید ہدایات دے سکوں۔۔۔۔۔ عمران کو میں بلا کر اسے فلیپر سے پوچھ گچھ کے لئے گیٹ روم میں بھیجا دیا۔۔۔۔۔ میں خود کسی صورت اس کے سامنے نہ آ سکتا تھا۔ عمران نے تمام معلومات حاصل کر کے اُسے ختم کر دیا اور خود اس کا میکہ کر لیا۔۔۔۔۔ اس کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ فلیپر کے روپ میں ہیڈ میں داخل ہوگا اور اس طرح مجرموں کے خلاف کام کیا جاسکے مجرموں نے بھی سائنسی طریقے سے وانش منزل کا سراغ لگا کیونکہ عمران، جوزف اور جوانا سمیت رابن ہڈ کے نائب قباہ کے ہتھے چڑھ گیا تھا۔۔۔۔۔ قباہ خان نے عمران پر تشدد چاہا مگر عمران نے پانسہ بدل دیا اور وہ قباہ خان کے ساتھ ہلاک کر کے قباہ خان سمیت اس کی کار لے اڑا۔۔۔۔۔ رابن ہڈ نے قباہ خان کی نگرانی میں اپنے خاص آدمی لگا دیئے۔ وہ واپسی میں عمران سے ٹکرا گئے۔۔۔۔۔ عمران سب کو ختم کر دیا اور اس دوران قباہ خان جو عمران کے ہاتھ شدید زخمی ہو چکا تھا، مر گیا اور عمران وہی کار لے کر واپس آ گیا۔ اس کار میں ایسا سسٹم نصب تھا کہ اس سے لوکیشن ٹرا

جاسکتی تھی۔۔۔۔۔ چنانچہ رابن ہڈ نے اسی کار کی وجہ سے وانش منزل کو ٹریس کر لیا۔ اس وقت عمران فلیپر کا خاتمہ کر کے اس کا روپ دھار چکا تھا اور اس نے فلیپر پر اپنا میک اپ کر دیا تھا۔۔۔۔۔ مجھے مجرموں کے دھادے کی بروقت اطلاع مل گئی۔ میں یہ چاہتا تھا کہ مجرم یہاں سے کامیاب لوٹیں تاکہ سیکرٹ سروس ان کے ہیڈ کوارٹر کے اندر پہنچ جائے اور اس طرح اپنے دعوے کے مطابق میں رابن ہڈ کا وقت کے اندر قلع قمع کر سکوں۔۔۔۔۔ چنانچہ میں نے ٹائیگر کو فوری طور پر وانش منزل بلایا۔ جوانا، جوزف میرے روپ میں نہ آ سکتے تھے اور وہ ویسے بھی مجرموں کی نظر میں تھے۔ سلیمان کو میں نے پہلے ایسے موقعوں پر ریڈ کیا ہوا تھا مگر اتفاق سے وہ اپنے گاؤں گیا ہوا تھا۔ اس لئے میں نے فوری طور پر ٹائیگر کو وانش منزل بلایا اور اُسے نقاب پہنا کر آپریشن روم میں بیٹھا دیا۔ چنانچہ جب مجرموں نے فوجی وردیاں پہن کر وانش منزل پر ریڈ کیا تو انہوں نے ریڈ لائن کیس استعمال کی جس سے فوری طور پر وانش منزل میں موجود ہر ذی رُوح مفلوج ہو گیا۔ اور وہ اپنی دانست میں سیکرٹ سروس کے نمبران اور ایجنٹوں کو لے اڑے۔ عمران چونکہ فلیپر کے روپ میں آچکا تھا اس لئے وہ فلیپر کے روپ میں ان کے ساتھ چلا گیا۔ فلیپر کو جسے عمران کا میک اپ کیا گیا تھا وہ اپنے ساتھ رابن ہڈ کو دکھانے لے گئے۔ میں نے اس قافلے کا تعاقب کیا اور پھر میں انہی کی گاڑی میں چھپ کر ہیڈ کوارٹر کے اندر پہنچ گیا۔ جہاں میں نے ساگو وائرلس کے ذریعے جسے چیک نہیں کیا جاسکتا،

فوج کو طلب کر لیا۔۔۔۔۔ ادھر ٹائیگر بھی مفلوج ہو چکا تھا۔ چونکہ میں جانتا تھا کہ رابن ہڈ ایکسٹو کو فوری طور پر ہلاک کر دے گا۔ اس لئے میں نے ان کے ایک کمرے سے گیس کا اثر ختم کرنے والا محلول اڑا لیا اور ٹائیگر کو انہوں نے ایک علیحدہ کمرے میں رکھا ہوا تھا وہاں جا کر میں نے ٹائیگر کو وہ محلول سونگھا کر درست کر دیا۔ البتہ اُسے ہدایت کی کہ وہ اسی طرح مفلوج رہنے کی اداکاری کرتا رہے تاکہ فوج کے آنے تک مجرموں کو شک نہ ہو سکے۔

فوج کے پہنچنے پر میں نے ہڈ کو ارڈر کا خفیہ گیٹ کھول دیا اور پھر فوج کے تربیت یافتہ جوانوں نے انتہائی پھرتی سے اڈے اور اس کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانوں پر قبضہ کر لیا۔ رابن ہڈ کے سامنے مارے گئے۔۔۔۔۔ جب ہڈ کو ارڈر پر قبضہ ہو گیا میں انہیں لئے ہوئے اس ہال میں پہنچا۔ جہاں رابن ہڈ اپنے طور پر ایکسٹو کی نقاب کشائی سے مخطوط ہو رہا تھا اور آپ لوگ ٹائیگر کو ایکسٹو کے رُوپ میں دیکھ کر آنکھیں پھاڑے بیٹھے تھے اس کے بعد جو ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔۔۔۔۔ ایکسٹو نے پوری تفصیل سے واقعات بتاتے ہوئے کہا۔ اور سارے مجرم بت بنے یہ سب کچھ سن رہے تھے۔

”کوئی سوال؟“ ایکسٹو نے چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پوچھا۔

”باس!۔۔۔۔۔ رابن ہڈ کا مشن کیا تھا؟“ صفدر نے پوچھا۔
”اچھا سوال ہے۔۔۔۔۔ رابن ہڈ ایک انتہائی منظم اور خوفناک

بین الاقوامی تنظیم ہے۔۔۔۔۔ اس کے ہڈ کو ارڈر سے جو کاغذات ملے ہیں اور بذات خود رابن ہڈ سے جو معلومات حاصل ہوتی ہیں ان کے مطابق رابن ہڈ نے صحرائے اعظم میں ایک عظیم انتہائی خفیہ سائنسی لیبارٹری بنائی ہوئی تھی جس کے ذریعے وہ خلائی سیاروں سے بھیجی جانے والی معلومات چوری کرتا تھا۔۔۔۔۔ اسی دوران خلائی سیاروں نے پاکیشیا کے شمالی علاقوں میں ایک ایسی دھات کی کان تلاش کر لی جس کی مدد سے دنیا کا خوفناک ترین ہتھیار تیار کیا جاسکتا تھا۔۔۔۔۔ ایسا ہتھیار کہ جس کے بعد وہ پوری دنیا کا بلا شکت غیرے حاکم بن سکتا تھا۔۔۔۔۔ چنانچہ رابن ہڈ نے یہ منصوبہ بنایا کہ یہاں دہشت پھیلا کر عوام کو حکومت کے خلاف بغاوت پر اکسایا جائے اور پھر حکومت کا تختہ الٹ کر وہ اپوزیشن میں موجود اپنے چند خاص خریدے ہوئے لوگوں کو حکومت دے دیتا اور ان سے معاوضہ کے طور پر وہ علاقہ لے لیتا جہاں وہ کان موجود ہے اور کان سے نکلنے والی اس نایاب ترین دھات کا ذخیرہ آسانی سے اور خفیہ طریقے سے صحرائے اعظم میں موجود اپنی لیبارٹری میں منتقل کر کے وہاں وہ خوفناک ہتھیار تیار کر لیتا۔ اور پھر بڑے مجرم کی طرح پوری دنیا پر حکومت کرنے کا خواب پورا کرتا۔۔۔۔۔ ایکسٹو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اور کوئی سوال؟“ چند لمحوں بعد ایکسٹو نے دوبارہ پوچھا۔

”جناب!۔۔۔۔۔ وہ عمارتیں کیسے تباہ کر دیا تھا؟“ اس بار

نعمانی نے پوچھا۔
 "اس نے ایسی گیس تیار کی ہوئی تھی جسے وہ آسمان پر بھیج دیتا۔ اور پھر اسے اکٹھا کر کے ایک عمارت پر پھینکتا تو وہ گئی کسی خوفناک بم جیسا کام کرتی اور عمارت تباہ ہو جاتی تھی۔" ایک نے جواب دیا۔
 اب ممبر خاموش ہو گئے تھے۔

"اور کوئی سوال"۔۔۔ ایکسٹون نے ایک بار پھر پوچھا۔
 "جناب!۔۔۔ سوال تو نہیں ہے البتہ جواب ہے کہ کاش میں اس وقت فلیپر بنتا۔۔۔ جب رابرٹ جولیا کو اس کے حوالے کر چلا گیا تھا۔۔۔" عمران نے حسرت بھرے لہجے میں کہا۔
 "تو پھر تمہارا بھی وہی حشر ہوتا جو جولیا نے فلیپر کا کیا تھا۔ آنت اپنی ہڈیوں کا بیمہ کرنے کے بعد ایسی خواہش کرنے کی جرات کرنا۔۔۔ ایکسٹون نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسپیر کی لائٹ آف ہو گئی۔

"تم اپنی حرکتوں سے باز نہیں آؤ گے"۔۔۔ جولیا نے غصے سے پھرے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تو پھر کیا خیال ہے کراؤں بیمہ"۔۔۔ عمران نے بڑے معصوم لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے وہ اچھل کر دروازے سے باہر جا کھڑا ہوا۔ کیونکہ جولیا کی جوتی بندوق کی گولی کی طرح اس پر لپکتی تھی۔ اور میٹنگ ہال میں ممبروں کے دبے دبے قہقہے گونجنے۔ عمران میٹنگ ہال سے نکل کر تیزی سے آپریشن روم میں داخل

ہوا۔ تاکہ ممبروں کے نکلنے سے پہلے اندر داخل ہو سکے۔ اور ممبر یہی سمجھیں کہ وہ جولیا کے خوف سے فرار ہو گیا ہے۔
 "بھئی بہت خوب!۔۔۔ مان گئے۔ بیچارے ٹائیگر کی تمام کارکردگی پر خوب پانی پھر رہے۔۔۔ بے چارہ تھا جو عمران کا ساتھی۔ عمران نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"عمران صاحب!۔۔۔ ظاہر ہے ایکسٹون کو تو ڈاؤن نہیں کیا جا سکتا۔۔۔ ورنہ حقیقت تو یہی ہے کہ اس بار ٹائیگر ہمت نہ کرتا تو ہم سب بڑی مشکل میں پھنس گئے تھے۔۔۔ میری نقاب کشائی تو بہر حال ہو ہی جانی تھی۔۔۔ یہ تو اتفاق سے ٹائیگر اس کمرے میں آ گیا جہاں میں مفلوج پڑا ہوا تھا اور اس نے مجھے محلول سونگھا کہ ٹھیک کیا اور پھر میں نے فوری طور پر اپنی جیب سے ریزرو رکھا ہوا نقاب اس کے چہرے پر چڑھایا اور اسے ہدایات دے کر باہر نکلا اور پھر فوج کو بلا کر ہیڈ کوارٹر پر قبضہ ہوا۔۔۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"وہ تو میں ایکسٹون کو کرسی پر بیٹھے دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ حضرت ٹائیگر براجمان ہیں۔۔۔ ورنہ میں نقاب کشائی ہونے دیتا۔۔۔ لا حول ولا۔۔۔ لڑکیوں بالیوں کا پردہ اتارنا کوئی شرافت ہے۔ اماں جی لو پتہ چل جاتا تو جوتیوں سے کھوپڑی پھیل کر دیتیں"۔۔۔ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کس کی لڑکیوں بالیوں کی۔۔۔ یا آپ کی"۔۔۔ بلیک زیرو نے بے اختیار ہنستے ہوئے کہا۔

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور منفرد ایڈونچر کہانی

مکمل ناول

ایڈونچر مشن

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

* تبت کے انتہائی دشوار گزار پہاڑی جنگلوں میں عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کا ایک ایسا مشن جہاں ہر طرف یقینی اور خوفناک موت کے جبرے کھلے ہوئے تھے۔
مارسیلا جنگل کو مین ایک نیا حیرت انگیز اور انتہائی دلچسپ کردار۔

* عمران اور سیکرٹ سروس کے ارکان بدھ بھکشوؤں کے روپ میں جب تبت کے جنگلوں میں داخل ہوئے تو۔۔۔ انتہائی دلچسپ اور حیرت انگیز چوکنشتر۔

* جولیا کو خوفناک جنگل میں جبراً اغوا کر لیا گیا اور سیکرٹ سروس کے ارکان سرچنے کے باوجود جولیا کو تلاش نہ کر سکے۔ جولیا کا کیا حشر ہوا۔۔۔؟

* عمران اور سیکرٹ سروس کے ارکان اور خوفناک یوگیوں اور بدھ بھکشوؤں کے درمیان ہونے والی ایک ایسی جنگ جس کا ہر راستہ موت پر ختم ہوتا تھا۔

جوزف جنگلوں کا بلا شہ ایک نئے اور انوکھے روپ میں۔

* ایک ایسا مشن جس کے مکمل ہوتے ہی عمران نے سیکرٹ سروس سے بغاوت کر دی اور پھر خوفناک جنگلوں میں عمران اور جولیا دشمنوں کی طرح ایک دوسرے کے مقابلے پر ڈٹ گئے۔ وہ مشن کیا تھا۔۔۔؟

دلچسپ حیرت انگیز حیرت انگیز مشن اور مشن میز سسٹمز

یوسف براورز پاک گیٹ ملتان

”یہ پوچھنا پڑے گا۔۔۔ پوچھ آؤں“۔۔۔ عمران نے
سے اٹھتے ہوئے کہا۔

”ارے ارے۔۔۔ آپ بیٹھے رہیں۔ ممبران باہر سے گزر
ہیں۔۔۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو آپریشن روم سے نکلتے دیکھ
ہی کھوپڑی پہلی کر دیں“۔۔۔ بلیک زیرو نے گھبراتے ہوئے
میں کہا۔

”اچھا ہے جو گزرتا ہے گزر جانے دو۔۔۔ سب نے ہر
جانا ہے۔۔۔ مگر یار بلیک زیرو!۔۔۔ گزرنے سے پہلے
کام نہیں کر سکتے۔۔۔ اس جولیا کو کسی طرح منوادو۔۔۔ مگر
ہے کہ نیمے کے بغیر“۔۔۔ عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔
”اور تنویر کا کیا کروں“۔۔۔؟ بلیک زیرو نے مکر کر کہ
”ہاں یار!۔۔۔ ایک تو اس تنویر کا بھی بڑا مست ہے۔ نہ خود کا
ہے اور نہ کسی کو کھیلنے دیتا ہے“۔۔۔ عمران نے ٹھنڈا سا لہجہ
ہوئے کہا۔

”اب آپ کے کھیلنے کے دن گزر گئے ہیں۔۔۔ منہ دھور کا
بلیک زیرو بھی موڈ میں تھا۔

”بھئی اسی لئے تو کہتا ہوں کہ اب کھلانے کے دن آگئے ہر
بچے کھلانے کے مگر۔۔۔ بس اسی مگر نے تو ساری گڑ بڑ پھیلا رکھا
اچھا کبھی تو اس سے پیچھا چھوٹے گا“۔۔۔ عمران نے کہا اور اٹھ
ریسٹ روم کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ بلیک زیرو مسکراتا رہ گیا۔

ختم شد

عمران سیریز میں خیر و شر کی آویزش پر انتہائی پراسرار اور تحریر ناول

سپیشل نمبر

شودرمان

مصنف مظہر کلیم ایم اے

شودرمان شیطان کے پجاریوں کی مرکزی عمارت جسے شیطانی قوتوں نے ناقابل تہ بنا دیا تھا۔

شودرمان کافرستان کے پہاڑی جنگل میں صدیوں سے قائم ایسی عمارت جہاں کہ شیطانی قوتوں کا راج تھا۔

کاجلا شیطانی دنیا کا ایک ایسا شیطانی مذہب جو خیر و شر کی آویزش میں شر کی قوتوں نمائندگی کرتا تھا۔

مہما مہمان کاجلا کا سب سے بڑا پجاری، شیطان کا خصوصی پیروکار اور شودرمان کا رکھ جو انتہائی خوفناک شیطانی قوتوں کا حامل تھا۔

کاجلا جس کے پیروکاروں نے عمران کو پاکیشیا سے اغوا کر کے اپنے قبضے میں کر لیا کیا عمران شیطان کا پیروکار بن گیا — یا —؟

وہ لمحہ جب خیر اور روشنی کی قوتوں نے عمران کو ہی شودرمان کی تباہی اور مہما مہما کی ہلاکت کا مشن سونپ دیا۔ پھر کیا ہوا؟

وہ لمحہ جب عمران اپنے ساتھ جوزف، جونا اور ٹائیگر کو لے کر شودرمان کی تباہ اور کاجلا کی سرکوبی کے لئے کافرستان کے قدیم پہاڑی جنگل میں داخل ہو گیا۔

علاقہ جہاں انتہائی خوفناک شیطانی قوتوں کا مکمل راج تھا۔

وہ لمحہ جب عمران اپنے ساتھیوں سمیت شیطانی قوتوں کے خوفناک شکنجے میں جکڑے جانے کے بعد بے بس ہو گئے۔ کیا عمران واقعی شیطانی قوتوں سے شکست کھا گیا — یا —؟

کیا عمران شودرمان کو تباہ کرنے اور مہما مہمان کو ہلاک کرنے میں کامیاب ہو سکا۔ یا خود ان کا شکار ہو گیا —؟ انتہائی حیرت انگیز انجام کیا عمران شیطانی قوتوں کے انتہائی خوفناک جال کو توڑنے میں کامیاب ہو سکا۔

خیر و شر کے درمیان ہونے والی ایک ایسی آویزش

جس کا ہر لمحہ قیامت کا لمحہ ثابت ہوا

پراسرار حیرت انگیز منفرد اور دلچسپ واقعات سے بھرپور

ایک ایسا انوکھا ناول جو جاسوسی ادب میں یادگار حیثیت کا حامل ہے

چھ شائع ہو گیا ہے

آج ہی اپنے قریبی بک شال یا براہ راست ہم سے طلب کریں

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

مکمل ناول

مثالی دنیا

مصنف

مظہر کلیم ایم اے

مثالی دنیا کائنات سے بالاتر ایک ایسی دنیا جو اسرار و تحیر کے دھندلکوں میں لپٹی ہوئی ہے
مثالی دنیا جہاں کرہ ارض کی طرح زماں و مکان کی کوئی قید نہیں ہے۔ انتہائی پر اسرار
دلچسپ، انوکھی اور منفرد دنیا۔

مثالی دنیا جہاں پہنچنے کے لئے روسیہ کی یونیورسٹی کے پروفیسر یونوکوف نے ایک انتہائی
آسان طریقہ دریافت کر لیا۔ ایسا طریقہ کہ کرہ ارض کا ہر آدمی وہاں آسانی سے پہنچ
سکتا تھا۔

پروفیسر نورس جس نے یہ طریقہ چوری کر لیا اور پھر اس نے علی اعلان مثالی دنیا میں
آمد و رفت شروع کر دی۔

فاسٹ ٹکڑ پیشہ ور قاتلوں کا ایک ایسا گروہ جس نے یہ طریقہ حاصل کرنے کے لئے
پروفیسر نورس کو ہلاک کر دیا مگر اس طریقے کے حصول کی بنا پر انہیں بھی موت کے
گھاٹ اترنا پڑا۔

ڈاکٹر رونالڈ جس نے مثالی دنیا سے ایک خاتون کو کرہ ارض پر آنے پر مجبور کر دیا۔ یہ خاتون
کون تھی؟ کس طرح کی تھی اور ڈاکٹر رونالڈ اس سے کیا کام لینا چاہتا تھا؟

انتہائی پر اسرار اور حیرت انگیز سچویشن

پروفیسر ارشد ایک یہودی ماہر روحانیت جس نے پروفیسر یونوکوف کے اس طریقے
کی بنا پر پوری دنیا سے مسلمانوں کے خاتمے اور یہودی سلطنت کے قیام کا منصوبہ

لارین گرانڈ ماسٹر کا چیف جسے پاکیشیا میں مشن مکمل کرنے پر موت کی سزا دیدی گئی؟
روجر گرانڈ ماسٹر کا دوسرا چیف جس نے عمران کے کہنے پر خود اپنے ہاتھوں پوری تنظیم
کا خاتمہ کر دیا۔ کیوں؟

مادام گاربو ہٹ فیلڈ کے ایسے گروپ کی چیف جس نے گرانڈ ماسٹر روجر کو اپنے ہاتھوں
گولیوں سے اڑا دیا اور اس کے ساتھیوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔
مادام گاربو جس کے گروپ میں پولیس آفیسر بحیثیت مجرم شامل تھے اور پھر پولیس اور
مجرم دونوں نے مل کر عمران اور اس کے ساتھیوں کے گرد موت کا حصار کھینچ دیا
کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے؟

مادام گاربو ایک ایسا کردار جسے اس بنا پر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا کہ کہیں اس کے
ذریعے عمران ہٹ فیلڈ سے واقف نہ ہو جائے۔ انتہائی حیرت انگیز سچویشن
لارڈ ہٹ فیلڈ کا ایک ایسا نمائندہ جو ایکریسیا کی سرکاری ایجنسی کا چیف تھا اور جس
نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو جیتے جی تابوتوں میں بند کر دیا۔ کیا عمران اور اس
کے ساتھیوں کو ان تابوتوں سے نجات مل سکی۔ یا؟

عمران اور اس کے ساتھیوں نے ہٹ فیلڈ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے
کے لئے خونریز جدوجہد کی۔ بے شمار تنظیموں اور گروپوں سے ٹکرانے اور بے پناہ
قتل و غارت کے باوجود کیا وہ ہٹ فیلڈ کے بارے میں کچھ جان سکے یا انہیں ناکامی
کا ہی منہ دیکھنا پڑا۔

حیرت انگیز سچویشن مسلسل ایسے ہیٹ انگلشن کا ایک ایسا نمائندہ

جو آپ کو دل سے یاد رہے گا

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور یادگار ناول

پاور ایجنٹ

مصنف مظہر کلیم ایم اے
کاراکاز ایک بین الاقوامی مجرم تنظیم۔ جس نے پاکیشیا سے ایک سائنسدان کو فلموں سمیت اغوا کر لیا۔

پاور ایجنٹ پاکیشیا سیکرٹ سروس کا رکن جسے اکیلے ہی سائنسدان اور فلموں کو واپس لانے کا مشن سونپا گیا۔

پاور ایجنٹ جو اکیلا ہونے کے باوجود کاراکاز کے سینکڑوں تربیت یافتہ افراد کو روندتا ہے آگے بڑھتا چلا گیا۔

پاور ایجنٹ جس نے اپنے خوفناک اور پاورفل ایکشن سے ہر طرف لاشیں ہی لاشیں بکھیر دیں۔

مارسیلا ایک نیا منفرد اور دلچسپ کردار۔ جس نے قدم قدم پر پاور ایجنٹ کی مدد کی۔ لیکن جب اس نے مستقل طور پر ساتھ رہنے کا اظہار کیا تو پاور ایجنٹ نے اسے بھی ہلاک کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ کیا مارسیلا پاور ایجنٹ کے ہاتھوں ہلاک ہو گئی۔ یا؟

پاور ایجنٹ جس کی امداد کے لئے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کی علیحدہ ٹیم بھیجی گئی لیکن عمران اور اس کے ساتھیوں کی زندگیاں بھی پاور ایجنٹ کو بچانی پڑیں۔ کیسے اور کیوں؟

مارسیلا جو کاراکاز کے اعلیٰ عہدیدار کی بیوی تھی لیکن اس نے پاور ایجنٹ کی قدم قدم پر رہنمائی کی۔ کیوں اور کیسے؟

پاور ایجنٹ جو اپنی کارکردگی کے لحاظ سے کاراکاز کے لئے موت کا فرشتہ ثابت ہوا۔

پاور ایجنٹ کون تھا؟ کیا وہ اپنے بے پناہ ایکشن کے باوجود اپنے مشن میں کامیاب بھی ہو سکا۔ یا۔۔۔؟

وہ لمحہ جب پاور ایجنٹ اور مارسیلا دونوں ایک جہت میں ہیلی کاپٹر میں محو پرواز تھے لیکن اچانک ہیلی کاپٹر کا تمام نظام جام ہو کر رہ گیا اور ہیلی کاپٹر سیدھا سمندر میں جا گرا۔

انتہائی دلچسپ واقعات

بے پناہ تیز رفتار ایکشن

اعصاب شکن سپنس

ایک ہی ناول جو ہر لمحے ایک یادگار اور مشغول کن ناول ہے

شائع ہو گیا ہے

آج ہی اپنے قریبی بک شال یا براہ راست ہم سے طلب کریں

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں انتہائی دلچسپ اور منفرد انداز کی شاہکار کہانی

ڈیٹھ کوٹیک

مصنف مظہر کلیم ایم اے

ڈیٹھ کوٹیک

کافرستان کا ایک ایسا بھیانک سائنسی منصوبہ کہ جس کی تکمیل کے بعد پاکیزہ کے کروڑوں بے گناہ افراد ایک لمحے میں موت کے گھاٹ اتار دیئے جاتے۔ لیکن پوری دنیا اسے قدرتی آفت ہی سمجھتی رہتی۔

ڈیٹھ کوٹیک

جس کا تجربہ پاکیشیا کے ایک پہاڑی علاقے میں کیا گیا اور ہزاروں افراد یکلخت لقمہ اجل بن گئے۔ مگر پاکیشیا اور پوری دنیا کے ماہرین نے اسے قدرتی آفت قرار دے دیا۔ کیوں؟

ڈیٹھ کوٹیک

جس کے خلاف عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس جب میدان میں اترے تو کافرستان کی چاروں ایجنسیاں عمران کے مقابل آگئیں اور پھر ایک نہ رکنے والا خوفناک ہنگامے کا آغاز ہو گیا۔

ایک ایسا مشن جس میں عمران اور اس کے ساتھیوں کو زبردست جدوجہد کے باوجود ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ کیوں؟

وہ لمحہ

جب عمران اور سیکرٹ سروس کو باوجود سرتوڑ کوششوں کے ناکام پاکیشیا لوٹنا پڑا؟

وہ لمحہ

جب شاگل نے کافرستان کی طرف سے کام کرنے سے انکار کر دیا۔ کیوں؟
کیا شاگل نے کافرستان سے غداری کر دی۔۔۔۔۔ یا۔۔۔۔۔؟
کیا واقعی اس مشن میں عمران اور اس کے ساتھیوں کے مقدر میں ناکامی لکھ دی گئی تھی۔۔۔۔۔ یا۔۔۔۔۔؟
کیا کافرستان اپنے اس بھیانک سائنسی منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے میں کامیاب ہو گیا؟

انتہائی دلچسپ اور منفرد انداز میں لکھا گیا

لیک بیل گارٹل

ایکشن اور سپنس کا حسین امتزاج

شائع ہو گیا ہے

آج ہی اپنے قریبی بک مشال یا
براہ راست ہم سے طلب کریں

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

عمران سیریز میں ایک دلچسپ، ہنگامہ خیز اور ایکشن سے بھرپور ناول

ہاٹ فیلڈ

مصنف
مظہر کلیم ایم اے

ہاٹ فیلڈ ایک ایسی بین الاقوامی تنظیم جو پوری دنیا پر اقتدار کی خواہاں تھی لیکن اس کا نام تک کوئی نہ جانتا تھا۔

ہاٹ فیلڈ ایک ایسی تنظیم جس کے تحت پوری دنیا میں سینکڑوں مجرم تنظیمیں اور گروپ کام کر رہے تھے لیکن یہ تنظیمیں اور گروپ ہاٹ فیلڈ کے نام سے بھی واقف نہ تھے۔

گرانڈ ماسٹر ہاٹ فیلڈ کی ایک ایسی ماتحت تنظیم جس نے عمران اور پاکیشیا سیکرٹ سروس کی پوری ٹیم پر اس وقت فائر کھول دیا جب عمران نے اپنی بہن ثریا کی شادی کے سلسلے میں پاکیشیا سیکرٹ سروس کو دعوت دے رکھی تھی۔ ایک ایسا حملہ جس کا نشانہ عمران اور پوری پاکیشیا سیکرٹ سروس تھی۔ کیا حملہ کامیاب رہا۔ یا۔۔؟

پی ون گروپ ایکیرمیا کا ایک ایسا گروپ جو براہ راست ہاٹ فیلڈ کے تحت تھا اور جس نے پاکیشیا میں تخریب کاری اور خونریزی کی انتہا کر دی۔

پی ون گروپ جس کی وجہ سے پہلی بار عمران نے ہاٹ فیلڈ کا نام سنا اور پھر اس نے ہاٹ فیلڈ کی تلاش شروع کر دی۔ مگر دنیا کی کوئی معلومات فروخت کرنے والی ایجنسی کوئی آدمی ہاٹ فیلڈ سے واقف نہ تھا۔

• گرانڈ ماسٹر جس نے عمران اور اس کے ساتھیوں پر اس وقت اچانک اندھا دھند فائر کھول دیا جب وہ ملک ناڈا کے ایئر پورٹ پر اترے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے عمران اور اس کے ساتھی جولیا، صفدر، کیپٹن شکیل، تنویر اور ٹائیگر خون میں لت پت سینکڑوں افراد کے سامنے تڑپ تڑپ کر ہلاک ہو گئے۔ کیا واقعی ایسا ہو گیا؟

لارین گرانڈ ماسٹر کا چیف جسے پاکیشیا میں مشن مکمل کرنے پر موت کی سزا دیدی گئی؟
روجر گرانڈ ماسٹر کا دوسرا چیف جس نے عمران کے کہنے پر خود اپنے ہاتھوں پوری تنظیم کا خاتمہ کر دیا۔ کیوں؟

• ملازم گاربو ہاٹ فیلڈ کے ایسے گروپ کی چیف جس نے گرانڈ ماسٹر روجر کو اپنے ہاتھوں گولیوں سے اڑا دیا اور اس کے ساتھیوں کے خلاف اعلان جنگ کر دیا۔
• ملازم گاربو جس کے گروپ میں پولیس آفیسر بحیثیت مجرم شامل تھے اور پھر پولیس اور مجرم دونوں نے مل کر عمران اور اس کے ساتھیوں کے گرد موت کا حصار کھینچ دیا کیا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے؟

• ملازم گاربو ایک ایسا کردار جسے اس بنا پر موت کے گھاٹ اتار دیا گیا کہ کہیں اس کے ذریعے عمران ہاٹ فیلڈ سے واقف نہ ہو جائے۔ انتہائی حیرت انگیز سچو کیشن لارڈ ہاٹ فیلڈ کا ایک ایسا نمائندہ جو ایکیرمیا کی سرکاری ایجنسی کا چیف تھا اور جس نے عمران اور اس کے ساتھیوں کو جیتے جی تابوتوں میں بند کر دیا۔ کیا عمران اور اس کے ساتھیوں کو ان تابوتوں سے نجات مل سکی۔ یا؟

• عمران اور اس کے ساتھیوں نے ہاٹ فیلڈ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے خونریز جدوجہد کی۔ بے شمار تنظیموں اور گروپوں سے ٹکرانے اور بے پناہ قتل و غارت کے باوجود کیا وہ ہاٹ فیلڈ کے بارے میں کچھ جان سکے یا انہیں ناکامی کا ہی منہ دیکھنا پڑا۔

• حیرت انگیز، خونریز، مسلسل اور بے پناہ ایکشن کا ایک ایسا شاہکار جو آپ کو دھن دھن کاٹے گا

یوسف برادرز پاک گیٹ ملتان

HASSAN.

شہرہ آفاق مصنف جناب مظہر کلیم ایم اے کی عمران سیر

حلقہ موت	کمل	جوانا ان لیکشن
وے ٹو ایکشن	اول	اسٹار ٹریک
وے ٹو ایکشن	دوم	اسٹار ٹریک
ٹاپ ٹارگٹ	کمل	کشل ڈیولز
لانسرفائیو	اول	فیس آف ڈیٹھ
ایجنٹ فرام پاور لینڈ	دوم	فیس آف ڈیٹھ
روڈ سائیڈ سٹوری	اول	بلیک ڈیٹھ
گریت فائٹ	دوم	بلیک ڈیٹھ
ونڈر پلان	کمل	ہاٹ ناٹ
ونڈر پلان	کمل	اسپیشل ایجنٹ برو نو
بلیک کالار	کمل	ریڈ چیف
ڈیٹھ گروپ	کمل	ڈیٹھ سرکل
ہیکل سلیمانی	کمل	سرنچ فائر
ہیکل سلیمانی	کمل	ڈارک کلب
لیڈی سندھتا	کمل	سوانگ پاور
چیلنج مشن	اول	حلقہ موت

یوسف بزاورد ز پاک گیٹ ملتان